حضور غوثِ اعظم کی مدح وثنا پر مشتمل امام احمد رضا کے لاجواب قصیدہ "اکسیرِ اعظم"
اور ان ہی کے قلم سے اس کی بے مثال شرح "مجیرِ معظم" کی تلخیص و تسہیل

ثنائے غوثِ اعظم
بزبانِ مجددِ اعظم

مرتب
مفتی محمد عابد حسین قادری نوری مصباحی
شیخ الحدیث جامعہ فیض العلوم، دھتکیڈیہ، جمشید پور

المجمع القادری جمشید پور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حضور غوثِ اعظم کی مدح وثنا پر مشتمل امام احمد رضا کے لاجواب قصیدہ ''اکسیرِ اعظم'' اور ان ہی کے قلم سے اس کی بے مثال شرح ''مُجیرِ مُعظَّم'' کی تلخیص وتسہیل مسمّٰی بہ

ثنائے غوثِ اعظم
بزبانِ مُجدّدِ اعظم

مُرتِّب

مفتی محمد عابد حسین قادری نوری مصباحی

شیخ الحدیث مدرسہ فیض العلوم، جمشید پور، جھارکھنڈ

ناشر:۔ المجمع القادری فیض العلوم، دھتکیڈیہ، جمشید پور۔

پن کوڈ 831001 Mob: 9835553380

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نام کتاب :- ثناے غوث اعظم بزبانِ مجدّ دِ اعظم

مرتّب :- محمد عابد حسین قادری نوری مصباحی ولد الحاج مولانا
شیخ محمد یونس قادری رضوی حامدی، مدرسہ فیض العلوم دھتکیڈ یہ، جمشید پور

اصل کتاب کا نام:۔ اکسیرِ اعظم و مجیرِ معظم

ازقلم مجدد اعظم امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ

پروف ریڈنگ :- مولانا مبشر الاسلام فیضی، دمکا۔ جھارکھنڈ

کمپوزنگ :- محمد شمشیر عالم مصباحی، امام وخطیب گولموری مسجد

سن اشاعت :- ۱۴۳۹ھ/۲۰۱۸ء

صفحات :- ۲۸۶

قیمت :- ۱۴۰/روپے

ناشر :- المجمع القادری مدرسہ فیض العلوم، دھتکیڈ یہ، جمشید پور

’’اکسیر اعظم‘‘ سیدنا غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی منقبت میں ایک عظیم قصیدہ ہے جو عند اللہ و عند الغوث مقبول ہے، اسی طرح اس کی شرح ’’مجیر معظم‘‘ بھی۔ انشاء اللہ تعالیٰ ان کی یہ تلخیص بھی مقبول ہوگی۔ محمد عابد حسین نوری قادری

فہرست مضامین

آغازِ سخن	۱۲
اکسیر اعظم کی چمن بندیاں، وجہِ تالیف خود امام احمد رضا کے قلم سے	۴۶
حضرت خواجہ کی زیارت	۴۹
قصیدہ اور اس کے اجزا	۵۳
قصیدہ کے اجزا چار ہیں	۵۴
کچھ اکسیر اعظم اور مجیر معظم کے بارے میں	۵۶
مجیرِ معظم شرح اِکسیر اعظم	۶۰
اشعارِ تشبیب کی تلخیص	۶۱
تشبیب کا مطلع اور محبوب پر عاشق ہونے کا تذکرہ	۶۳
گریز کے اشعار	۶۵
ربط آمیز گریز ذوق انگیز مدح کی جانب	۶۶
’’عشق اور حسن‘‘ کا مکالمہ اور غوث اعظم کا مقام مخدع	۶۷
خطاب کی جانب التفات، ساتھ ہی حسن وعشق کی جامعیت کا بیان	۷۱
غوث اعظم وہ شمع وچراغ ہیں، جو ہر جہت سے فروزاں ہو	۷۳
مدح کا پہلا مطلع غوث اعظم پیران پیر ہیں۔ ۲۷؍ویں شعر کے اجالے میں	۷۶

غوث اعظم جان بھی ہیں اور جاناں بھی، حسنِ مطلع یعنی اٹھائیسویں شعر کی روشنی میں	۷۸
غوث اعظم ظلِ الٰہی اور عکسِ حسنِ مصطفیٰ ہیں، ۲۹/ویں شعر کی روشنی میں	۷۹
جس نے غوث اعظم کو دیکھا گویا اس نے اللہ تعالیٰ کو دیکھا آپ مصطفیٰ ﷺ کے آئینہ ہیں، ۳۰/ویں شعر کے آئینے میں	۸۱
غوث اعظم اچھے گلستاں، باغِ سرو اور باغِ مصطفیٰ ﷺ کے نو بہار ہیں، ۳۱/ویں اور ۳۲/ویں شعر کے آئینے میں۔	۸۳
آپ پھینکے ہوئے تیر کو قدرت الٰہی سے واپس کر دیتے ہیں، قدرتِ غوثِ اعظم ۳۳/ویں شعر کے آئینے میں	۸۴
غوث اعظم ہماری جان لینے والے اور جان بخشنے والے ہیں، ۳۴/ویں شعر کے اجالے میں	۸۵
جان دے کر جاناں کو پایا، ۳۵/ویں شعر کے آئینے میں۔	۸۸
غوث اعظم دریائے علم اور عالمِ سِرّ و عالمِ غیب ہیں آپ کی نگاہ لوح محفوظ پر رہتی ہے، ۳۶/ویں شعر کے اجالے میں	۹۰
حضرت غوث اعظم کی ترقیوں کا ذکر آپ پاک ہیں اور اونچا سفر فرمانے والے، ۳۷/ویں اور ۳۸/ویں شعر کی روشنی میں	۹۴

آپ بلبل ہیں اور بازِ اشہب وشہبازِ لامکانی کہ عرش کے اوپر لامکاں پہنچے۔ ۳۹/ ویں و ۴۰/ ویں شعر کے آئینے میں	۹۷
حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام عندلیب وبلبل بھی ہے	۹۸
غوث اعظم ''سِرٌ لا یُدرَکُ'' ہیں یعنی رازِ نامعلوم، ۴۱ تا ۴۳/ ویں شعر کے آئینے میں	۹۹
غوث اعظم کمالاتِ ظاہر وباطن کے جامع ہیں،	
آپ چمنِ معرفت کی بہار اور بارشِ شریعت کے بادل ہیں، ۴۴/ ویں شعر کی روشنی میں	۱۰۲
علومِ قرآنی اور آپ کا علمی مقام	
آپ دین کی شرح ہیں، ۴۵/ ویں شعر کے آئینے میں	۱۰۳
غوثِ اعظم قطبُ الاقطاب اور جہانِ معرفت کے محیط ہیں، ۴۶/ ویں شعر کے آئینے میں	۱۰۵
آپ عرشِ اعظم ہیں اور اہلِ تمکین واہلِ تلوین کے بادشاہ، ۴۷/ ویں شعر کے اجالے میں	۱۰۸
آپ انبیا اور ان کے خلفا کے وارث ونائب ہیں، ۴۸/ ویں شعر کے آئینے میں	۱۱۰
فضل الٰہی سے امر ونہی کا اختیار مصطفیٰ ﷺ کو اور کرسی دیوان پر بیٹھنے کا شرف غوث الوریٰ کو حاصل ہے ،۴۹/ ویں شعر کے آئینے میں	۱۱۰

آپ کی نشو ونما قلبِ ابراہیم پر ہوئی، آپ حضرتِ موسیٰ کے ہم نشیں رہے، ۵۰/ویں شعر کے آئینے میں	۱۱۱
آپ خلیل، ذبیح، نوح، موسیٰ وغیرہم ہیں ۵۱۔۵۲/ویں شعر کی روشنی میں۔	۱۱۳
آپ کے سر پر تاجِ صدیقی اور ہاتھ میں تیغِ فاروقی ہے، ۵۳/ویں شعر کے اجالے میں	۱۱۶
آپ ذوالنورین ہیں اور حیدرِ دوراں بھی، ۵۴/ویں شعر کے آئینے میں	۱۱٦
حضور غوثِ اعظم رضی اللہ عنہ کا دیگر اولیا سے افضل ہونے کا بیان ۵۵/ویں شعر کے آئینے میں	۱۱۸
غوث اعظم شانِ اولیا کی شان ہیں، ۵٦/ویں شعر کے اجالے میں	۱۱۹
سارے عارفین باللہ غوث اعظم کے محتاج ہیں، ۵۷/ویں شعر کے اجالے میں	۱۲۰
میرا قدم سارے اولیا کی گردنوں پر ہے، آپ کا یہ فرمان حق ہے، ۵۸/ویں شعر کے اجالے میں	۱۲۱
غوث اعظم کا مذکورہ فرمان تخصیص کی بہتان سے پاک ہے، ۵۹/ویں شعر کے اجالے میں	۱۲۴
ہند کے خواجہ مقامِ بلند رکھنے والے بادشاہ ہیں، مگر آپ ان سے عظیم تر بادشاہ ہیں، ٦۰/ویں شعر کے آئینے میں	۱۳۱

حضرت سہروردی اور نقشبند نے بھی غوث اعظم کے لیے گردن جھکائی۔	۱۳۷
آپ کے وعظ کے اثر سے رجال الغیب کے بدن میں آگ لگنا پھر اس کا بجھانا، ۶۱/ویں شعر کے آئینے میں	۱۳۹
مرید کا ایک قدم میں آنا، اس کا توبہ کرنا اور آپ کا اس کی رہنمائی کرنا، ۶۲/ویں شعر کی روشنی میں	۱۴۱
غوث اعظم مقامِ مخدَع یعنی گنجینۂ راز اور حجرۂ قدس میں ہیں ۶۳/ویں شعر کی روشنی میں	۱۴۳
آپ نے حضرت طفسونجی کو خلعت عطا کی، ۶۴/ویں شعر کے اجالے میں	۱۴۶
غوث اعظم کی اپنے مشائخ سے افضلیت اگر مشائخ آفتاب ہیں تو آپ چاند ہیں، ۶۵/ویں شعر کے اجالے میں	//
آپ چاند ہیں، اور چاند آفتاب پر باعتبارِ ترقی فضیلت رکھتا ہے، ۶۶/ویں شعر کے آئینے میں	۱۵۰
بغداد کے چاند کو کوئی نہیں پا سکتا، ۶۷/ویں شعر کی روشنی میں	۱۵۲
بغداد کا چاند بے پایاں ترقی میں ہے، ۶۸/ویں شعر کے اجالے میں	۱۵۳

حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زندگی کا بیان آپ کی زندگی شاہانہ ہے، اور آپ گلستاں کی رونق، ۶۹/ ویں شعر کی روشنی میں	۱۵۶
اچھا کھانے والے، اچھا پینے والے بادشاہ آپ ہیں، ۷۱/ ویں شعر کے اجالے میں	۱۶۱
حضور غوث اعظم عظیم شان والے نوشہ ہیں اور ہم ان کے باراتی، ۷۲/ ویں شعر کی روشنی میں	۱۶۴
یہ سب آپ نے حکم الٰہی سے کیا، ۷۴/ ویں شعر کے اجالے میں	۱۶۵
آپ محی الدین بھی ہیں اور دین وایمان بھی، ۷۵/ ویں شعر کے اجالے میں	۱۶۷
سرکار بغداد کسی کی تعریف کے محتاج نہیں، ۷۶/ ویں شعر کی روشنی میں	۱۶۹
عرض حاجت کی تمہید بے نواؤں کے لیے آپ کے ذکر کو حیات کا سامان کر دیا ہے، شعر نمبر ۷۷/ کے آئینے میں	۱۷۰
آپ کریم بن کریم کے کریم فرزند ہیں، ۷۸/ ویں شعر کے اجالے میں	۱۷۴

حضور غوث اعظم سے استمداد واستغاثہ پر مشتمل مطلع حضور پر نور سرمایۂ بخشش، رحمتِ الٰہی اور رحمٰن کے آئینہ ہیں، ۸۱/ویں شعر کی روشنی میں	۱۷۶
غیر کے در پر ہم کیوں جائیں؟ ہر محل کے بادشاہ آپ ہی ہیں، شعر نمبر ۸۲/کے آئینے میں	۱۸۰
آپ ہی درد بھی ہیں اور آپ ہی میرے درد کی دوا بھی، ۸۳/ویں شعر کے اجالے میں	۱۸۵
غوث اعظم سے اسلام کی خاطر استعانت یعنی مدد چاہنا، ۸۴/ویں اور ۸۵/ویں شعر کے اجالے میں	۱۸۷
آپ ہمارے مسیحا ہیں اور امام مہدی کی شان رکھنے والے شیعوں کا رد، ۸۶/ویں شعر کے اجالے میں	۱۸۹
غوث اعظم سے رضا کی استعانت واستمداد خود اپنی ذات کے لیے	۱۹۶
غوث اعظم کے ہاتھ میں نگ مومیا ہو جاتا ہے،	
آپ چشمۂ حیات ہیں، ۹۱/ویں شعر کے آئینے میں	۲۰۴
آپ نے فرمایا: میرا شیدا ہو جا، اچھا وخوش حال ہو جا، اور بے خوف ہو جا، پھر میرا نغمہ سرا ہو جا، اس فرمانِ غوث کو سن کر میں شاد ہو کر رقص کرنے لگا۔ ۹۲/ویں شعر کے آئینے میں	۲۰۶

نیکوں کے دن بہت اچھے اگر غوث اعظم نے انہیں محبوب بنالیا، میں تنکا ہوں، ڈوبنے والا نہیں ۹۳؍شعر کے آئینے میں	۲۰۶
غوث اعظم میزان پہ ہوں تو نیکی پہاڑ کے برابر ہو جائے	۲۰۸
نسبتِ بندگی پر فخر (بندگی وعبدیت بمعنی غلامی) میں باپ دادا سے آپ کا غلام ہوں اور قدیمی خانہ زاد ہوں	
۹۵؍ویں و۹۶؍ویں شعر کے آئینے میں	۲۱۰
حالاتِ مفتی نقی علی خاں والد گرامیِ امام احمد رضا خاں	۲۱۲
حالاتِ مفتی رضا علی خاں جدِّ اکرمِ امام احمد رضا	۲۱۳
بندۂ غوث اعظم یا عبدِ غوث اعظم کہنا جائز ہے مجھے خوشی ہے کہ میں آپ کا غلام ہوں،	۲۱۶
۹۸شعر کے آئینے میں ـــــــ	۲۲۱
رسول اکرم اور غوث اعظم کو مالک کہہ سکتے ہیں یا نہیں ؟	//
سگانِ بابِ عالی کی جانب مدح خواں کا انتساب میں تیرے در کا سگ	
اور تو صاحبِ دستر خوان ہے۔ ۹۹؍ویں شعر کی روشنی میں	۲۲۵
غوث اعظم قادر ہیں	۲۲۷
آپ داد و دہش والے ہیں، روٹی کا ایک ٹکڑا عطا کریں	۲۳۵
میری روزی کا ذریعہ آپ ہی ہیں	۲۳۷
امام احمد رضا حضور غوثِ اعظم کے مہمان ہیں	۲۴۰

غوث اعظم سرمایۂ بخشش ہیں، قادریت نے مجھے باغ خلد میں پہنچا دیا، ۱۱۰؍ویں شعر کے آئینے میں	۲۴۲
رضا کی ایک نادر تحریر	
حضور غوث اعظم کا رتبہ تمام اولیا سے بلند ہے	۲۴۵
اولیا کے درمیان غوث اعظم کا رتبہ	۲۴۶
تخصیصِ صحابہ کی بحث	۲۴۸
تخصیصِ سیدنا امام مہدی کا جواب	۲۴۹
قصیدہ ’’ اِکسیر اعظم‘‘ اور اس کا ترجمہ	۲۵۴

بسم اللہ الرحمن الرحیم

آغازِ سخن

آپ کے ہاتھوں میں ''ثنائے غوثِ اعظم بزبانِ مجددِ اعظم'' نامی جو کتاب ہے وہ قصیدہ ''اکسیرِ اعظم'' اوراس کی شرح ''مجیرِ معظم'' کی تلخیص و تسہیل ہے۔نظم اور شرح دونوں پیروں کے پیر، میروں کے میر، روشن ضمیر، سینوں کے دستگیر، قطب ربانی، پیرلاثانی، محبوب سبحانی، باز اشہب، شہبازِ لامکانی، محی الدین، غوث صمدانی سیدنا الشیخ عبد القادر جیلانی قدس سرہ کی شان اقدس میں تحفۂ لاجواب ہیں، نہایت عمدہ اور دل آویز ہیں اور مقبول بارگاہِ اقدس بھی۔

قصیدہ ''اکسیرِ اعظم'' عاشقِ غوث اعظم، مجددِ اعظم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ کا کلام ہے۔اس کے اندر صوری و معنوی ہر طرح کی خوبیاں موجود ہیں، پھرانھوں نے ''مجیرِ معظم'' کے باوزن اور پُروقار نام سے اس کی مختصر شرح لکھ کر اس میں چار چاند لگا دیا ہے۔ان دونوں کی افادیت کو عام کرنے کے لیے محض رضائے مولیٰ کی خاطر گدائے قادری راقم السطور نے چاہا کہ اپنے سنی بھائیوں کے سامنے ان کی تلخیص و تسہیل پیش کرے تاکہ وہ بھی بآسانی ان سے استفادہ کریں اور ان کے فیوض و برکات سے سرشار ہوں۔نظم اور شرح

دونوں فارسی زبان میں ہیں۔ان کا ترجمہ گرامی وقار مولانا محمد احمد مصباحی بھیروی ناظمِ تعلیمات جامعہ اشرفیہ مبارک پور نے کیا ہے، جس کا نام ''تاب منظّم'' رکھا ہے۔ اس کتاب میں بعض مقامات پر اس کا ترجمہ بعینہٖ مندرج ہے اور بعض مقامات پر اس سے الگ۔ اس دور میں مخصوص علما کو چھوڑ کر چند ہی افراد ہیں جو فارسی زبان کا ذوق رکھتے ہیں اور اسے سمجھتے بھی ہیں، اس لیے تلخیص میں اصل کلام کو نقل کرنے سے گریز کیا ہے، صرف اس کے ترجمے پر اکتفا کیا۔ البتہ اس کے شائقین کے لیے ایک مقام پر اسے بھی درج کر دیا ہے۔ آپ اسے پڑھئے، اللہ تبارک وتعالیٰ کے بے مثال ولی اور قطبیتِ کبریٰ پر فائز محبوبِ سبحانی قدس سرہ کا سچا عاشق ہونے کی سعی پیہم کیجیے پھر انعام واکرام اور فیوض و برکات کی موسلا دھار بارش دیکھئے، ہاں رضؔا بریلوی عاشقِ صادق ہوئے تو دنیا یہ کہنے پر مجبور ہوگئی۔

ع۔ احمد رضا کی شمع فروزاں ہے آج بھی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

چمن بندیاں

امام احمد رضا محدث بریلوی کے قصیدۂ اکسیر اعظم اور اس کی شرح مجیر معظم کی روشنی میں اصل تلخیص سے پہلے ان عبارات کو پڑھئے۔

محبوب کی ثنا خوانی کیسے کی جاتی ہے، اور اس کا محبّ و عاشق کس طرح ہوا جاتا ہے، اس کا جلوہ یہاں ملاحظہ کیجئے۔ اس کے ضمن میں حضور غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خوبیاں اور ان کی ثنا خوانی بھی ملاحظہ کیجئے۔

تم وہ محبوب ہو کہ تمہارے عاشق بہت ہیں۔ تم وہ معشوق ہو جس کے ہر گوشۂ دامن سے سیکڑوں جانیں بندھی ہوئی ہیں۔ سب تم پر فدا ہیں تمہارے عاشق اس قدر ہیں کہ دامن جھاڑتے ہو تو ہزاروں جانوں کی بارش ہوتی ہے۔

اے میرے محبوب! تم شگفتہ پھول ہو، تمہارے رخسار آئینہ ہیں اور لب شیریں سخن، اس لیے خوب نغمہ سرا ہوتے ہو۔ (یعنی آپ نہایت خوبصورت میٹھے کلام والے ہو)۔

تمہاری آنکھیں نرگس ہیں اور بدن پھول۔۔۔۔

(نرگس ایک قسم کا پھول۔ مجازاً محبوب کی مست آنکھ، نشیلی آنکھ)

تم وہ حسین ہو جس پر حسن کی جان ناز کرتی ہے۔

میرے کمسن و نوخیز غزال (کم عمر ہرن، محبوب) تم ویرانے کی طرف بھاگے جا رہے ہو، جہاں تمہاری جولانی ہوگی، وہ جگہ ہرگز ویرانہ نہ ہوگی۔

دل کے ویرانے میں تم پہنچے، سینہ ''حسن آباد'' ہوگیا۔

جل گیا، میں جل گیا، تمہارے حسن کے عشق کی آگ میں جل گیا۔

تمہارے حسن کی تپش کیسی شعلہ خیز ہے۔ تمہاری آتشِ حسن (حسن کی آگ) میری جان سے کھیلتی ہے۔

تم ایسے چاند ہو کہ تمہارا حسن ابھی بادل میں ہے تو یہ حال ہے، اگر کسی دن بادل ہٹے اور بے پردہ تمہاری درخشانی ہو تو کیا حال ہوگا۔

میرے چاند! چاند تو تمہارا غلام ہے۔ پھر چاند سے مشابہت کیسے ہو سکتی ہے، اس سے تشبیہ دینا کیوں کر درست ہوگا۔

میں نے بہت سارے باغوں کی سیر کی، تمہارے حسن و جمال، فضل و کمال اور مقامِ وصال جیسا کہیں نہ پایا۔ بلاشبہ تم بے مثال ہو۔ میں تمہاری یاد میں بہت روتا ہوں، اور میرا رونا بجا ہے، اس لیے کہ تمہارا چہرہ دیکھ لیا ہے۔

ذوق انگیز مدح وثنا کی طرف گریز

شمعِ جیلان حضور غوث اعظم کے نور کا پرتو جس پر پڑ جاتا ہے، اس میں روشنی اور حرارت دونوں قسم کے سامان جمع ہو جاتے ہیں۔

اے شمعِ جیلان! تم وہ بادشاہ ہو، جس کی پناہ میں حسن اور عشق دونوں آسودہ ہیں (دونوں آرام پاتے ہیں)، اے بادشاہ! (غوث اعظم) ذرا دونوں کو اشارہ فرمایئے کہ یہ مجھے بھی مل جائیں، کیونکہ ہمارا ماویٰ وملجا تم ہی ہو۔

حسن و جمال اور کمال وخوبی اس بادشاہِ شمعِ جیلان، غوثِ اعظم کا رنگ ہے۔اور عشق ومحبت اس کی بو ومہک ہے، دونوں اس کے رخِ انور پر نثار وقربان ہیں۔عشق نغمہ سرائی کرتا ہے اور کہتا ہے ''جاں توئی'' (اے غوثِ اعظم! تم جان ہو) اور حسن نغمہ زن ہے ''جاناں توئی'' (اے غوثِ اعظم! تم جاناں ومحبوب ہو)

حضور غوثِ اعظم بلبل ہیں، آپ نے خود قصیدۂ بائیہ میں فرمایا ہے ''انا بلبل الافراح''، میں فرحت ومسرت والا بلبل ہوں۔

قمری: فاختہ پرندہ کی ایک خوبصورت قسم ہے جسے سرو درخت کا عاشق کہتے ہیں۔بلبل کو پھول کا (گلِ سرخ کا) عاشق کہا جاتا ہے۔اب سوال یہ ہے کہ حضور غوثِ اعظم خود سرو ناز اور پھول ہیں یعنی محبوب ومعشوق ہیں تو قمری اور بلبل کیسے، جو محبّ و عاشق ہونے کو واضح کرتا ہے۔ جواب یہ ہے کہ حضور غوثِ اعظم اللہ تبارک وتعالیٰ کے محبّ بھی ہیں اور محبوب بھی، دونوں شان آپ کو ملی ہے۔اسی لیے عشق ان کے رخِ تاباں پر نثار ہوتے ہوئے نغمہ سرا ہوا کہ جان تم ہو اور حسن نغمہ

زن ہوا جاناں تم ہو (محبوب تم ہو)

حضور غوثِ اعظم بلبل و عاشق ہیں اور باغ و چمن میں سیر کرنے والے۔ یعنی وصلِ الٰہی پانے والے۔اور یہ واضح ہے کہ وصلِ الٰہی (یعنی اللہ تعالیٰ تک پہنچنا) عشق و محبت کے بغیر حاصل نہیں ہوتا۔ گویا عشق محبوب تک پہنچا تا ہے۔اس لیے عشق فخر کرتے ہوئے کہتا ہے کہ اے غوثِ اعظم میں نے تم کو عاشق بنایا اور محبوب (اللہ ورسول) تک پہنچایا، لیکن حسن اس سے آگے بڑھ کر کہتا ہے کہ حضور غوثِ اعظم صرف عاشق نہیں، بلکہ معشوق و محبوب بھی ہیں۔اس لیے کہ وہ حضور ﷺ کے اہل بیت جو محبوبین میں ہیں، کی شاخ ہیں، (یعنی حضور ﷺ اور ان کے اہل بیت کرام کے شہزادے ہیں) اس طرح یہ بھی محبوب ہوئے، بلفظِ دیگر۔ عشق کے جواب میں حسن ترقی کر کے یہ کہتا ہے کہ تم (اے غوثِ اعظم) صرف عاشق نہیں بلکہ خود محبوب بھی ہو، اور تمہارا قربِ خدا اور وصلِ الٰہی صرف عاشق کی وجہ سے نہیں بلکہ محبوبیت کی راہ سے بھی ہے۔

اسی لیے عاشقِ غوث الوریٰ امام احمد رضا قصیدۂ اکسیرِ اعظم کے ۲۱/ویں شعر میں فرماتے ہیں۔

عشق فخر کر رہا ہے کہ میں نے تم کو محبوب تک پہنچایا۔ حسن ترقی کر کے کہتا ہے، تم خود محبوبوں کی ایک شاخ ہو۔ (تو تم محبوب بھی ہوئے)۔

ابھی عشق و محبت اور حسن و خوبی کا مکالمہ ہی چل رہا ہے۔ عشق کہتا ہے کہ آقا (غوثِ اعظم) اٹھو چہرہ خاک پر رکھو۔ حسن بولا، عرش سے بھی آگے بڑھ جاؤ،

تم تو خدا کا جلوہ و پرتو ہو۔

عشق عاشق کو اس لیے چہرہ خاک پر رکھنے کو کہتا ہے، کہ عاشق جتنی تواضع و عاجزی کرے گا، اتنی ہی زیادہ رفعت و بلندی پائے گا۔ حدیث شریف میں ہے، ''مَنْ تَوَاضَعَ لِلّٰهِ رَفَعَهُ اللّٰهُ ''۔ جو اللہ کے لیے فروتنی کرتا ہے اللہ عزوجل اسے رفعت و بلندی بخشتا ہے۔ یہ مسلم ہے کہ جسے عشق و محبت کا کوئی حصہ عطا ہوتا ہے، وہ ضرور سجدہ کی طرف مائل ہوتا ہے اور فروتنی اور عاجزی کی زمین پر اپنی قیمتی پیشانی رکھتا ہے، خوب نمازیں پڑھتا ہے اور دیگر عبادات کرتا ہے۔ یہی بات محبوبیت کا سبب بن جاتی ہے۔ اسی لیے عشق نے کہا اٹھو اپنا چہرہ خاک پر رکھو، لیکن حسن نے کہا نہیں، صرف اتنا ہی نہیں تمہیں تو شدتِ محبوبیت حاصل ہے، تم تو قرب و وصل میں ترقی کر کے خدائے تعالیٰ کے پرتو اور جلوہ ہو چکے ہو لہٰذا اب عرش سے بھی آگے بڑھ جاؤ۔

حسن و عشق کی جامعیت کا بیان

حضور غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ ''سِرٌّ لَا یُدْرَکُ ''ہیں۔ یعنی سرِّ پنہاں ہیں، ایک پوشیدہ راز ہیں، ان کو سمجھنا مشکل ہے، اس لیے عاشق حیران رہتا ہے بلکہ یہ استدعا کرتا ہے کہ میری حیرت اور بڑھتی رہے۔ کیونکہ ایسے مقام پر حیرت، عینِ معرفت ہے، اللہ و رسول اور غوثِ اعظم کے بارے میں جتنی حیرت ہوگی اتنی ہی معرفت بڑھتی جائے گی۔ اسی لیے فرمایا گیا ہے کہ جس قدر باخبری زیادہ ہوگی، حیرت بھی زیادہ ہوگی۔ '' علم وادراک سے عاجزی، عین علم وادراک ہے ''

آپ اللہ کے رازوں میں سے ایک راز ہیں، اور راز کو سمجھنا آسان نہیں ہے، آپ نے خود فرمایا ہے، میں جہاں والوں کے کاموں سے ماورا ہوں، میں تمہاری عقلوں سے ماورا ہوں۔ اور یہ بھی فرمایا کہ ''میں ان میں سے ہوں، جن کو تم نہیں

جانتے‘‘۔(مجیر معظم ۱۱۹)

اسی لیے رضا بریلوی قدس سرہ قصیدہ اکسیر اعظم کے۲۳/ویں شعر میں آپ سے خطاب کرتے ہوئے یوں عرض کرتے ہیں۔

اے سرور!اے روح پرور! میں تمہارے معاملے میں حیران ہوں، میری حیرت میں اوراضافہ ہو،تم ایک پوشیدہ راز ہو۔

اب یہاں بھی دیکھتے چلیے کہ آپ کے اندر حسن وعشق کی جامعیت وامتزاج کتنا اچھوتے انداز میں ہے۔

شمع (موم بتی) کی خاصیت یہ ہے کہ وہ جلتی ہے تو اجالا وروشنی پھیلاتی ہے۔ ساتھ ہی ساتھ وہ پگھلتی بھی ہے اور اپنی ساق پر کھڑی بھی رہتی ہے۔

حضور غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عشق ومحبت الٰہی کا لازمہ یہ ہے کہ آپ شمع کی طرح جلتے ہیں، عبادتِ الٰہی خوب کرتے اور عشق کی آگ میں پگھل جاتے ہیں، رات کو عبادت کے لیے پاؤں پر کھڑے رہتے، دلِ بریاں (جلے دل) کے ساتھ گریاں ہوتے (روتے رہتے) یہ سب عشق کی پیداوار ہے۔

اور آپ کے حسن کا لازمہ یہ ہے کہ آپ وہ شمعِ ہدایت ہیں کہ ہدایت کا اجالا پیدا کرتے، بزمِ جہاں کو روشن کرتے، آپ کے اردگرد پروانوں کا ہجوم رہتا، کیونکہ جہاں شمع روشن ہوتی ہے پروانوں کا ہجوم ضرور رہتا ہے۔

اور شمع کی خصوصیت یہ بھی ہے کہ اس کا رخ ہر طرف یکساں رہتا ہے، وہ ہر جہت میں یکساں روشنی پہنچاتی ہے، یہی حال ہمارے ممدوح حضور غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہے کہ وہ ہر جہت سے شمعِ فروزاں ہیں۔

اسی لیے حسن وعشق کی جامعیت کے ساتھ آپ کی بارگاہ میں یہ سوغات پیش کی گئی۔

اے غوثِ اعظم! جلتے ہو، اجالا پھیلاتے ہو، پگھلتے ہو، روح کی محفل روشن کرتے ہو، رات کو پاؤں پر کھڑے رہ کر دلِ بریاں کے ساتھ گریاں رہتے ہو۔

تمہارے گرد پروانے ہیں، تمہارا رخ یکساں ہر طرف ہے، مجھ پر روشن ہوگیا کہ تم ہر جہت سے شمعِ فروزاں ہو۔

اے رضا بہت دیر ہوگئی، تمہید طول پکڑ گئی، اب حضور غوثِ اعظم کی مدح و ثنا کا مطلع شروع کرو۔ وہ کریم بادشاہ ہیں، وہ اپنے جود و کرم سے شکر (مٹھاس و چاشنی) بخشیں گے اگر تم طوطیٔ مدح خواں ثابت ہوئے۔

غوثِ اعظم کی مدح کا پہلا مطلع

پیروں کے پیر، میروں کے میر، اے شہِ جیلاں! آپ ہیں، قدسیوں (فرشتوں) کی جانوں کے لیے اُنس (محبت) اور انسانوں اور جنوں کے فریادرس آپ ہیں۔

سر آپ ہیں، سرور آپ ہیں، سر کے لیے سروسامان آپ ہیں، جاناں (محبوب) آپ ہیں، اور اس آفتاب کی چمک آپ ہیں۔

اگر آپ یہ کہیں کہ ''مَنْ رَأنِیْ فَقَدْ رَأَی الْحَقَّ'' (جس نے مجھے دیکھا اس نے حق (اللہ تعالیٰ کو دیکھا) تو بجا ہے، اس لیے کہ آپ طیبہ کے تابناک (چمک دار) آئینہ ہیں۔

بارک اللہ! (خدا مبارک فرمائے) لالہ زارِ مصطفیٰ کے نو بہار، کیا خوب رنگ ہے، باغِ رضواں کا رنگ آپ ہیں، (حضرت مصطفیٰ ﷺ کے باغ کی نو بہار (نئی بہار)

آپ ہیں، آپ کا کس قدر اچھا رنگ ہے، آپ باغِ رضواں یعنی جنت کے رنگ ہیں، یعنی جنت کی رنگینی وخوبصورتی آپ کے اندر ہے۔

آپ کے قد مبارک سے سرو اُبل رہا ہے، آپ کے رخ سے گلاب برس رہا ہے، آپ کتنے اچھے گلستاں اور کیا خوب باغِ سرو ہیں۔(سَرُوْ : درختِ سرو کا نیا پودا، جس سے محبوب کو اور محبوب کے قد وقامت کو تشبیہ دیتے ہیں)

وہ جو کہتے ہیں ''اولیا کو خدا کی طرف سے قدرت حاصل ہے، وہ آدھے راستے سے تیر کو لوٹا دیتے ہیں'' آپ وہی ہیں، (آپ ہی وہ ولیِ اعظم ہیں کہ خدائے تعالیٰ کی طرف سے آپ کو وہ قدرت واختیار ملا ہے کہ پھینکے ہوئے تیر کو راستے سے واپس کر دیتے ہیں، جبکہ یہ عادۃً محال ہے، ہاں عام لوگوں کے لیے تو یہ محال ہے، مگر آپ کے لیے یہ عادت ہے)

ہم آپ ہی سے مرتے، جیتے اور دائمی زندگی گزارتے ہیں، جان لینے والے، جان بخشنے والے، جان کی پرورش کرنے والے آپ ہی ہیں، ہاں آپ ہی ہیں۔ (مطلب یہ ہے کہ فَنَا فِی اللّٰہِ وَ بَقَا بِاللّٰہِ، ترقیِ حیات ودرجات، لگاتار حصولِ برکات اور دائمی زندگی آپ کے فیض سے حاصل ہوتے ہیں۔

جان کی قیمت لقائے محبوب ہے، میں نے جان جیسی گراں وقیمتی چیز کو آپ سے فروخت کیا، تو آپ جیسی جان کو اپنی آغوش میں پایا تو ہم کس قدر گراں (مہنگے) ہیں اور آپ کیسے ارزاں (سستا)۔

عالمِ اُمّی (نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم) نے آپ کو عجیب تعلیم دی ہے۔آپ کو بے شمار علوم عطا ہوئے۔آپ کے علوم پر حیرت وآفریں۔آپ پوشیدہ چیز اور غائب کو جاننے والے ہیں۔

حضور غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ترقیوں کا ذکر

اے جان و دل کے قبلہ (حضور غوثِ اعظم!) آپ آب و گل (پانی و مٹی) میں آلودہ ہونے سے پاک ہیں۔قصرِ خاص (خاص محل) سے اوپر رختِ سفر لے جانے والے (یعنی سفر کرنے والے اور سامانِ سفر لے جانے والے) آپ ہیں (پاک حضرات آب و گل سے ہیں، آب و گل میں نہیں، آلودگی جاتی رہی، غوثیت آگئی۔اَجْسَادُنَا اَرْوَاحُنَا (ہمارے اجسام ہماری روحیں ہیں)

میرے شہسوار! (غوثِ اعظم) آپ کی تیز روی (تیز رفتاری) عجیب ہے۔آپ پہلے ہی قدم میں زمین و آسمان سے صاف باہر نکل گئے، مگر دوسرے اولیا کو یہ شرف حاصل نہ ہوا۔

اگر پر و پرواز بخشا ہوا کوئی آدمی عرش سے بھی اوپر گیا ہے تو وہ قوی پر والا بازِ اشہب، صاحبِ پرواز آپ ہیں۔

برسوں گزر گئے بہت سے سالکوں کا گھوڑا ابھی زیرِ مہمیز ہے، وہ سالکین اپنے گھوڑوں کو ایڑ لگا رہے ہیں، ابھی سرحدِ امکان پر نہیں پہنچے، مگر آپ ہیں کہ ادھر لگام ہاتھ میں لی کہ ادھر سرحدِ امکان پر پہنچ گئے۔یعنی اپنی ذات سے فانی اور حق کے ساتھ باقی ہو گئے)

حضور غوثِ اعظم رازِ نا معلوم ہیں

آپ کی یہ شکل کیسے؟ آپ تو ایک سایۂ برتر ہیں، مگر مخلوق کے انداز کی

ایک صورت اختیار کر لی ہے۔

یا شاید آئینۂ غیب نے اس طرف رخ کیا، اس میں مخلوق کا عکس جوش زن ہے، اس لیے دیکھنے میں آپ ان ہی کی طرح لگتے ہیں۔

یا آپ ایک الگ نوع ہیں۔ مگر وہ نوع بھی بشر ہی کے نام سے موسوم کر دی گئی ہے اور آپ اسی معروف نوعِ انسانی سے ہیں تو اس نوع انسان پر تعالیٰ اللہ (برتر ہے خدا) یعنی بڑا تعجب ہے۔

آپ جامعِ کمالاتِ ظاہر و باطن ہیں

آپ ظاہری و باطنی کمالات کے جامع ہیں، شریعت آپ کے چہرے سے برستی ہے، اور معرفت آپ کے پہلو سے چمکتی ہے۔ آپ اس گل (پھول) کی بہار بھی ہیں اور اس بارش کا ابر (بادل) بھی (یعنی آپ گلستانِ معرفت کی بہار اور بارانِ شریعت کا ابر دونوں ہیں۔ یہاں شریعت کی مناسبت بارش سے ہے، جو آسمان سے آتی ہے اور حیات بخش ہوتی ہے۔ اور معرفت و عرفان کی مناسبت پھول سے ہے، جو بارش سے اگتا اور اس کا ثمرہ ہوتا ہے)

اپنے رخ سے پردہ ہٹاؤ اے چاند! (یا غوثِ اعظم) اس لیے کہ آپ دینِ اسلام کی شرح ہیں، چہرہ چھپاؤ اے محبوب! اس لیے کہ آپ باطنِ قرآن کا رازِ نہاں ہو، پوشیدہ راز ہو۔ (قرآن کریم کے سات بطن ہیں، ہر ایک دوسرے سے زیادہ نازک اور باریک ہے۔ علمِ ظاہر کی رسائی بس پہلے درجہ تک ہے، اس میں بھی بہت عظیم تفاوت و فرق ہے۔ اور اولیائے کرام کی رسائی تین درجوں تک

ہے۔ان درجات سے آگے چار درجات اور ہیں، جہاں عالم درماندہ و عاجز ہے، اور علوم گم ہیں بجز علمِ خدا اور رسول (عزوجل ﷺ) اور ''وَيَخْلُقُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ'' (اور اللہ وہ چیزیں پیدا فرمائے گا جنہیں تم نہیں جانتے) میں جو پوشیدہ راز ہے، اسی سے ہمارے غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں ،جیسا کہ مجیر معظم میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ نے فرمایا ہے، بہجۃ الاسرار میں ہے کہ سیدنا غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا، کہ اللہ تبارک وتعالیٰ اپنی کتاب مجید میں ارشاد فرمایا ہے، ''وَيَخْلُقُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ'' (اور اللہ وہ چیزیں پیدا فرمائے گا جنہیں تم نہیں جانتے) ''وَاَنَا مِمَّا لَا تَعْلَمُوْنَ'' اور میں ان ہی چیزوں میں سے ہوں جنہیں تم نہیں جانتے۔

اے غوثِ اعظم ! آپ قطبِ جنوب بھی ہیں اور قطبِ شمال بھی، آپ قطب الاولیا اور قطب الوریٰ ہیں، بلکہ سارے عالم کے قطب اور جہانِ معرفت کے محیط ہیں۔آپ نے خود فرمایا ہے کہ انسانوں کے پیر ہوتے ہیں، جنوں کے پیر ہوتے ہیں، فرشتوں کے پیر ہوتے ہیں اور میں سب کا پیر ہوں۔ ''اَنَا شَيْخُ الْكُلِّ''۔ مزید آگے فرماتے ہیں: میرے اور ساری مخلوق کے مشائخ کے درمیان آسمان وزمین کا فاصلہ ہے۔ مجھے کسی پر قیاس نہ کرو، اور میری طرف کسی کی نسبت نہ دو''۔تو جو مشائخ آسمان کا بھی آسمان ہوگا، یقیناً عرشِ اعظم اور محیطِ عالمِ ولایت و معرفت ہوگا۔

ثابت ستارے سب فلکِ بروج میں مانے گئے ہیں۔اور سات سیارے

نیچے کے سات افلاک میں مانے گئے ہیں۔تو کل آٹھ افلاک ہوئے۔جو فلکِ اطلس کے نیچے ہیں،اور فلک اطلس آٹھوں سے اوپر ہے۔فلکِ اطلس کو محیطِ عالم بھی کہتے ہیں جو ستاروں سے یکسر خالی ہے جیسا کہ اہلِ علمِ ہیئت نے بیان کیا۔

اولیا کا دو طبقہ ہے،اہل تمکین اور اہلِ تلوین،اہلِ تمکین وہ اولیا جو صاحبانِ استقامت ہیں،گردش میں نہیں،اور اہلِ تکوین وہ حضرات ہیں جو ایک حال سے دوسرے حال میں گردش کرتے رہتے ہیں۔اہلِ تلوین ثابت ستاروں کی طرح ہیں،جس طرح ثوابت اپنی جگہ رہتے ہیں،اسی طرح اہلِ تمکین صاحبِ استقامت ہیں،گردش سے محفوظ ہیں۔

اور اہلِ تلوین آسمانوں کے سیاروں کی طرح ہیں،جس طرح سیارے گردش کرتے رہتے ہیں اسی طرح اہلِ تلوین گردش میں ہیں،اور ہمارے غوثِ اعظم فلکِ اطلس،محیطِ عالم اور عرشِ اعظم ہیں،جہاں ستاروں اور سیاروں کا گزر نہیں۔اور حضور غوثِ اعظم اہلِ تمکین واہلِ تلوین دونوں گروہِ اولیا کے بادشاہ ہیں ،یہ دونوں گروہ آپ کے ماتحت ہیں،اسی لیے ''اکسیر اعظم'' میں مجدد اعظم سیدنا امام احمد رضا قدس سرہ عرض کناں ہیں۔

''ثابت وسیارہ دونوں آپ کے اندر ہیں اور آپ عرشِ اعظم ہیں۔آپ اہلِ تمکین،اہلِ تلوین دونوں کے بادشاہ ہیں''۔

آپ نبی اکرم اور دیگر انبیائے کرام اور ان کے خلفا کے وارث ہیں

مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اعلیٰ مرتبہ والے سلطان ہیں اور آپ ان کی سرکار میں قدرو

منزلت والے، اونچی شان والے، بالا دست ناظم ہیں۔

سلطان و بادشاہ ہونے کی حیثیت سے امر و نہی کا اختیار حق تعالیٰ نے حضرت مصطفیٰ ﷺ کو دیا ہے۔ یا غوثِ اعظم! ان کے زیرِ تخت کرسیِ دیوان (کرسیِ محاسبہ) پر آپ ہیں۔

دورِ آخر میں آپ کی نشو ونما حضرتِ ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قلب پر ہوئی، اور دورِ اول میں آپ حضرت موسیٰ بن عمران علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہم نشیں رہے۔

یا غوثِ اعظم! آپ رفق ونرمی اور مہربانی کے دسترخوان کے خلیل ہیں۔ محبتِ خدا اور عشقِ رسول (عز وجل ﷺ) کی تلوار کے ذبیح بھی۔ مسافروں کی کشتی کے نوح، اور گمراہوں کے خضر بھی ہیں یعنی حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے رفق ونرمی اور شفقت و مہربانی کے عکس جمیل ہین۔ حضرت اسماعیل ذبیح اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اللہ تعالیٰ کی راہ میں ذبح ہونے کے لیے خود کو پیش کر دیا اور ذبیح کا لقب پایا، اے غوثِ اعظم! آپ ان کے مظہر اور ذبیحِ عشق ہیں۔

حضرت نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام کو طوفان کے وقت کشتی ملی، جس میں وہ اور ان کے ہمراہیوں نے سوار ہوکر نجات پائی، اے غوثِ اعظم! آپ مسافروں کی کشتی کے نوح ہیں یعنی مسلمانوں کو اس پار سے اس پار تک پہنچا کر ان کی ضرورت پوری کرنے والے اور ان کی پریشانی دور فرمانے والے ہیں۔ حضرت

خضر علیہ السلام آج بھی زندہ ہیں اور گم گشتگانِ راہ (جوراستہ بھول گئے) کوراستہ دکھاتے ہیں، اسی لیے اب خضر کا معنی یہ بھی ہوگیا کہ گمراہوں کوراستہ دکھانے والا، تواے ہمارے غوثِ اعظم! گمراہوں کوراستہ دکھانے والے، راہِ راست پرلانے والے خضر آپ ہیں۔

واضح رہے کہ ان اسمائے گرامی اور درج ذیل اسمائے گرامی سے انبیائے کرام علیھم الصلوٰۃ والسلام کی ذاتیں مرادنہیں ہیں، بلکہ یہ ایسے ہی ہے جیسے حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت جریر بن عبد اللہ بجلی رضی اللہ تعالیٰ کے بارے میں فرمایا''یوسف هذه الامة''(کہ وہ اس امت کے یوسف ہیں)۔

اے غوثِ اعظم! آپ رتبہ کی بلندی میں طورِ جلال کے موسیٰ، فضل وکمال کے لحاظ سے آسمانِ کمال کے عیسیٰ، جمال وخوبصورتی کے لحاظ سے یوسف اور صبر و شکیب کے لحاظ سے شہرِ صبر کے ایوب ہیں، یعنی جلال و جمال، حسن وخوبصورتی، فضل وکمال اور صبر وتحمل کے لحاظ سے آپ ان برگزیدہ بندگانِ خدا کے مظہر اتم ہیں۔

سر پر تاجِ صدیقی لیے دنیا کو سنوارنے والے بادشاہ اور ہاتھ میں فاروقی تلوار لیے جہاں میں انصاف کرنے والے حاکم آپ ہیں۔

آپ جان وتن کے دونور بھی رکھتے ہیں۔تلوار اور جھنڈا بھی۔اس لیے آپ ذوالنورین بھی ہیں اور حیدر دوراں بھی، یعنی آپ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ایسے آئینہ ومظہر ہیں کہ سر پر تاجِ صدیقی رکھنے والے بادشاہ ہیں، حضرت عمر اپنے جلال کے ساتھ دشمنانِ دین کو مٹانے کے لیے ہمیشہ اپنے ہاتھ

میں تلوار رکھتے تھے، آپ ان کے مظہر ہیں، اس لیے اپنے ہاتھ میں فاروقی تلوار لے کر انصاف کرتے ہیں۔ آپ حضرت ذوالنورین عثمانِ غنی کے مظہر ہونے کی حیثیت سے جسم و جان کے لیے دونور رکھتے ہیں، اس لیے آپ ذوالنورین ہیں۔ ساتھ ہی ساتھ اپنی شجاعت و بہادری کے اظہار کے لیے وقت کے حیدر کرار صاحبِ ذوالفقار بھی ہیں۔

حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی دیگر اولیا سے افضلیت

حضراتِ اولیائے کرام سے آپ افضل و اعلیٰ ہیں، اس لیے کہ اور اولیا کے پاس اگر موتی ہے تو آپ موتیوں کے معدن (سمندر) ہیں۔ اور اگر ان کے ہاتھ میں کوئی سونا دیا گیا ہے، تو سونے کی کان آپ ہیں۔

اے غوثِ اعظم اہلِ وصل اولیائے کرام کو مقامِ قرب میں فضلِ الٰہی سے ایک شان عطا ہوئی ہے، ان کو اس شان سے شوکت حاصل ہوئی، مگر ان کی شان کی شان تو آپ ہی ہیں۔

صاحبِ معرفت اولیائے کرام کا وصل و قرب اور عرفان و معرفت کے لحاظ سے محل جتنا ہی بلند ہے، وہ اتنا ہی زیادہ آپ کا حاجت مند ہے، آپ اس محل کے نہ صرف معمار اور بانی مبانی ہیں، بلکہ اس عمارت کی بنیاد بھی آپ ہی ہیں۔

اور اولیائے کرام سے آپ کی افضلیت کا عالم یہ ہے کہ آپ نے فرمایا کہ میرا یہ قدم سارے اولیائے جہاں کی گردن پر ہے، آپ نے یہ حق فرمایا اور آپ ہی کو یہ فرمانے کا حق بھی ہے۔

اور بعض لوگوں نے جو آپ کے اس فرمان میں تخصیص کی اور کہا ہے کہ ہر ولی اللہ کی گردن پر حضور غوثِ اعظم کا قدم ہے، اس سے مراد صرف حضور غوثِ اعظم کے زمانے کے اولیا مراد ہیں کہ صرف ان ہی کی گردن پر حضور غوثِ اعظم کا قدم ہے، یا مشائخِ بغداد مراد ہیں یا جس مجلس میں حضور غوثِ اعظم نے یہ اعلان کیا صرف اسی مجلس کے حاضرین مراد ہیں۔ یہ سب استثنا و تخصیص بے جا ہیں اور ان تخصیصات کی بہتان سے آپ پاک ہیں۔ جنھوں نے ایسا کہا یا تو لغزش کے سبب کہا یا گمراہی میں پھنسنے کے سبب کہا۔

اے میرے غوثِ اعظم! اللہ تبارک و تعالیٰ نے آپ کو وہ بلند رتبہ عطا فرمایا ہے کہ جب آپ نے اپنی مجلسِ وعظ میں اپنے منبر سے یہ اعلان فرمایا، ''قدمی هٰذه علیٰ رقبة کل ولی الله'' (میرا یہ قدم اللہ کے تمام ولیوں کی گردن پر ہے) تو ہندوستان کے خواجہ، وہ زُحل کا بلند مقام رکھنے والے بادشاہ نے آپ کے قدم کے لیے ''بل علیٰ عینی وراسی'' (بلکہ میری آنکھوں اور میرے سر پر آپ کا قدم ہے) کہا، ایسے عظیم بادشاہ آپ ہیں۔

خواجۂ ہند سے یہاں مراد حضرت خواجہ غریب نواز سیدنا معین الحق والدین چشتی اجمیری رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ یہاں رضا بریلوی قدس سرہ العلی نے جہاں حضور غوثِ اعظم شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ کی مدح وستائش انوکھے انداز میں کی ہے، وہیں عطائے رسول حضرت خواجہ غریب نواز قدس سرہ کی کئی اعتبار سے تعریف کی ہے، ایک تو یہ کہ حضرت خواجہ بھی ان سعادت مندوں میں

ہیں جنہوں نے حضور غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لیے گردن جھکائی، اور آپ کے قدم کے لیے اپنی آنکھوں اور سر کو پیش فرمایا۔ دوسرے یہ کہ حضور عطائے رسول کو خواجہ سے یاد کیا، جس کے معنی ''آقا و مولیٰ'' ہے۔ تیسرے یہ کہ جنابِ بادشاہ سے یاد کیا ہے۔ چوتھے یہ کہ ''کیواں جناب'' سے تشبیہ دی ہے، کیواں ساتویں آسمان کے ستارہ زحل کو کہتے ہیں جو نہایت بلندی پر ہے، خوش قسمتی سے ہندوستان زحل ستارہ کے حصے میں آتا ہے۔اس کا معنی یہ ہوا کہ حضرت خواجہ غریب نواز زحل ستارہ کے مانند بلند رتبہ ہیں۔ بلند رتبہ بادشاہ ہیں۔

رجال الغیب (اولیائے کرام کی ایک قسم) کے بدن میں آپ اپنے وعظ سے آگ لگاتے ہیں اور آپ ایسی بارشِ بہار ہیں کہ اس آگ کو بجھا بھی دیتے ہیں۔

آپ کا ایک مرید بیت المقدس سے صرف ایک قدم میں آپ کی مجلسِ بغداد میں پہنچ گیا۔وہ آپ سے رہنمائی کا طالب ہوا تاکہ آپ اس کی یہ حاجت پوری کریں کہ محبتِ الٰہی کی راہ بتائیں اور صرف ایک قدم میں آنے کے سبب انہیں نقصان پہنچ سکتا تھا، اس لیے آپ انہیں نقصان سے بچائیں۔اسی لیے رضؔا بریلوی قدس سرہ ''اکسیر اعظم'' کے ۶۲/ویں شعر میں فرماتے ہیں،

جس کے لیے بیت المقدس سے آپ کے دروازے تک ایک قدم ہے، وہ آپ سے ہدایت و رہنمائی کا طالب ہے، اور اسے نقصان سے نجات دلانے والے آپ ہیں۔

بارگاہِ قدس کے سالکین اولیائے کرام میں سے ایک عبد الرحمٰن طفسونجی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ہیں، انہوں نے ایک بار کہا کہ میں چالیس سال سے بابِ قدرت و ولایت کے درکات (زیریں حصوں) میں رہتا ہوں مگر وہاں شیخ عبد القادر جیلانی کو نہیں دیکھتا ہوں، آخر کیا بات ہے؟ اس پر حضور غوثِ اعظم نے یہ جواب بھیجا کہ تم درکات میں ہو، جو درکات میں ہو وہ اسے کیسے دیکھے گا جو بارگاہ میں ہے۔ اور جو بارگاہ میں ہو وہ اسے کیسے دیکھے گا جو ''مخدع'' (گنجینۂ راز) میں ہے۔ حضرتِ عبد الرحمٰن طفسونجی کو حضور غوثِ اعظم نے ہی ولایت کی سبز خلعت عطا کی تھی، جس پر '' قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ '' لکھا ہوا تھا، اس طرح انہیں نواز کر صاحبِ اعزاز بنا دیا تھا، اسے رضاؔ بریلوی نے یوں بیان کیا ہے،

بارگاہِ قدس کے سالکین اگر آپ کو وہاں نہ دیکھیں تو یہ ہوسکتا ہے، اس لیے کہ آپ خاص حجرۂ قدس میں ہیں، میدان میں نہیں ہیں۔

'' قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ '' کے نقش و نگار والی سبز خلعت اُس صاحبِ اعزاز کو کس نے عطا کی اگر محل میں آپ نہ تھے؟ ضرور آپ نے ہی عطا کی تھی۔

حضور غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ بہت سے اپنے مشائخ کرام سے بھی افضل ہیں

لوگوں میں یہ مشہور اور زبان زد ہے کہ چاند سورج سے روشنی لیتا ہے، بلفظِ دیگر چاند بذاتِ خود روشن نہیں، آفتاب اپنی کرنیں اس پر ڈالتا ہے تب وہ روشن ہوتا ہے، اسی طرح حضور غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پیرانِ عظام

آفتابِ نور و ہدایت ہیں، اور آپ ماہِ تاباں (روشن چاند)، ان آفتابوں نے آپ پر القائے نور فرمایا (آپ پر نور ڈالا) تو آپ روشن ہوئے۔ لہٰذا یہ کہا جا سکتا ہے کہ ''آپ کے مشائخ کرام القائے نور کی وجہ سے آفتاب ہیں اور آپ ماہِ تاباں ہیں'' اس سے سمجھ میں آتا ہے کہ جس طرح آسمان کے آفتاب کو چاند پر فضیلت ہے، اسی طرح ہمارے چاند حضور غوثِ اعظم پر ان کے مشائخ کرام جنہوں نے مثلِ آفتاب ان پر القائے نور فرمایا، فضیلت رکھتے ہیں، مگر اس اعتبار سے دیکھا جائے کہ آفتاب کی سیر ایک مستقر پر رہتی ہے۔ وہ اپنی ایک قرارگاہ کے لیے چلتا ہے، اپنے اس مستقر سے آگے نہیں بڑھ سکتا، لیکن چاند کو ترقیِ منازل عطا ہوئی ہے، وہ بڑھتا ہی رہتا ہے، اور یہ بھی حق ہے کہ سورج کے لیے مناسب نہیں کہ چاند کو پا سکے ، اسی طرح بہت سے مشائخ کرام کی سیر و رفتار ایک مستقر پر تھی، ترقی پر نہ رہی، مگر آپ اے حضور غوثِ اعظم! ہمیشہ ترقی پر ہیں، آپ ولایت و معرفت کے ایسے چاند ہیں جس کے انوار و تجلیات بڑھتے اور پھیلتے ہی جا رہے ہیں، اور یہ بھی کیا شان ہے کہ آسمان کا چاند چودھویں قمری تاریخ کے بعد ترقی سے تنزلی کی طرف منتقل ہونے لگتا ہے لیکن ہمارے مہر تاباں (غوثِ اعظم) کو کبھی تنزلی نہیں بلکہ ہر لمحہ ولایت و معرفت کی سیر میں ترقی ہی ترقی ہے۔ آسمان کے چاند کی ترقی کے بعد تنزلی کا عالم یہ ہے کہ وہ گھٹتے گھٹتے اتنا باریک ہو جاتا ہے جیسے کھجور کی پرانی خشک ڈالی، مگر ہمارا چمکتا چاند (حضور غوثِ اعظم) گھٹنے سے پاک ہیں، پرانی ٹہنی کی صورت میں ہونے سے پاک ہیں۔ ہمارے اس چاند کو کوئی آفتاب نہیں پا سکتا

کوئی آپ کے درجہ تک نہیں پہنچ سکتا۔اسی لیے عرض کیا گیا: ''میرے چاند (غوثِ اعظم) کو پا لینا آفتاب کے شایان نہیں، خصوصاً جبکہ آپ ''پرانی ٹہنی کی صورت میں ہونے'' سے مطمئن ہیں''۔

''آپ کی ترقی پر بری نظر رکھنے والے اندھے ہو جائیں۔اے میرے آقا! آپ بہت ترقی میں ہیں۔کیونکہ پرسوں ہلال تھے، کل قمر ہوئے، آج بدر، بلکہ اس سے بھی بہتر ہیں''

واضح رہے کہ چاند تین رات تک ''ہلال'' کہلاتا ہے۔اس کے بعد آخرِ ماہ تک ''قمر'' اور چودھویں رات کا چاند ''بدر'' کے نام سے مخصوص ہے۔

حضور غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عیش و زندگی کا بیان

حضور غوثِ اعظم صرف محبِ خدا نہیں، محبوبِ خدا ہیں۔محبین مشقت میں ہوتے، بہت سارے امتحانات سے گزرتے ہیں، لیکن محبوب کی شان الگ ہوتی ہے، اسی لیے اور اصفیا، اولیا مشقت میں ہیں اور اے میرے غوثِ اعظم، ولیِ اعظم، محبوبِ ربِّ اکبر! آپ شاہانہ زندگی گزارتے ہیں۔آپ کو یہ شاہانہ کروفر مبارک ہو، آپ بلاشبہ ہر سامانِ راحت کے لائق ہیں۔اس لیے کہ آپ رب کے محبوب اور اپنے نانا جان کے پیارے ہیں۔

بلبل گلِ سرخ کا عاشق ہوتا ہے، اس لیے اسے سوز و درد اور مشقت ہوتی ہے، اس کا سوز دن بہ دن بڑھتا ہی رہتا ہے۔گلِ رخ محبوب ہوتا ہے، اس لیے ان کے لیے ہمیشہ آرائش اور آسائش و آرام ہے، اسی لیے کہا گیا ہے کہ

بلبلوں کے لیے سوز مناسب ہے،ان کا سوز کم نہ ہو۔گل رخوں کے لیے آرائش زیبا ہے،اوراس گلستاں (باغ) کی رونق آپ ہیں (یاغوثِ اعظم)

آپ اچھا کھانے ،اچھا پینے ،اچھی زندگی والے ہیں اور دشمنوں کی آنکھ اندھی ہونے کا سبب بھی۔آپ سلطنتِ بدن کے بادشاہ اور ملکِ جان کے سلطان ہیں، اسی لیے مجاہدہ کی مدت گزرنے کے بعد کھانا لذیذ ونفیس تناول فرماتے اور قیمتی شاہانہ لباس پہنتے تھے۔

اے میرے آقا! جب آپ محبوبِ الٰہی ہیں،خوش خوراور خوش پوش بادشاہ ہیں تو مجھ جیسے غلاموں اور اپنے دوستوں کی حاجت برآری کریں ،مرادیں پوری کریں، میں آپ پر قربان ہوں ،حاسدوں کی نظر اندھی ہو،یقیناً آپ شان والے نوشاہ ہیں۔۔

اے میرے قاضی الحاجات ، حلاّل المشکلات ! میری کشتیِ حیات منجدھار میں پھنسی ہے،آپ شان والے ناخدا ہیں، میں آپ کا مرید وغلام ہوں، جلدازجلد بیڑا پار لگایئے ،زمانہ دشمن ہوگیا ہے،صلح کلیوں نے آنکھ دکھانا چاہا ہے، آپ حاجت برآری فرمانے والے نوشاہ ہیں ،عزوم وقتّال ہیں ،میری حاجت برآری فرمایئے اور میرے سارے دشمنوں کو،سارے بدمذہبوں کوتباہ وبرباد کیجئے۔

جس طرح نئی عروس یعنی نئی دلہن بادشاہ کی حرم سرا (گھر) میں خوشی کی زندگی گزارتی ہے،خوش رہتی ہے۔اسی طرح امام احمد رضا اور گدائے قادری عابد حسین نوری مصباحی اور دیگر قادریوں کی عروسِ مسرت (خوشی کی دلہن) کا بھی عالم ہو۔

اے نئ عروسِ مسرت! خوشی کی زندگی گزار، خوش رہ، اس لیے کہ تو بحمد اللہ سلطانِ جہاں (حضور غوثِ اعظم) کی حرم سرا میں ہے۔

اے ہمارے سلطان! آپ نے اچھا کھایا، اچھا پیا، اچھا پہنا، عیش و آرام اور آسائش کی زندگی گزاری، خدا کی قسم! یہ سب آپ نے خود سے نہ کیا، اپنی مرضی سے نہ کیا، بلکہ اللہ تبارک وتعالیٰ کے حکم سے کیا، اس کی طرف سے ایسا ہی فرمان صادر ہوا، اور آپ اس فرمان کے تابع و متبع ہیں۔ بلا شبہ حق تعالیٰ نے فرمایا، اے عبد القادر! میرے حق کی قسم! تم کھاؤ، تو آپ نے کھایا، فرمایا: میرے حق کی قسم! پیو، تو آپ نے پیا۔ میرے حق کی قسم! کلام کرو، تو آپ نے کلام کیا۔

اے میرے غوثِ اعظم! آپ تو محی الدین (دین کو زندہ کرنے والے) ہیں رضا اور غلامانِ رضا کے مذہب میں آپ ہمارے دین بھی ہیں اور ایمان بھی۔

آپ باریکی و لطافت میں، علم و حکمت میں، ولایت و بزرگی میں، شہرت و مقبولیت میں اور اولیا کی صفات میں کسی کی تعریف کے محتاج نہیں ہیں، فلاں کی ستائش اور فلاں کی مدح خوانی سے آپ بے نیاز ہیں، کیونکہ فضلِ الٰہی سے آپ از خود بلند رتبہ صفاتِ کمالیہ سے متصف اور کافی مشہور و معروف ہیں۔

عرضِ حاجت کی تمہید

حضور غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سوانح حیات پر مشتمل کتابیں بہجۃ الاسرار شریف، تحفۂ قادریہ، قلائد الجواہر، اکسیرِ اعظم، مجیرِ معظم وغیرہ حاجت مندوں، پریشان حالوں اور بے نواؤں کے دلوں کی تسکین ہیں۔ حضور غوثِ اعظم

ناتواں فریادی کی فریاد پر کان رکھنے والے، اس کے نالۂ وفغاں کو سننے والے، اس کی حاجتیں برلانے والے اور مشکلات حل فرمانے والے ہیں۔

لہذا رضا بریلوی اور دیگر عاشقوں نے مذکورہ کتابیں لکھ کر آپ کے بے نواؤں کے لیے آپ کے ذکرِ حیات کا سامان کر دیا ہے، بلا شبہ ناتواں فریادیوں کے لیے فریاد پر کان رکھنے والی پکار آپ ہیں۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کریم وسخی ہیں، ان کے کرم وسخا کی کوئی انتہا نہیں۔ان کے شہزادے حضرت امام حسن وامام حسین ہیں، یہ بھی نہایت کریم ہیں۔

ان ہی کے شہزادہ ہیں حضور غوثِ اعظم، ان کے کرم وعطا بھی بے انتہا ہیں، بلکہ وہ سراپا عطا وبخشش ہیں۔لہذا ان کی عطا کی دوہائی دیتے ہوئے عرض کرتے ہیں۔

اے کریم ابنِ کریم کے فرزند (غوثِ اعظم) کی عطا وبخشش، تو میرے لیے کوئی تدبیر کر۔میرا ظرف معلوم ہے کہ وہ بہت چھوٹا ہے، اور تو بہت وسیع، بیحد فراواں، اور جوش زن ہے۔

میرے ظرف کا عالم یہ ہے کہ مانگنے اور لینے کے لیے میرے پاس صرف یہی دو ہاتھ ہیں۔اور ایک تنگ وکوتاہ دامن، کس سے لوں؟ کیسے لوں؟ اور کس میں رکھوں، جب کہ تو بہت بے پایاں وبے انتہا ہے۔اس لیے بے پایاں عطا وبخشش کو رکھنے کی میرے دو ہاتھ اور تنگ وکوتاہ دامن میں وسعت ہی نہیں۔ظرف بمعنی برتن۔

اے عطائے بے پایاں! جس وقت تو پر جوش ہو کر فیضان پر آ جائے تو نہ پہاڑ دامن دے گا، نہ بازار سے ہاتھ خریدا جائے گا۔

یعنی حضور غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عطا و بخشش ایسی بے انتہا ہے کہ جب جوش پر آئے تو پہاڑ کا دامن بھی تنگ پڑ جائے گا۔ اور اسے لینے کے لیے ہاتھ خریدنا تو متعسر ہے ہی۔

حضور غوثِ اعظم سے استمداد و استغاثہ

(ان سے مدد چاہنا اور فریاد کرنا)

ہم بروں سے آپ اپنا رخ نہ پھیریں کیونکہ آپ ہی ہماری بخشش کا سرمایہ ہیں۔ آپ اللہ تبارک وتعالیٰ کی رحمت کی نشانی ہیں۔ آپ رحمٰن (اللہ تعالیٰ) کا آئینہ ہیں۔ یعنی آپ کے سبب جود و عطا ملے گی، آپ کے وسیلے سے ہماری مغفرت و بخشش ہوگی، ہماری پونجی آپ ہی ہیں۔ آپ اللہ تبارک وتعالیٰ کی رحمت ہیں، رحمت کی نشانی ہیں۔ آپ رحمٰن کا آئینہ ہیں۔ کہ آپ کو دیکھنا، آپ کی طرف توجہ کرنا نہایت مہربان اللہ تعالیٰ کی طرف رسائی کا باعث ہے، اس کی رحمت کے مستحق ہونے کا سبب ہے۔

اے میرے آقا! جب آپ ہی سخی و داتا، میرے پیر و مرشد، اور عظیم بادشاہ ہیں تو میں دوسرے ولی کے در پہ کیوں جاؤں، آپ کے غلام کو غیرت و شرم آتی ہے کہ آپ کے در کو چھوڑ کر دوسرے کے دروازے پر جائے۔ اور اگر کسی طرح چلا بھی جائے تو یہی دیکھے گا کہ اس محل اور دروازے کے بادشاہ آپ ہی ہیں۔

کیونکہ آپ دریا وسمندر ہیں اور دیگر اولیائے کرام نہر ہیں اور یہ ظاہر ہے کہ نہر سے پانی لینے والا دراصل دریا ہی سے پانی لیتا ہے۔

سیدی شیخ عبد القادر جیلانی قدس سرہ غوثِ اعظم ہیں، غوثیت کبریٰ پہ فائز ہیں، اور تمام اولیائے کرام ان کے ماتحت ہیں۔

شیخ ابو البرکات قدس سرہ فرماتے تھے، حق تعالیٰ کا شیخ عبد القادر کے ساتھ عہد ہے کہ کوئی اس سیدُ الاولیا (غوثِ اعظم) کے اذن کے بغیر ظاہر و باطن میں تصرف نہ کرے گا۔ انہیں بعدِ انتقال بھی تصرفِ عام عطا فرمایا ہے، جیسے قبل رحلت تھا۔ (تحفۂ قادریہ ومجیر معظم ص ۱۶۱)

اے میرے مولیٰ غوثِ اعظم! میری سادہ لوحی (سادگی وسیدھا پن، بھولا پن) تو دیکھئے، آپ سے اپنے درد کی دوا طلب کر رہا ہوں، کہ آپ میری بیماری دور فرما دیجئے، جب کہ درد و بیماری آپ ہی سے ہے اور حکم الٰہی سے دوا وشفا بھی آپ ہی دیں گے۔ میرے آقا! درد کون اور دوا کہاں؟ درد بھی آپ ہی ہیں اور دوا بھی آپ ہی۔۔

یہ مفہوم اس شعر کے رنگ میں ہے، جو سعد الدین محمد حموی نے فرمایا: یہ سیدی نجم الدین کبریٰ قدس سرہما کے کبارِ اصحاب میں سے تھے، ان کا شعر یہ ہے،

اَنۡتَ سُقۡمِیۡ وَ صِحَّتِیۡ وَ شِفَائِیۡ وبِکَ الۡمَوۡتُ وَالۡحَیَاۃُ تَطِیۡبُ آپ ہی میری بیماری، میری صحت اور شفا ہیں۔ اور آپ ہی کے سبب موت وحیات دونوں خوش گوار ہیں)

اسلام کی اشاعت وتحفظ کے لیے استعانت واستمداد

اے میرے غوثِ اعظم! اپنے جدِّ کریم نبیِ اکرم ﷺ کا دین زندہ کیجئے کیونکہ آپ سیدِ ادیان دین اسلام کی حیات وزندگی ہیں، آپ کا نام نامی اسمِ گرامی محی الدین، محی الاسلام ہے، (دین کو زندہ کرنے والا)

یہ واقعہ معروف ومشہور اور کتبِ علما میں مذکور ومسطور ہے کہ حضرت نے ایک نحیف وناتواں بیمار کو زمین پر گرا ہوا دیکھا، اس نے استدعا کیا، حضرت نے اٹھایا، وہ تر وتازہ ہو کر اٹھا اور کہا (میں آپ کے جدِّ کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا لایا ہوا دین ہوں، آپ نے مجھے زندگی بخشی) آپ محی الدین ہیں۔ اس کے بعد لوگ ہجوم در ہجوم آتے اور محی الدین لقب سے آپ کو پکارتے ہوئے سلام کرتے۔

اے میرے غوث الوریٰ! کفار دینِ اسلام کی علانیہ اہانت (توہین) کر رہے ہیں، اے اہلِ اسلام کی آبرو! آپ کہاں روپوش ہیں۔ آپ جلد اپنا جلوہ دکھایئے اور اپنے بابا (جدِّ کریم) کے لائے ہوئے دینِ اسلام کو زندگی بخشیے۔

اے غوثِ اعظم! جب تک امام مہدی عالمِ ارواح سے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے تشریف لائیں آپ خود جلوہ گر ہیں، اس لیے کہ مسیحا کے کام اور مہدی کی شان رکھنے والے آپ خود ہیں۔

مسیحا کا کام ہے، بیماروں کو شفا دینا، مردے زندہ کرنا، کوڑھی اور سفید داغ والے کو ٹھیک کرنا۔ فضلِ مولیٰ تعالیٰ سے سب کام آپ کے سپرد ہے۔ حضرت امام مہدی کا کام رہے گا، لوگوں کو راہِ راست پر لانا، حکمِ الٰہی سے ابھی یہ کام آپ

کے سپرد ہے۔ بلاشبہ آپ امام مہدی کی شان رکھنے والے ہیں۔

ملت کی کشتیِ حیات پہاڑ جیسی موجوں میں پھنس گئی ہے، میرے آقا! میں آپ پر قربان! آپ جلد آیئے، اور کشتی کو موجوں سے نکالیے، بیڑا پار لگایئے، کیونکہ اس طوفان سے نکال کر ساحل پر پہنچانے والے نوح آپ ہیں۔

ہوا بہت تیز ہے، بادِ فتنہ موج پر موج گرا رہی ہے، اور موجیں فوج در فوج اٹھ رہی ہیں، غریبوں، بے وطنوں اور مصیبت زدگان کی مصیبت کی گھڑی میں آپ پہنچیے، اس لیے کہ ان کی کشتی کے ناخدا آپ ہی ہیں۔

غلام کی خود اپنے لیے استمداد واستعانت

آپ کی وجاہت و بزرگی اور عطا و بخشش کا دامن مجھ جیسے شخص کے لیے تنگ وکوتاہ ہو؟ ایسا نہیں ہوسکتا، اے عام جود وعطا والے بادشاہ! (غوثِ اعظم) آپ کا دامنِ وجاہت بہت وسیع ہے، آپ کا جود و بخشش بہت کشادہ ہے۔

اے میرے غوثِ اعظم! اگر میں نے اپنے نامۂ اعمال کے دفتر کو گناہوں سے سیاہ کرلیا ہے، پھر بھی آپ میری دستگیری فرمایئے اور میرے نامۂ اعمال کو اچھا کر دیجیے، چمکا دیجیے، بلکہ اپنے دفتر کو اور زیادہ سیاہ کرنے والے سیکڑوں ہزاروں کو بھی تھام لیجیے اور ان کے دفتر کو چمکا دیجیے کیونکہ چمکانے والے چاند آپ ہی ہیں۔

آپ نے خود فرمایا ہے کہ ’’اگر میرا مرید اچھا نہیں تو کیا ہوا، میں تو اچھا ہوں، اگر میرے مرید کا ستر مشرق میں کھل جائے اور میں مغرب میں ہوں تو ضرور

اس کی ستر پوشی کروں گا'' آپ نے یہ بھی فرمایا: ''قیامت تک ہونے والے میرے مریدوں میں اگر کسی کی سواری پھسلے تو میں اس کی دستگیری کروں گا، کئی حاضرینِ بارگاہ نے آپ کے تعلق سے فرمایا ہے کہ حضرت نے اس بات کی ضمانت لی ہے کہ ''تا روزِ قیامت جو اُن کا مرید ہوگا ہرگز بے توبہ نہ مرے گا''۔

اگر میں اپنے اعمالِ بد کے سبب ریزہ ریزہ ہوگیا، پھر بھی گم نہ ہوا، اس لیے کہ آپ خراب کو اچھا کرنے والے ہیں۔ آپ کے ہاتھ میں نگ مومیا ہو جاتا ہے، آپ پتھر چھوتے ہیں تو وہ موم ہو جاتا ہے، (پتھر بھی نرم ہو جاتا ہے)۔ اگر میں جل کر بھسم ہو گیا پھر بھی کم نہ ہوا اس لیے کہ آپ وہ چشمۂ حیات ہیں، جس سے زندگی ملتی ہے۔

آپ نے فرمایا: ''اے میرے مرید! شیدا، خوش حال اور بے خوف ہو کر نغمہ سرا ہو جا۔'' آپ کے اس فرمان کو سننے کے بعد میں خوش ہو کر رقص کرتا ہوں۔ اس لیے کہ میں اس وقت بڑا ہی کمینہ آدمی ہونگا جب آپ کا یہ فرمان عالی سن لیا اور شادو مسرور ہو کر رقص میں نہ آؤں۔

صالحین و ابرار گوہر و موتی ہیں اور آپ سمندر۔ ان گوہر کے دن اچھے، ان کا خوب بھلا ہوگا اگر دریا (غوثِ اعظم) نے اپنے دل میں جگہ دی، اپنے اندر رکھ لیا، اور اپنا محبوب و محترم بنا لیا، اور اے غوثِ اعظم! میں اگر چہ گوہر و موتی نہیں، صالحین و ابرار نہیں، تنکا ہوں اور آپ بحرِ اعظم (بڑا سمندر) ہیں اور یہ حقیقت ہے کہ تنکا ڈوبتا نہیں ہے۔ پانی کے اوپر رہتا ہے، لہذا میں ڈوبنے والا نہیں۔

حاصل یہ کہ اگر چہ میں گوہر کی طرح عزت نہیں رکھتا، مگر اس سے کم تر بھی نہیں ہوں، کیونکہ بحرِ اعظم حضور غوثِ اعظم کے لطف و کرم سے نجات پاؤں گا اور غرق ہونے سے محفوظ رہوں گا۔

قیامت کے دن حساب و کتاب کے وقت اگر آپ کی عنایت و دستگیری ہوتو میرے گناہوں کا پہاڑ بھی ہیچ ہے، سب گناہ مٹ جائیں گے، اور بیڑا پار ہو جائے گا۔ اور اگر آپ میرے میزانِ عمل پہ جلوہ فگن ہو جائیں تو میری معمولی نیکی بھی پہاڑ کا کام کرے گی، اور مجھے جنت مل جائے گی۔

نسبتِ غلامی پر فخر

ہندی احمد رضا ابن نقی علی ابن رضا علی، باپ دادا سے آپ کی غلامی میں ہے، اور آپ ہر عنوان سے واقف و آشنا ہیں، ہر ایک کا آپ کو پتہ ہے۔

میری ماں آپ کی کنیز و باندی ہے، اور میرے باپ آپ کے غلام، میں قدیمی خانہ زاد ہوں، میرے گھر بار کے آقا آپ ہیں۔ میں آپ کے دولت کدہ کا پرانا خادم اور پروردہ ہوں، فضلِ مولیٰ سے سب چیز کے مالک آپ ہی ہیں۔

میں نمک پروردہ ہوں، آپ کی عطیات و صدقات پر پلا ہوں، اور خدا کا احسان عظیم ہے کہ نمک خواروں کو شکر عطا فرمانے والے آپ ہیں، اور اپنے پالوں کا منھ میٹھا کرنے والے آپ ہی ہیں۔

کوئی اور غلام ہوگا جو اپنے آقا سے آزادی چاہتا ہے، میں وہ غلام ہوں کہ آزادی نہیں چاہتا، آپ کی غلامی ہی میری بادشاہی ہے، آپ کا غلام بنے

رہنے ہی میں میری بھلائی ہے، میری خوشی ہے، خوش قسمتی ہے کہ میں آپ کا غلام ہوں اور آپ کتنے اچھے آقا ہیں۔ پھر ایسے عمدہ آقا کو چھوڑ کر، آزادی لے کر در بدر کی ٹھوکریں اور جھڑکیاں کیوں کھاؤں۔

اسی طرح عابد حسین قادری نوری ابن مولانا محمد یونس ابن شیخ محمد ابراہیم مرحوم کہتا ہے کہ میں بھی باپ دادا سے آپ کی غلامی میں ہوں، اس نمک پروردہ اور خانہ زاد کو بھی شکر عطا کر کے منہ میٹھا کیجئے۔ یا غوثنا الاعظم!

سگانِ بابِ عالی کی جانب مدح خواں کا انتساب

غوثِ اعظم کے در کے کتوں کی طرف مدح خواں رضؔا بریلوی کا انتساب

اے غوثِ اعظم! آپ کریم داتا ہیں اور میں آپ کے در کا کتّا ہوں۔ آپ صاحبِ دستر خوان ہیں، اور آپ کے مہمان کوئی معمولی لوگ نہیں بلکہ ابرار و صالحین ہیں۔ بچا ہوا ٹکڑا اس سگ کو بھی مل جائے۔

سگ (کتّا) قوتِ بیان نہیں رکھتا، آخر کیسے مانگوں، مانگنے کا سلیقہ نہیں آتا، اور آپ کی سخاوت بیان کی پابند بھی نہیں ہے، آپ کو اپنے سگ کا مقصد معلوم ہے اور آپ اسے عطا کرنے پر قادر ہیں، لہٰذا میرا مقصد پورا کیجئے۔

اگر پتھر مار کر اپنے اس سگ کو بھگانا چاہیں تو آپ کو اختیار ہے، اس لیے کہ میرے جسم و جان کے مالک آپ ہی ہیں، اور اگر نعمتوں سے نوازیں تو آپ خدائے منّان کی نعمت و احسان ہیں، لہٰذا احسان فرمائیے۔ احسان فرمائیے آقا!

حکم فرمایئے کہ کوئی روٹی کا ٹکڑا آپ کے درباری حضرات میری جانب بھی ڈال دیں، میں اتنا ہی مانگ سکتا ہوں، سگ کا حوصلہ بس اتنا ہی ہے، مزید داد ودہش کی بارش کرنے والے آپ تو خود ہیں۔ کیونکہ کتّوں کی چاہت والی نظر روٹی کے ایک ٹکڑے سے بند ہو جاتی ہے، کہ وہی ان کی ہمت کی انتہا ہے۔ اور آپ کی نعمتیں اور عطائیں بے پایاں ہیں، ہر ایک دوسری سے بالا و بہتر۔

میں آپ کا سگ ہو کر آپ کی گلی سے باہر کہاں جاؤں جب کہ مجھے یقینی طور پر معلوم ہے کہ سگ (کتّے) کی روزی کا ذریعہ آپ ہی ہیں۔

آپ کا دروازہ ہمہ وقت کھلا ہوا ہے، آپ کے لنگر کا دستر خوان بچھا ہوا ہے، یہ کتّا بھوکا ہے، اور آپ کریم و داتا بادشاہ ہیں۔ آپ کے یہاں کوئی کمی نہیں، پھر مجھے باہر جانے کی بات کیا ہے؟ جب کے بلانے بھگانے کے مختار آپ ہیں۔

دور بیٹھا ہوں، زمین چومتا ہوں، گرتا ہوں، خوشامد کرتا ہوں، آنکھ تمہارے خیال میں بند کرتا ہوں اور جانتا ہوں کہ تم احسان فرمانے والے ہو۔

خدا ہی کے لیے عزت ہے، ہندی کتّا اور تمہاری گلی میں باریابی؟ یہ کیسے ہوگئی؟ ہاں اے محبوب! تم ان کے فرزند ہو، جو سارے جہانوں کے لیے رحمت ہیں (یعنی رحمۃ للعالمین، سیدنا رسول اللہ کے فرزندار جمند ہو)

تمہارے درِفیض پر تو ہر سگ کی یوں خاطر داری کرتے ہیں اور ان کو میٹھے الفاظ سے نوازا جاتا ہے کہ ''مرحبا، خوب خوب، آؤ بیٹھو، سگ نہیں، تم مہمان ہو۔

اس وقت مجھے اپنے اوپر افسوس ہوگا جب تو جلوہ فرمائے اور میرے ساتھ ''میں'' رہ جائے، مجھ سے تو میرا ''میں'' لے لے اور اس جگہ میرے دل میں ''تو ہی تو'' رکھ دے۔

یعنی تیری یاد میں ایسا گم ہو جاؤں کہ میں خود کو بھول جاؤں اور میرے دل میں صرف تو ہی تو رہے۔ یعنی میں فنافی الغوث کی منزل پر فائز ہو جاؤں۔

قادریت نے رضؔا کو باغِ خلد (جنت) مفت میں دے دیا، اسی لیے تو میں کہتا تھا کہ اے میرے آقا غوثِ اعظم! میرا سرمایۂ بخشش تو ہے۔

یا اللہ! عابد حسین قادری نوری کو بھی ایسی ہی قادریت عطا فرما جو سرمایۂ بخشش ہو اور باغِ خلد مفت میں مل جائے۔ اٰمین **بجاہِ سید المرسلین واٰلہ الطیبین واصحابہ الطاہرین وابنہ الکریم غوثنا الاعظم والمجدد الاعظم والمفتی الاعظم ۔**

اختتام ۲۸؍ربیع الجیلانی ۱۴۳۸ھ مطابق ۲۷؍جنوری ۲۰۱۷ء بروز جمعہ بوقت ۱۱؍بجے دن۔

اکسیر اعظم کی وجہِ تالیف خود امام احمد رضا کے قلم سے

قصیدۂ مقبولہ ''اکسیر اعظم'' اور اس کی شرح ''مجیر معظم'' کی وجہِ تالیف اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ نے خود مجیر معظم کے خطبے میں نہایت عمدہ طریقے پر بیان فرما دی ہے۔ آپ خطبہ اور اس کے بعد کی عبارتوں کا ترجمہ ملاحظہ کریں گے تو جہاں آپ کو رضؔا بریلوی کے تبحرِ علمی اور محبوبِ سبحانی حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کمالِ عشق و محبت کا پتہ ملے گا وہیں عطائے رسول، غریب نواز حضرت خواجہ معین الدین حسن سنجری اجمیری اور ان کے سلسلے کے عظیم ولی، محبوبِ الٰہی حضرت خواجہ نظام الدین اولیا رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے والہانہ عشق و محبت کا اظہار بھی ملے گا۔ نیز رضؔا بریلوی نے نہایت فراخ دلی کے ساتھ حضرت خواجہ غریب نواز قدس سرہ کی شانِ عظمت نشان کو اجاگر کیا اور خواب میں ان کی زیارت سے مشرف ہونے کا ایک واقعہ بھی بیان کیا ہے، ملاحظہ ہو:

امام احمد رضؔا بریلوی فرماتے ہیں:

''ساری حمد اللہ کے لیے جس کا شکر اکسیر اعظم (۱) اور جس کا ذکر مجیر معظم (۲) ہے۔ اور درود و سلام ہو ان پر جو قدرت و اقتدار والے رب کے

(۱) اللہ کا شکر اکسیر اعظم ہے، یعنی شکر الٰہی بجا لانا نہایت مفید سریع الاثر دوا اور نہایت فائدہ مند کیمیا ہے۔ (۲) اللہ کا ذکر مجیر معظم ہے، یعنی ذکر الٰہی بہت زیادہ پناہ دینے والا ہے ہر مصیبت سے، شیطان ملعون کے شر سے اور جہنم کے عذاب سے۔ قادری نوری۔

بندے اور اولین و آخرین کے فریاد رس ہیں، یعنی یہ نبی اکرم جو رب کی رحمت کے ساتھ بھیجے گئے ہیں ۔ اور ان کی آل ، اصحاب اور عارفینِ امت پر، خصوصاً ان پر (غوثِ اعظم پر درود و سلام ہو) جو اولیا میں اسی طرح ممتاز ہیں جیسے ان کے جدِّ کریم انبیا میں ۔ علیہ و علیہم التحیۃ و الثنا ۔ یا جیسے ابوبکر صدیق صحابہ میں، یا علی مرتضیٰ اہل قرابت میں ممتاز ہیں ۔ ان پر رضا و خوشنودی کا ابر باراں فگن ہو ۔

(غوث اعظم) بڑے شمشیر زن ، بہت قتل کرنے والے ، عطائیں برسانے والے، خطائیں چھپانے والے، مجد و بزرگی میں اپنے جدِّ اکرم (رسول اعظم) کے وارث ، اماموں کے امام ، نگاہوں کے مالک، مشکل کشا ، نافعِ امت، کائنات میں تصرف کرنے والے، چھپی چیزوں پر نظر رکھنے والے، دین و دنیا میں مریدوں پر نظر رکھنے والے ، دین و دنیا میں مریدوں کی حمایت فرمانے والے، دشمنوں تک کو اپنے احسانات سے نوازنے والے، عطا و منع والے، دینے اور چھیننے والے، بڑی کثرت سے نعمتیں دینے والے اور تکلیفیں روکنے والے، محتاجوں کا خزانہ، کمزوروں کی جائے پناہ، صاحبِ قضا کے اذن سے قضا کو رد کرنے والے، ماں باپ دونوں جانب سے شریف و کریم، دونوں شرف میں عظیم، شریعت و طریقت دونوں کا سنگم، اہلِ شریعت و طریقت دونوں فریقوں کا مرجع ، سنت کی حمایت فرمانے والے، فتنے مٹانے والے، انسانوں میں سر برآوردہ، سر برآوردہ حضرات کی آنکھوں کی پتلی، ایسے طالب جو مطلوب ہیں، ایسے محبّ جو محبوب ہیں عزت، کرامت، سیادت، قیادت، سبقت اور امامت والے، فنا کے صحن، بقا کی

زمین ،اُنس کی بارگاہ اور قدس کی درگاہ میں سیر و اقامت والے ،سلامتی کے رخِ تاباں،اسلام کو زندگی دینے والے،ہمارے ملاذ ،معاذ،غوث،غیث ،ملجا،ماویٰ اور آقا و مولیٰ ،فردِ صمدانی ،قطبِ ربانی ،ابو محمد عبد القادر حسنی حسینی جیلانی ۔اللہ ان سے راضی ہو اور انہیں ہم سے راضی رکھے اور ان کی رضا کو دارین میں ہماری مضبوط پناہ گاہ بنائے ۔اور درود و سلام ہو ہم پر ان حضرات کے ساتھ ان کے وسیلے سے اور ان کے سبب ،اے سب سے بڑھ کر رحم فرمانے والے ! قبول فرما،قبول فرما۔

اما بعد ۔گدائے سرکارِ غوثیہ،سگِ کوئے قادریہ عبد المصطفیٰ احمد رضا محمدی سنی حنفی قادری برکاتی بریلوی ۔اللہ اس کا حشر سگانِ مولیٰ میں فرمائے ۔عرض پرداز ہے کہ فقیر نے ماہِ مبارک ربیع الآخر ۱۳۰۲ھ میں سراپا طہارت ،حضور پر نور، صاحبِ فضلِ بلند،سلطان المشائخ،محبوبِ الٰہی علیہ[1] الرضوان الغیر المتناہی (ان پر رب کی بے پایاں رضا متوجہ ہو) کی زیارت کے قصد سے بریلی سے شدِّ رحال (سفر) کر کے بارگاہِ غیاث پور کی خاک بوسی کی ،تین دن بعد وہاں سے واپس آ کر شاہجہاں آباد، دہلی میں قیام کا عزم کیا،اس سے دو سال قبل میری داہنی آنکھ میں کثرتِ مطالعہ کے باعث کچھ ضعف آ گیا تھا،دل نے کہا آنکھ کی شفا و صفا کی

[1] اس سے قبل بھی رضاؔ بریلوی قدس سرہ کا بارگاہِ محبوبِ الٰہی ، دہلی میں ایک بار حاضر ہونا ثابت ہے جیسا کہ ’’ ذیل المدعا لاحسن الوعا ‘‘ وغیرہ میں مرقوم ہے۔اس طرح حضور خواجہ نظام الدین اولیا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بارگاہ اقدس میں آپ کا دو بار حاضر ہونا ثابت ہے۔

امید پر دوائے چشم کے لیے طبیبوں کے پاس رجوع کیا جا سکتا ہے، میں نے دل کا مشورہ قبول کیا، لیکن چالیس دن تک پہاڑ کھودا، سوکھی گھاس بھی ہاتھ نہ آئی (کوئی چوہیا بھی نہ ملی) سلطان المشائخ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فضلِ راسخ کی طرف توجہ کی، از راہِ محبت وشوق حضرت کی مدح میں چند اشعار لکھے۔

حضرت خواجہ کی زیارت:۔ رات کے وقت جب سر تکیے سے لگایا، نیند آ گئی، اب خواب مجھے کس دروازے سے اور کس بارگاہ میں لے گیا؟ (وہ سنیے) ایک رنگین جنت نشاں مقام ہے، جس کے جنوب میں مسجد ہے اور شمال میں ایک درگاہ ہے۔ بخت رسا کے ہمراہ جب وہاں پہنچا تو اس احاطے میں تین تربتیں نظر آئیں۔

قبلہ کی جانب حضرتِ کارساز، خواجہ غریب نواز، سلطان الہند، وارثِ نبی، قدس سرہ العلی کا مزارِ با امتیاز ہے، اس کے پیچھے ایک ہاتھ کے فاصلے پر ایک ایسے چاند کی منزل ہے، جس کی تابندگی سورج کی طرح ہے[۱] جیسے آفتاب اور وقت چاشت اور چاند جب سورج کے پیچھے آئے۔ یعنی درجات بخشنے والے صاحب برکات سیدنا شاہ برکت اللہ مارہروی۔ رَوَّحَ رُوْحَهُ الْمَلِكُ الْقَوِيُّ ۔ کا مخزنِ برکات مرقدِ مبارک ہے، اس کی پشت پر ایک اور قبر ہے جسے میں نہ پہچان سکا۔

---

(۱) حضرت خواجہ غریب نواز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مذکورہ الفاظ سے رضا بریلوی نے اچھوتے انداز میں ثنا خوانی کی ہے، جو تفصیل کا طالب ہو وہ گدائے قادری کی کاوش ''ثنائے حضرت خواجہ بزبان امام احمد رضا'' کا مطالعہ کرے۔

سرِ عقیدت کو قدم بنایا، جب پہنچنے کے قریب ہوا تو دیکھا کہ پہلے خواجۂ بزرگ کا مزار پاک ہے، میں پائنتا نے بیٹھ گیا۔ اب کیا دیکھتا ہوں کہ مرقد کا بالائی حصہ چاک ہوتا ہے اور حضرت خواجہ اس کے اوپر قبلہ رو آرام فرما ہیں، چشمِ مبارک کھلی ہوئی ہے، قوی، تناور، دراز قامت شخصیت ہے، رنگ سرخ ہے، ساتھ ہی ایک دبدبہ اور شوکت و دلیری بھی عیاں ہے۔ آنکھیں کشادہ، داڑھی کے بال سیاہ و سفید، عیب سے دور، محاسن سے بھرپور ذات مبارک ہے، بے خود ہو کر دوڑا اور اپنے آپ سے بڑھ گیا۔ وہ خاکِ پاک جو مزار کے چاک ہونے میں برآمد ہوئی تھی، چہرے اور آنکھ پر لگائی، پھر کیا تھا، اپنی خوش قسمتی پر ناز کرنے لگا، اور سورۂ کہف کی تلاوت شروع کر دی، دروازۂ مسجد کے پاس چند مجاور میری تلاوت پر ترش رو ہو گئے کہ نماز کا وقت ہے اور اس شخص نے تلاوت کا باب کھول دیا، میں نے اپنے دل میں کہا: سبحان اللہ! ایک بندہ ایک خواجہ کے سامنے قرآن کی تلاوت میں مصروف ہے، ان کے دل پر کیوں گراں ہو رہا ہے۔ اس خیال کا دل میں آنا تھا کہ حضرتِ خواجہ قدس اللہ سرہ کے لب اقدس پر تبسم کی شیرینی نمایاں ہوتی ہے۔ گویا مجھے اشارہ فرما رہے ہیں کہ انہیں چھوڑو، تم پڑھو اور خبردار! اے فقیر! ان کی بات کا کچھ خیال نہ کرنا، اس التفات کی حلاوت نے میرے دل سے ان ترش رویوں کے انکار کی تلخی مٹا دی۔

اب مجھے یاد نہیں کہ رَبَّنَا اٰتِنَا مِنۡ لَّدُنۡکَ رَحۡمَةً وَّهَيِّءۡ لَنَا مِنۡ

اَمۡرِنَا رَشَدًا ﴿۱﴾ (کہف۔آیت نمبر۱۰) تک پہنچا تھا۔یا۔یَنۡشُرۡ لَکُمۡ رَبُّکُمۡ مِنۡ رَّحۡمَتِہٖ وَیُھَیِّءۡ لَکُمۡ مِنۡ اَمۡرِکُمۡ مِّرۡفَقًا ﴿۲﴾ (کہف۔آیت نمبر۱۶) تک، کہ میری آنکھ کھل گئی اور وہ باب بند ہوگیا۔بحمد اللہ، ادھر یہ خواب دیکھا ادھر مرض میں نمایاں تخفیف ہوئی۔میں نے کہا: یہ اس پاک تربت کی خاک ملنے کی برکت ہے۔ اور حضرتِ خواجہ کی یہ بندہ نوازی حضرت محبوبِ الٰہی کی مدحت کی بدولت ہے۔

میرا دل جوش میں آیا اور صدا لگائی کہ اے شخص تو نے آنکھ سے دیکھ لیا اور آنکھوں پر آزما لیا، تو کوئی پتھر ہی ہوگا اگر اب بھی تیرے یقین میں اضافہ نہ ہو۔سن ادھر آ کہ اس سے اہم مدح کی طرح ڈالیں اور کوئے غوثیت کی خاک پر جان نثار کریں اس کے بعد یہ قصیدۂ مبارکہ، جسے جانِ برادر حسن رضا خاں حسنؔ، صین عن المحن (مصیبتوں سے محفوظ رہیں) نے نامِ تاریخی ''اکسیر اعظم'' (۱۳۰۲ھ) سے موسوم کیا، بہت کم وقت میں تیار ہوکر میرے لیے فرحت بخش ہوگیا۔درگاہِ بیکس پناہ ،قادریت جاہ۔علیہ رضوان اللہ۔سے حُسنِ قبول مطلوب اور متوقع ہے۔

ع۔ وَلِلۡاَرۡضِ مِنۡ کَاۡسِ الۡکِرَامِ نَصِیۡبُ ۔

ترجمہ:۔(کریموں کے جام سے زمین کو بھی کچھ حصہ مل ہی جاتا ہے)۔

---

(۱) ترجمۂ آیت:۔اے ہمارے ہمیں اپنے پاس سے رحمت دے اور ہمارے کام میں ہمارے لیے راہ یابی کے سامان کر (کہف آیت ۱۰)

(۲) ترجمۂ آیت:۔تمہارا رب تمہارے لیے اپنی رحمت پھیلا دے گا اور تمہارے کام میں آسانی کے سامان بنادے گا (کہف آیت ۱۶)

میرے بھائی! میں ہرزہ سرا نے کبھی شعر گوئی کا فن نہ سیکھا، نہ شاعری کا سرمایہ جمع کیا، نہ میں شعرا کا دمساز، نہ مشاعرہ باز، نہ یہ دماغ کہ اپنے کام چھوڑ کر ان سب میں لگوں، میں اس فن میں کسی کی شاگردی کا داغ بھی یکسر نہیں رکھتا، جو کچھ زبان پر آتا ہے، قلم کے حوالے کرتا ہوں، حاشا! زندگی بھر کبھی کوئی غزل نہ کہی، نہ پائے خیال کسی غزال کے پیچھے غزل خواں ہوکر چلا، ہاں کبھی کبھی محبوبانِ خدا کی مدحت کا شوق جلوہ فگن ہوتا ہے اور خدا جو چاہتا ہے بے زحمتِ فکر بندہ عرض کرتا ہے۔ پھر اسے جمع کرنے اور محفوظ رکھنے کی فکر نہیں ہوتی، بہت ایسا ہوتا ہے کہ متفرق اوراق پر لکھ ڈالتا ہوں یہاں تک کہ عربی فارسی، اور اردو منظومات کی چار بیاضیں گم کر چکا ہوں اور فکرِ تلاش سے آزاد ہوں کہ جو کچھ رقم ہو گیا وہ ان شاء اللہ العزیز اس کثیر السیأت کے نامہ حسنات میں ثبت ہو گیا، میرے اعمال سے وہ باہر جانے والا نہیں، خواہ میرے ساتھ رہے یا نہ رہے۔ بالجملہ میں اس مقام پر ہوں جس کا ذکر خود میں نے ان شعروں میں کیا ہے:۔ قطعہ

نہ مرا نوش زتحسیں نہ مرا نیش زطعن　　　نہ مرا گوش زمدحے نہ مرا ہوش ذمے
منم وکنج خمولے کہ نہ گنجد دروے　　　جز من وچند کتابے و دواتے و قلمے

ترجمہ:۔ نہ مجھے تعریف وتحسین کی لذت سے سروکار، نہ طعن وتشنیع کے ڈنک کی پروا، نہ کسی مدح پر توجہ، نہ کسی مذمت کا ہوش، میں ہوں اور ایک گوشۂ گمنامی جس میں صرف میری گنجائش ہے اور چند کتابوں اور دوات وقلم کی۔

اب بعض احباب۔ **سلمهم الملک الوهاب**۔ کی طلب پر اس

قصیدہ (اکسیرِ اعظم) کی ایک مختصر شرح مرتب کر رہا ہوں اور متن کے مطابق بغرض تاریخ اس کا نام مجیر معظم (۱۳۰۳ھ) رکھتا ہوں۔اور اجرت تو مجھے اللہ ہی سے ملنے والی ہے،اور خدا کا درود ہو اس کے حبیب پاک اور ان کی جاہ و مرتبت والی آل پر"۔

قصیدہ اور اس کے اجزا:۔ چونکہ"اکسیرِ اعظم" قصیدہ ہے،اس لیے پہلے اس کی تعریف اور اس کے اجزا کو ذہن نشین کرنا چاہیئے۔کسی کی مدح یا ہجو پر مشتمل چند اشعار کا کلام جس میں کم از کم پندرہ اشعار ہوں،اس کو قصیدہ کہتے ہیں۔اور بعض نے یہ تعریف کی ہے:

"نظم کی وہ قسم جس میں کسی کی تعریف یا ہجو ہو،اس کے پہلے دونوں مصرعوں اور ہر شعر کے آخری مصرع میں قافیے کا التزام ہو"۔

میر غلام علی آزاد بلگرامی علیہ الرحمہ قصیدہ کے لیے اکیس یا اکتیس اشعار تک مناسب سمجھتے ہیں،مگر شعرائے عرب کے کلام میں ان سے کئی گنا زائد پانچ پانچ سو اشعار پر مشتمل قصائد ملتے ہیں۔بہر صورت قصیدہ ایک قدیم صنف سخن ہے،جس میں عربی کے ساتھ فارسی اور اردو کے باکمال شعرا نے بھی طبع آزمائی کی اور شعر و شاعری کی اس صنف کو عروج عطا کر کے اہل علم و ادب سے خوب داد و تحسین حاصل کی۔نعتِ رسول اکرم ﷺ کے تعلق سے صحابیِ رسول حضرت کعب بن زہیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قصیدۂ"بانت سعاد"اور امام احمد رضا بریلوی کے قصیدۂ معراجیہ اور قصیدۂ نوریہ کو خاصی مقبولیت و شہرت حاصل ہوئی۔قصیدۂ"بانت سعاد"

کی مقبولیت کا معاملہ تو یہ ہے کہ حضرت کعب بن زہیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں پیش کیا تو آپ نے خوش ہو کر انہیں بُردہ یعنی چادر شریف بطور انعام عطا فرمایا اور رضؔا بریلوی کے قصیدے زبان زدِ ہر خاص و عام ہیں، جو بلا شبہ عند اللہ و عند الرسول مقبول ہونے کی دلیل ہے۔

قصیدہ کے اجزا چار ہیں

(۱) تشبیب (۲) گریز (۳) مدح یا ہجو (۴) دعا یا حسنِ طلب

امام احمد رضا نے بھی دیگر شعرا کی طرح اپنے اس قصیدہ کو چاروں اجزا سے مزین و مرصّع کیا ہے۔ان اجزا کی تفصیل یہ ہے۔

(۱) تشبیب کسی قصیدے کی تمہید ہوتی ہے، جو اصل مقصد مدح یا ہجو سے قبل ہوتی ہے۔تشبیب کے بارے میں فیروز اللغات میں یہ الفاظ درج ہیں۔''عاشقانہ مضامین بیان کرنا۔شعرا کی اصطلاح میں قصیدے کی ابتدا میں عاشقانہ مضامین نظم کرنا''۔

ہم یہاں ''تاب منظّم'' کی تقدیم کے چند اقتباسات نقل کرتے ہیں تا کہ تشبیب اور بقیہ اجزا کے مفاہیم اجاگر ہو جائیں۔

ا۔''یہ لفظ شباب سے مشتق ہے، چونکہ شعرائے عرب عموماً اپنی تشبیب میں عشقیہ مضامین لکھتے، جن کا تعلق شباب (جوانی) سے ہوتا، اسی کو نسیب بھی کہتے۔شاعر کسی واقعی یا محض خیالی و فرضی معشوق کا ذکر بڑی تفصیل سے کرتا، پھر اپنے اصل مقصد مدح یا ہجو پر آتا''۔

''مگر بعد میں تشبیب یعنی قصیدے کی تمہید عشقیہ مضامین کی پابند نہ رہی، شعرااس میں بہاروگلزار، قدرت کے مناظر، علمی وفنی دقائق ہرطرح کے مضامین نظم کرنے لگے''۔

۲۔ ''گریز: عمدہ قصیدہ وہ ہوتا ہے جس میں ابتدائی مضمون سے مقصود کی طرف آنے کے لیے ایک یا دو یا کچھ زیادہ ایسے اشعار ہوں، جن کے ذریعہ دونوں میں ربط پیدا ہو جائے۔شعرا کے لیے یہ بڑا مشکل مقام ہوتا ہے۔سامع اس کا منتظر ہوتا ہے کہ دیکھیں یہ تمہید چھوڑ کر مقصد پر کیسے آتا ہے، اس لیے شاعر کو گریز کے اشعار میں بڑی مہارت سے کام لینا پڑتا ہے۔

۳۔ مدح، ہجو، یا جو اصل مقصد ہو ظاہر ہے کہ قصیدہ کا نقطۂ عروج یہی ہے تو اصل مقصد کو تمہید وتشبیب سے بہت بلند و بالاتر ہونا چاہیے۔اسی لیے شعرا یہاں بڑی دقت آفرینی اور مبالغہ آمیزی کا مظاہرہ کرتے ہیں مگر ایسا مبالغہ اچھا نہیں، جو واقعیت سے بالکل دور ہو اور ناممکن کی حد میں داخل ہو جائے۔

۴۔ **دعا یا حُسنِ طلب:۔** جو قصیدے کا اختتامی حصہ ہوتا ہے جو کبھی ایک دو شعروں پر مشتمل ہوتا ہے، کبھی زیادہ اشعار بھی ہوتے ہیں، بہت سے متدین شعرا کے کلام میں قصیدے کا اختتام سرورِ کائنات علیہ افضل الصلوات والتحیات اور ان کے آل واصحاب پر درود وسلام اور کچھ مدح ومناقب پر بھی مشتمل ہوتا ہے۔''

(تقدیم تاب منظّم ص ۱۶)

’’تشبیب کے لیے ضروری ہے کہ بہت عمدہ اور دل کش ہو، تاکہ سامع کی توجہ قصیدے کی طرف مبذول ہو سکے‘‘۔

’’ عموماً تشبیب کا مدح یا ہجو کے اشعار سے کوئی تعلق نہیں ہوتا ۔ شعرائے جاہلیت کے تو ایسے بھی قصائد ہیں جن میں عشقیہ مضمون سے نکل کر اچانک مدح پر آجاتے ہیں، اسے اختصاب کہا جاتا ہے، ہاں یہ بہتر ہے کہ تشبیب اصل مقصد کے لحاظ سے بے موقع اور بالکل برعکس نہ ہو‘‘۔

کچھ اکسیر اعظم اور مجیر معظم کے بارے میں

’’اکسیر اعظم‘‘ عربی زبان کا لفظ ہے، اس کے معنی ہیں: بہت عظمت والی اِکسیر، اِکسیر کے کئی معنی نور اللغات اور فیروز اللغات میں درج ہیں: (۱) کیمیا: یعنی وہ شئ جس سے تانبے کو سونا اور رانگے کو چاندی بناتے ہیں (۲) نہایت مؤثر اور لازمی طور پر اثر کرنے والی دوا (۳) نہایت مفید عموماً ہر ایک فائدہ منداور پر اثر بات کو اکسیر کہا جاتا ہے جیسے فرمایا گیا ہے کہ جان کی اکسیر ہے مدحت رسول اللہ کی۔

اور اعظم: عظمت اور عظیم سے ہے، جس کے معنی ہیں: بہت عظیم یا بہت عظمت والا۔ گویا ’’قصیدہ اکسیر اعظم‘‘ حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان میں نہایت عظمت والا قصیدہ ہے کہ ہر مسلمان کے لیے اکسیر و کیمیا، ہر مریض کے لیے نہایت مؤثر اور سریع الاثر دوا اور ہر ایک کے لیے نہایت مفید و کار آمد تحفہ ہے۔

مجیر معظم : مجیر ’’یہ اسم فاعل ہے باب افعال کے ’’اجارہ‘‘ مصدر سے۔ جس کے معنٰی ہیں ’’پناہ دینے والا‘‘۔ اور ’’معظم‘‘ باب تفعیل کے مصدر

''تعظیم'' سے اسم مفعول ہے، جس کا معنٰی ہے: وہ جس کی تعظیم کی جائے، باعظمت شئی۔ گویا قصیدہ اکسیر اعظم کی طرح اس کی شرح مجیر معظم بھی اسم بامسمّٰی ہے کہ اخلاص وللّٰہیت سے پڑھنے والوں اور اس پر عمل کرنے والوں کے لیے یہ کتاب غم و اندوہ سے پناہ دینے والی، آفات و بلیات سے پناہ دینے والی اور گمراہی سے نجات دلانے والی ہے۔ یہ کتاب باعظمت ہے اور لائق تعظیم بھی۔ قلب سلیم رکھنے والے قارئین خود فیصلہ کرلیں گے کہ یہ کتاب کیمیا اثر کیسے، مریضوں کے لیے زود اثر دوا کیسے، ہر ایک کے لیے فائدہ مند کیسے اور ہر بلا و مصیبت سے پناہ دینے والی کیسے اور باعظمت کس طرح ہے؟۔

''قصیدہ اکسیر اعظم'' کے حوالے سے تاب منظّم میں درج ذیل حقائق مرقوم ہیں۔

''اکسیر اعظم'' چونکہ بطور قصیدہ لکھا گیا، اس لیے اجزاے قصیدہ کی تکمیل کے لیے اس میں تشبیب بھی ہے، خاتمہ، (حضور غوث اعظم سے) استمداد، بارگاہِ عالی سے انتساب اور طلبِ حاجت پر مشتمل، دیگر موضوعات جلی سرخیوں سے خود ہی واضح ہیں۔

قدیم روایات کے مطابق تشبیب اور مدح میں کوئی ربط اور مناسبت ضروری نہیں ہوتی، بس گریز کے اشعار سے ذرا سا ربط پیدا کردیا جاتا ہے، مگر اکسیر اعظم کی تشبیب اصلِ مدح سے ایک خاص مناسبت رکھتی ہے، وہ آگے عرض کرتا ہوں۔

سرکار غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایک خاص وصف یہ ہے کہ وہ ربِّ جلیل کے محبّ بھی تھے اور محبوب بھی، بلکہ اولیا کے درمیان محبوبیت کے اعلیٰ درجے پر فائز تھے۔

یہ تو معلوم ہے کہ عشقِ مولیٰ کے بغیر کوئی شخص راہِ سلوک میں ایک قدم بھی نہیں چل سکتا، مگر کیا ابتدا ہی میں اسے محبوبیت بھی حاصل ہو جاتی ہے؟ سب کے حق میں یہ حکم قطعاً درست نہیں، بندہ جب درجۂ کمال کو پہنچتا ہے تو اسے خلعتِ محبوبیت سے سرفراز کرتے ہیں۔ ہاں کچھ مخصوص بندے ایسے ہوتے ہیں جو پہلے ہی محبوب بنا لیے جاتے ہیں۔ از ابتدا تا انتہا ان کی تربیت و ترقی خاص عنایت ربانی کے تحت ہوتی ہے۔ ''مجیر معظم'' کے کلمات دیکھیں تو یہ امر بخوبی منکشف ہوگا۔ کہنا یہ ہے کہ سرکار غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان اخصِّ اولیا سے تھے جن کے حصے میں مُحبّیت اور محبوبیت دونوں بدرجۂ کمال آئی تھیں۔ اس وصف کو نظر میں رکھتے ہوئے تشبیب میں ایک ایسا خیالی معشوق ذکر کیا گیا ہے جو کسی کا عاشق بھی ہے۔ اس کا اشارہ تشبیب کے مطلع ہی میں کر دیا گیا ہے۔

اے کہ صد جاں بستہ در ہر گوشۂ داماں توئی

دامن افشانی و جاں بارد چرا بے جاں توئی

(ترجمہ:۔ تم وہ ہو جس کے ہر گوشۂ دامن سے سیکڑوں جانیں بندھی ہوئی ہیں، دامن جھاڑتے ہو تو جانوں کی بارش ہوتی ہے پھر تم کیوں بے جاں نظر آ رہے ہو۔)

بعد کے اشعار میں اس وصف کو نمایاں اور منکشف کر کے بیان کیا گیا ہے،

ایسا معشوق جو خود کسی کے عشق میں گھل رہا ہے، اگر چہ ایک خاص مناسبت کے تحت فرض کیا گیا ہے، مگر اس سے ایک ندرت بھی پیدا ہو گئی ہے۔ اس لیے کہ عام طور سے عشقیہ تشبیبوں میں جو معشوق مذکور ہوتا ہے وہ صرف معشوق ہوتا ہے اور عاشق کا ذکر ہوتا ہے تو وہ خود شاعر ہوتا ہے۔ یہاں جو معشوق فرض کیا گیا ہے وہ شاعر کا تو معشوق ہے مگر وہی کسی اور کا زبردست عاشق بھی ہے"۔ (تقدیم تاب منظّم ص ۱۸ تا ۲۰)

جب رضؔا بریلوی دوسری بار محبوبِ الٰہی حضرت نظام الدین اولیا قدس سرہ کے دربار عالی میں ۱۳۰۲ھ میں دہلی پہنچے تو عشق کی گہرائی میں اتر کر قصیدہ اکسیر اعظم لکھا۔ بارگاہِ غوثِ اعظم میں آپ نے یہ ایسی سوغات پیش کی ہے کہ عقلیں دنگ رہ جاتی ہیں۔ جسے آپ خود محسوس کریں گے۔

مجیرِ معظم شرح اِکسیر اعظم

حضور غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بارگاہ عالی میں رضؔا بریلوی نے ۱۳۰۲ھ میں قصیدہ ''اکسیر اعظم'' کا گلدستہ پیش کرنے کے بعد ۱۳۰۳ھ میں اس کی شرح مجیر معظم لکھی، جس میں اکسیر اعظم کے ابہامات، تشبیہات و استعارات اور تلمیحات کی وضاحتیں کی ہیں۔ اگر تفصیلی شرح لکھتے تو رضؔا بریلوی کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا علم کئی جلدوں تک پہنچا دیتا، مگر خاص خاص مقامات پر نمبر لگا کر شرح کی۔ کہیں پر اجمالاً اور کہیں تفصیلاً، سیدنا حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے متعلق واقعات بھی درج کیے ہیں۔ اور کن لفظوں سے کیا مراد ہے، اس کی بھی وضاحت کر دی ہے۔ اس ''اکسیر اعظم'' میں سیدنا حضور غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان بیان کرنے کے حوالے سے جو دعوے تھے، ان سب کو مجیر معظم میں دلائل سے مبرہن کر دیا ہے۔ حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور دیگر اولیائے کرام کے تصرفات و اختیارات کو ثابت کر کے سینوں کے لیے فرحت بخش غذا اور قلبی سُرور کا سامان مہیا کیا اور منکرین کے سینوں پر سانپ لوٹنے کا کام کیا ہے۔

کمالِ داد و تحسین کی بات یہ ہے کہ رضؔا بریلوی نے اپنی باتوں کو صدیوں پیشتر کی مستند و معتمد کتابوں کے حوالجات سے مدلل کیا ہے۔ مثلاً علامہ ابوالحسن شطنوفی کی بہجۃ الاسرار شریف، شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی کی اخبار الاخیار، حضرت ابوالمعالی کی تحفۂ قادریہ، ملا عبدالرحمٰن جامی کی نفحات الانس۔ رضوان اللہ تعالیٰ

علیھم اجمعین ۔ نیز قرآن وحدیث اوراقوالِ ائمہ وعلما کے ساتھ ساتھ منکرین کے معتمدین حضرت شاہ ولی اللہ محدِّث دہلوی ،حضرت شاہ عبد العزیز محدِّث دہلوی، حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی ،حضرت مرزا مظہرِ جانِ جاناں اور رأس المنکرین اسماعیل دہلوی کے اقوال سے غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور دیگر اولیاء اللہ کے اختیارات وتصرفات کو ثابت کیا ہے ۔تاکہ وہابیوں دیوبندیوں کا ناطقہ بند ہوجائے ۔کتاب کھولیے اور پڑھتے جایئے ،ان شاء اللہ الرحمٰن دل کے دریچے کھل جائیں گے۔

اشعارِ تشبیب کی تلخیص:۔ میرا اصل مقصد حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مدحت وثنا میں کہے گیے اشعار کی تلخیص اوران کی شرح کو واضح الدلالۃ بنا کر پیش کرنا ہے ،مگر قصیدہ کے پہلے جز تشبیب کے اشعار کو بھی یہاں پیش کرنا فائدہ سے خالی نہ ہوگا۔البتہ اس کے تمام اشعار کا ترجمہ ہم نہیں قلمبند کریں گے بلکہ اس کی صرف تلخیص پیش کریں گے۔کیونکہ یہاں تشبیب کے اشعار سے حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مدح مقصود نہیں ہے اور نہ ہی ان میں ان سے خطاب ملحوظ ہے، بلکہ بطورِ تمہید ایک خیالی معشوق سے خطاب ہے، جو کسی کا عاشق بھی ہے،اس لیے عوام ذہنی خلجان میں پڑ سکتے ہیں ۔جب کہ اس سے قبل رضؔا بریلوی کا ایک قصیدہ جسے ان کے وصال کے بعد حضرت مولانا محبوب علی خاں علیہ الرحمۃ والرضوان نے شائع کیا تھا اس کی تشبیب کے اشعار میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی بجائے بطورِ تمہید کسی اور کا ذکر تھا مگر شعر وسخن سے دلچسپی نہ رکھنے والوں نے ،

خصوصاً بد مذہبوں نے تشبیب کے اشعار کو حضرت سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بارے میں سمجھ لیا اور رضا بریلوی پر گستاخی کا ناحق الزام لگا دیا۔اس کا نہایت معقول جواب ماہرفن پروفیسر طلحہ رضوی برقؔ، داناپور، پٹنہ نے اپنے ایک مقالے میں مدلل طور پر دیا ہے اور ثابت کر دیا ہے کہ یہ تشبیب کے اشعار ہیں جو معترضین کی سمجھ سے بالاتر ہیں۔انہوں نے اپنی بے بضاعتی کی بنیاد پر انہیں ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بارے میں سمجھ لیا پھر رضا بریلوی پر اعتراض کر دیا۔

ہاں! یہ گوشہ مخفی نہ رہے کہ تشبیب کے اشعار سے اگر چہ حضرتِ ممدوح حضور غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مدح مقصود نہیں، مگر اس سے بے ربط بھی نہیں، مقصود سے تعلق پیدا کرنے کے لیے ہی وہ اشعار لائے گئے ہیں۔

اور یہ جو کہا گیا کہ تشبیب میں ایسے معشوق سے خطاب ہے جو خود کسی کا عاشق بھی ہے، اس کی طرف اشارہ اس کے اشعار میں جا بجا موجود ہے۔جیسے تیسرے شعر میں:

”اپنے سرو ناز کو کس پر قُمری بنا رکھا ہے؟ تم کس گل کے بلبل ہو جب کہ تم خود شگفتہ پھول ہو“۔

سرو ناز کا مطلب ہوتا ہے معشوق اور قمری کا مطلب عاشق، بلبل کو سرخ پھول کا عاشق کہا جاتا ہے اور شگفتہ پھول عبارت ہے معشوق و محبوب سے۔

واضح رہے کہ بہت سے شعرا تشبیب میں اپنے معشوق کا ذکر کرتے ہیں اور خود عاشق کی حیثیت سے ہوتے ہیں، مگر حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ شان ہے کہ آپ محبّ بھی ہیں اور محبوب بھی ۔ بلفظ دیگر محبُ اللہ اور محبوبُ اللہ دونوں ہیں جیسا کہ آپ کی سیرت کی کتب معتمدہ میں مذکور ہے۔اور خود رضؔا بریلوی نے بھی خطبہ میں اس کی طرف ایما فرمایا۔اسی مناسبت سے آپ نے ایک ایسے معشوق سے خطاب کیا ہے جو عاشق بھی ہے۔محبوب بھی ہے۔اور محبّ بھی۔

پھر سے یہ بات ذہن نشیں رہے کہ قصیدہ کے پہلے جز کو تشبیب کہا جائے یا تمہید، اس کا کچھ حصہ اصل مقصد سے تعلق و ربط رکھتا ہے، لہٰذا یہ قصیدہ جو اکسیر اعظم سے موسوم ہے اس کی تشبیب کا بھی کچھ حصہ اصل مقصود یعنی ثنائے غوث اعظم سے ضرور تعلق و ربط رکھتا ہے جس کا جلوہ عنقریب آپ بھی ملاحظہ کریں گے۔اس قصیدہ میں رضؔا بریلوی نے تشبیب کے کل سترہ (۱۷) اشعار کا استعمال کیا ہے، جن کا خلاصہ یہ ہے

تشبیب کا مطلع اور محبوب پر عاشق ہونے کا تذکرہ

شعر نمبر۔ا۔تم وہ ہو جس کے ہر گوشۂ دامن سے سیکڑوں جانیں بندھی ہوئی ہیں، دامن جھاڑتے ہو تو جانوں کی بارش ہوتی ہے۔

۲ ۔ ایک نازک جان رکھتے ہوئے تم دردِ فراق میں مبتلا ہو، اپنے سرو ناز کو کس پر قمری بنا رکھا ہے؟ تم کس گل کے بلبل ہو جب کہ تم خود شگفتہ

پھول ہو۔ [۱]

۴۔تمہارے رخسار آئینہ ہیں اور لب شیریں سخن۔اس لیے خود ہی نغمہ سرا ہوتے ہو پھر خود ہی حیرت میں پڑ جاتے ہو۔

۵۔اگر تمہاری آنکھیں نرگس ہیں تو نرگس سے خون کی نہریں کیسے رواں ہیں؟ اگر تمہارا بدن پھول ہے تو پھول سے خون کی بو کیسے آ رہی ہے؟

(نرگس ایک پھول ہے شعرا اس کے ذریعہ خوبصورت آنکھ کو تشبیہہ دیتے ہیں، بلفظ دیگر نرگس سے مراد مجازاً آنکھ ہے۔جیسے نرگسِ بیمار، معشوق کی آنکھ، نرگس مخمور بمعنٰی نشیلی آنکھ، متوالی آنکھ)۔

۶۔تم وہ حسین ہو جس پر حسن کی جان ناز کرتی ہے۔

۷۔جہاں تمہاری جولانی ہو وہ جگہ کوئی ویراں ہوگی؟ (ہرگز ایسا نہیں)

۸۔دل کے ویرانے میں تم پہنچے، سینہ ''حسن آباد'' ہو گیا۔(رضؔا بریلوی نے یہاں ''حسن آباد'' کا لفظ استعمال کر کے کلام میں کمال حسن معنویت اور ندرت پیدا کر دی ہے۔نوری)

۹۔جل گیا میں جل گیا، تمہارے حسن کی تپش کیسی شعلہ خیز ہے، تمہاری آتشِ حسن میری جان سے کھیلتی ہے۔

---

[۱] سرو: ایک خوشنما درخت جو سیدھا مخروطی شکل کا ہوتا ہے، اس کی خوشنمائی کی وجہ سے اس کے ذریعہ محبوب اور قدِّ محبوب کو تشبیہ دیتے ہیں۔قمری: فاختہ کی ایک خوبصورت قسم ہے، جسے شعرا سرو درخت کا عاشق کہتے ہیں۔بلبل کو پھول کا (گل سرخ کا) عاشق کہا جاتا ہے۔اس لیے اظہار حیرت اور سوال ہے کہ گل ہوتے ہوئے بلبل سا حال کیسے؟

۱۰۔تمہارا چاند عشق کے بادل میں ہے تو تمہارا یہ حال ہے، آہ! اگر کسی دن بے پردہ تمہاری درخشانی ہو تو کیا حال ہوگا!

۱۱۔اگر میرے سینے میں سینہ ملاؤ تو میں تمہارا غم چن لوں۔

۱۲۔میرے چاند! چاند تو تمہارا غلام ہے پھر چاند کی مشابہت کیوں اختیار کر رکھی ہے کہ سینہ داغِ عشق کے لیے وقف ہے۔

۱۳۔ایک جہاں کو اپنے ناز سے مارا، یہاں کیوں نیاز میں پڑ گئے۔

۱۴۔زلفوں کا جال اپنے اس صیّاد کے لیے بھی پھیلاؤ۔

۱۵۔میں نے بہت سارے باغوں کی سیر کی، تمہاری جان کا واسطہ! تم بے مثال ہو، وہ گل کیسا گل ہوگا، جس پر تم بلبل کی طرح فدا ہو۔

۱۶۔میرا رونا تو بجا ہے، اس لیے کہ تمہارا چہرا دیکھ لیا ہے، تم تو آئینہ دیکھتے نہیں پھر کس کا چہرہ دیکھ کر اشک بار ہو۔

۱۷۔شاید اپنے ہی رخ پر خود کو عاشق بنا لیا ہے یا اپنے سے زیادہ کوئی حسین دیکھ لیا ہے، جس کے شکار ہو گئے ہو۔

گریز کے اشعار

قصیدہ کا دوسرا جز گریز ہے۔شعر نمبر اٹھارہ (۱۸) سے گریز کے اشعار شروع ہوتے ہیں اور شعر نمبر ۲۶ / پر ختم ہو جاتے ہیں۔اس طرح گریز کے کل ۹/اشعار ہوئے مگر درمیان میں ایک ذیلی عنوان ہے۔''خطاب کی جانب التفات، ساتھ ہی حسن وعشق کی جامعیت کا بیان''۔ اس کے تحت کل چار اشعار

ہیں، جو شعر نمبر ۲۳؍ سے شروع ہو کر شعر نمبر ۲۶؍ پر ختم ہو جاتے ہیں جب کہ اسی ذیلی عنوان کا آخری شعر مدح کے مطلع سے قبل مدح کی تمہید کے طور پر ہے، وہ شعر نمبر ۲۶؍ ہے۔ جس کا معنٰی یہ ہے۔ بادشاہ کریم ہے، اے رضؔا مدح کا مطلع شروع کرو، وہ تمہیں شکر بخشے گا، اگر تم طوطیِ مدح خواں ہو۔

ربط آمیز گریز ذوق انگیز مدح کی جانب

گریز کا معنٰی ہے، بھاگنا، راہ فرار اختیار کرنا، اور اصلاحی معنیٰ قصیدہ میں تمہید کے بعد اصلِ مقصد کی طرف متوجہ ہونا اور یہی اصطلاحی معنٰی یہاں مراد ہے۔ لہٰذا ربط آمیز گریز کے اشعار کا ترجمہ ملاحظہ کیجئے۔

ترجمہ شعر نمبر۔ ۱۸۔ یا شاید شمعِ جیلاں کا پرتو تم پر پڑ گیا ہے ایسی روشنی اور حرارت کے دونوں سامان تم میں جمع ہو گئے ہیں۔ (شمعِ جیلاں سے مراد حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ قادری نوری)

۱۹۔ وہ بادشاہ جس کی پناہ میں حسن اور عشق دونوں آسودہ (آرام سے) ہیں۔ اے بادشاہ! ذرا دونوں کو اشارہ ہو، ہمارے ملجا تم ہی ہو۔

۲۰۔ حسن اس کا رنگ ہے، عشق اس کی بو ہے (مہک ہے)، دونوں اس کے رخ پر نثار ہیں (قربان ہیں)۔ یہ گاتا ہے۔ ''جاں توئی'' (جان تم ہو)۔ وہ نغمہ زن ہے، ''جاناں توئی۔'' (جاناں تم ہو)۔ (حسن اس پر قربان ہوتے ہوئے کہتا ہے کہ تم میری جان ہو اور عشق قربان ہوتے ہوئے کہتا ہے کہ تم میرے جاناں و محبوب ہو۔ قادری نوری)

۲۱۔عشق فخر کر رہا ہے کہ میں نے تم کو محبوب تک پہنچایا، ۱؎ حسن ترقی کر کے کہتا ہے، تم خود محبوبوں کی شاخ ہو۔ ۲؎

راقم کہتا ہے کہ یہاں دو باتیں ہیں (۱) عشق نازش میں ہے یعنی فخر کر رہا ہے کہ میں نے تم کو محبوب تک پہنچایا (۲) حسن ترقی کر کے اور آگے بڑھ کر کہتا ہے کہ تم خود محبوبوں کی ایک شاخ ہو۔امام احمد رضا پہلی بات پر نمبر لگا کر اکسیر اعظم کے شعر کے مذکورہ مضمون پر درج ذیل عبارت لاتے ہیں۔

قول ۱؎ قلت (میں نے کہا): عشق در نازش الخ۔اقول (میں کہتا ہوں) بلبل سے بمناسبت عشق، حضرت ممدوح (غوث پاک) رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ذات مراد ہے۔ خود قصیدہ بائیہ میں ارشاد فرمایا ہے:''انا بلبل الافراح''۔میں فرحتوں والا بلبل ہوں۔اور چمن سے مراد مقام وصال ہے،اور یہ معلوم ہے کہ وصل الٰہی عشق کی یاوری کے بغیر نہیں ہوتا''۔اور دوسری بات کہ حسن نے کہا کہ تم خود محبوبوں کی شاخ ہواس کی وضاحت عبارت ذیل سے ہوتی ہے۔

''عشق اور حسن'' کا مکالمہ اور غوث اعظم کا مقام مخدع''

امام احمد رضا قدس سرہ نے مذکورہ دونوں شعر میں عشق اور حسن کے سوال و جواب کی بحث چھیڑی ہے،لہٰذا اس کی اور حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مقام مخدع (خاص حجرۂ قدس) کی تشریح کرتے ہوئے یوں رقم طراز ہیں:

قول ۲؎ قلت: حسن در بالش۔الخ۔اقول:''محبوبوں سے اہل بیت رسالت مراد

ہیں۔علیہ وعلیھم افضل الصلوٰۃ والتحیۃ ۔اورحضرت ممدوح (غوث اعظم) رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس گلزار سدا بہار کی ایک شاخ ہیں۔یعنی عشق کے جواب میں حسن ترقی کر کے کہتا ہے کہ تم صرف عاشق ہی نہیں بلکہ خود محبوب بھی ہو،اور تمہارا قرب و وصل صرف عاشق ہونے کی وجہ سے نہیں، بلکہ محبوبیت کی راہ سے ہے۔عاشق تو تمام اولیائے کرام ہیں۔اوراپنے عشق کے بقدر بارگاہِ قرب میں کسی مقام پر فائز ہیں لیکن آنجا کہ جائے نیست تو آنجا رسیدہ ای (تمہاری رسائی وہاں ہے جہاں کوئی جگہ نہیں)۔کسی کا مقام بس دروازے تک ہے اور کسی کا قرار وآرام گھر کے اندر ہے،مگر غایتِ غایات اور نہایتِ نہایات جو ''مخدَع'' سے عبارت ہے وہ آپ کی ذات پاک کا حصہ ہے۔جیسا کہ اس کا بیان ان شاءاللہ آگے آئے گا۔(۱)

لفظ ''بالش'' (بڑھنا،نشو ونما پانا) کی مناسبت ''مقام ترقی'' اور لفظ شاخ دونوں سے واضح ہے''۔

واضح رہے کہ قول نمبر ایک میں رضؔا بریلوی قدس سرہ نے فرمایا کہ ''بلبل'' سے بمناسبتِ عشق،حضرت غوث اعظم کی ذات مراد ہے۔'' تو ''بلبل''

---

۱ مخدَع: بروزن مِنبَرُ ومُصحَفُ ، وقیل بتثلیث المیم ۔بیت فی بیت مخزن ۔گھر کے اندر کی وہ کوٹھری جس میں قیمتی مال ومتاع کو محفوظ رکھتے ہیں۔قول نمبر۳۴ر کی شرح میں اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے مقام غوثیت کے لحاظ سے اس کی تفسیر ''گنجینۂ راز'' سے کی ہے،جو بہت عمدہ،مناسب اور واضح ہے۔مترجم۔

کا لفظ شعر نمبر پندرہ (۱۵) میں گزرا ہے، اور شعر نمبر تین (۳) میں یوں ہے۔
''عندلیب کیستی چوں خود گل خنداں توئی''، یعنی تم کس گل کے بلبل ہو جب کہ تم خود شگفتہ پھول ہو۔

۲۲۔ عشق نے کہا آقا! اٹھو، چہرہ خاک پر رکھو، حسن بولا، عرش سے بھی آگے بڑھ جاؤ، تم تو خدا کا جلوہ ہو،

عشق اور حسن کا مکالمہ ابھی چل ہی رہا ہے، دونوں کا مکالمہ نہایت دلچسپ ہے۔ عشق کہہ رہا ہے کہ رفعت و بلندی چاہتے ہو تو اٹھو اور چہرہ کو خاک پر رکھو یعنی نماز اور سجدہ کی طرف مائل ہو جاؤ، اپنے آقا کے لیے فروتنی و عاجزی پیش کرو، وہ تجھے رفعت و بلندی بھی عطا کر دے گا اور محبوبیت کے مقام پر بھی فائز فرما دے گا۔ چنانچہ بائیسویں شعر کے مذکورہ مضمون کی شرح فرماتے ہوئے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ رقم طراز ہیں:

۳۔ قُلْتُ (میں نے کہا) : عشق گفتش سیدا الخ، اَقُوْلُ (میں کہتا ہوں) اس شعر کا حاصل اُس حدیث کا مضمون ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''**مَنْ تَوَاضَعَ لِلّٰہِ رَفَعَهُ اللّٰهُ**'' جو خدا کے لیے فروتنی و تواضع اختیار کرتا ہے اللہ عزوجل اسے رفعت و بلندی بخشتا ہے۔ اسے ابو نعیم نے حِلیۃ الاولیا میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بسند حَسَن روایت کیا ہے۔ تواضع اور رفعت و بلندی کا یہ تلازم بطور تجدد، غیر متناہی ہے، یعنی کسی حد پر رکنے والا نہیں، جسے عشق کا کوئی حصہ عطا ہوتا ہے وہ ضرور سجدہ کی طرف مائل ہوتا ہے۔ وہ فروتنی کی زمین پر

جبیں سائی کرتا ہے۔یہی بات محبوبیت کا سبب بن جاتی ہے۔جیسا کہ حق جل وعلا فرماتا ہے:''لَا یَزَالُ عَبدِیْ یَتقَرَّبُ اِلَیَّ بِا لنَّوَافِلِ حَتّٰی اُحِبَّهٗ ''(میرا بندہ نوافل کے ذریعہ میری نزدیکی پانے کی کوشش میں لگا تار رہتا ہے یہاں تک کہ میں اسے محبوب بنالیتا ہوں)۔ یہ ارشاد نبی کریم ﷺ نے اپنے رب جل شانہ سے روایت کیا۔امام بخاری نے اپنی صحیح میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس کی تخریج کی۔

پھرعنایت ربانی جواس بندے کے حال پر مبذول ہےاس کے باعث وہ بندہ اس رفعت وترقی پر نہ سر اٹھاتا ہے نہ اپنے کوکسی شمار میں لاتا ہے بلکہ اپنی اصل اورمولیٰ کے فضل پرنظر کرتے ہوئے پہلے سے زیادہ جھکتا ،گرتا،اورخود بینی سے بھاگتا ہے، یہاں تک کہ اگراس کے بس میں ہوتا ہےتو اپنے کوخاک کے برابر کر دیتا ہے،اس تواضع وخاکساری کی زیادتی پرمزیدقرب عطا ہوتا ہے اور شدّتِ محبوبیت کا حصول ہوتا ہے۔تواضع کی زیادتی اورقرب میں ترقی کا یہ سلسلہ جاری رہتا ہے، جہاں تک اللہ تعالیٰ چاہے۔یہاں تک کہ تن رخصت ہو جاتا ہے، جان رہ جاتی ہے اور''میں''ختم ہو جاتا ہے۔''وہی وہ''رہتا ہے۔جیسا کہ اسی حدیث قدسی میں حق تبارک وتعالیٰ کاارشاد ہے:فَاِذَااَحْبَبْتُهٗ کُنْتُ سَمْعَهُ الَّذِیْ یَسْمَعُ بِهٖ ،وَبَصَرَهُ الَّذِیْ یُبْصِرُ بِهٖ ،وَیَدَهُ الَّتِیْ یَبْطِشُ بِهَا،وَ رِجْلَهُ الَّتِیْ یَمْشِیْ بِهَا''۔(توجب میں اسے محبوب بنالیتا ہوں،اس کا وہ کان ہوجاتا ہوں،

جس سے سنتا ہے، اور اس کی وہ آنکھ جس سے وہ دیکھتا ہے، اور اس کا وہ ہاتھ جس سے پکڑتا ہے، اور اس کا وہ پاؤں جس سے راہ چلتا ہے)۔

سبحان اللہ: ورق درنوشتند وگم شد سبق۔ ورق لپیٹ دیا گیا اور سبق گم ہو گیا۔ یہ شعر کے الفاظ ''پرتوِ یزداں توئی'' (تم تو خدا کا جلوہ ہو) کا معنیٰ ہے، بات لمبی ہے اور بولنے کا دروازہ بند۔

ع۔ گدائے خاک نشینی تو حافظا مخروش۔ (اے حافظ تو ایک خاک نشیں گدا ہے، شور مت کر)۔

خطاب کی جانب التفات، ساتھ ہی حسن وعشق کی جامعیت کا بیان

تشبیب کے سترہ (۱۷) اور ذوق انگیز مدح وستائش کی طرف ربط آمیز گریز کے پانچ (۵) اشعار سے فارغ ہونے کے بعد مداح غوث الوریٰ امام احمد رضا اب حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے خطاب کی طرف التفات وتوجہ فرما رہے ہیں، جس میں حسن وعشق کی جامعیت کا بھی بیان ہے، یہ ۲۳/ویں شعر سے شروع ہے۔ یہ بھی اصل میں گریز ہی کے اشعار ہیں۔ کہتے ہیں۔

ترجمہ شعر نمبر ۲۳۔ اے سرور ! اے روح پرور! میں آپ کے معاملے میں حیران ہوں، میری حیرت میں اور اضافہ ہو، آپ ایک پوشیدہ راز ہیں۔

رضاؔ بریلوی نے یہاں اپنے اصل الفاظ ''سرورا! جاں پرورا!'' سے حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خطاب کیا ہے، جس کا معنیٰ ہے۔

''اے سردار! اے روح پرور''۔اور''سرِّ پنہاں'' سے یاد کیا ہے جس کا معنیٰ ہے، پوشیدہ راز، راز نا معلوم،سِرٌّ لَا یُدْرَکُ۔جیسا کہ مذکورہ ترجمہ سے بھی ظاہر ہے ۔اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ امام احمد رضا اپنے سید و آقا غوث الوریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے معاملے میں حیران کیوں ہیں؟ آخر حیرت میں پڑنے کی وجہ کیا ہے؟ پھر یہ دعا بھی کرتے ہیں کہ میری حیرت و پریشانی میں اور اضافہ ہو،خوب بڑھے، خوب بڑھے۔اس کا مختصر جواب تو یہ ہے کہ حضور غوث اعظم سرِّ پنہاں ہیں، پوشیدہ راز ہیں،تو پوشیدہ راز کی معرفت و پہچان حاصل کرنے میں تو حیرانی و پریشانی آئے گی ہی اور اس رازِ پنہاں کا دلدادہ اسی حیرت میں لطف و مزہ پاتا ہے،مگر یہاں اس کا جواب امام احمد رضا کی زبانی سنیئے، وہ کیا خوب کہہ گئے ،جس شعر کا مذکورہ ترجمہ راقم قادری نے نقل کیا ہے،اس کی شرح میں رقم طراز ہیں۔

۴۔ قُلْتُ (میں نے کہا): حیرتم در تو فزوں بادا۔الخ۔اَقُوْلُ (میں کہتا ہوں) ترقیٔ حیرت کی دعا اس لیے ہے کہ یہاں حیرت ،عین معرفت ہے۔جس قدر با خبری زیادہ ہوگی ،حیرت بھی زیادہ ہوگی ''ادراک سے عاجزی عین ادراک ہے''۔یہ میرا قول نہیں،ان کا قول ہے جو ایمان و عرفان میں تمام اولیائے اولین و آخرین کے مقابلے میں سبقت لے گئے ،یعنی ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ''۔

اور رضؔا بریلوی نے سرِّ پنہاں اور پوشیدہ راز کا اثبات درج ذیل قول سے کیا ہے:۔

۵ؔ **قلت :** سرِّ پنہاں توئی۔اقول: سیدنا رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: میں جہاں والوں کے کاموں سے ماوراہوں، میں تمہاری عقلوں سے ماوراہوں'' (یعنی میں تمہاری سمجھ سے بالاتر ہوں)۔ یہ امام اجل نورالدین علی قدس سرہ نے بہجۃ الاسرار میں سیدنا ابوالخضر قدس سرہ سے روایت کی۔ایک اور حدیث (روایت) سولہویں قول کی شرح میں آئے گی، ان شاء اللہ تعالیٰ۔

غوث اعظم وہ شمع و چراغ ہیں جو ہر جہت سے فروزاں ہیں

شمع: روشن اور جلتی ہوئی موم بتی کو کہتے ہیں۔حضور غوث اعظم شمع ہدایت ہیں، چراغ ہیں، نور ہیں، ایسی شمع جو جل رہی ہو (روشن ہو)، اجالا پھیلا رہی ہو (دوسروں کو روشن کر رہی ہو) روح کی بزم کو روشن کر رہی ہو، اور جس طرح شمع، موم بتی اور چراغ کے گرد پروانے رہتے ہیں، وہ نثار ہوتے ہیں اور شمع و چراغ کا رخ ہر طرف رہتا ہے، اسی طرح ہمارے حضور غوث اعظم ایسی شمع ہیں جو جلتے ہیں، روشنی پھیلاتے ہیں، روح کی محفل روشن کرتے ہیں۔ ان کے گرد تاج الاصفیا عبدالرزاق قادری، علی بن ہیتی، ابوالحسن شطنوفی، شیخ عبدالحق محدِّث دہلوی، امام احمد رضا قادری جیسے پروانے منڈلا رہے ہیں، اس شمع کا رخ ہر طرف ہے، یہ شمع ہر طرف روشنی پھیلا رہی ہے۔ لہٰذا امام احمد رضا جیسے عاشقین پر روشن ہوگیا کہ یہ ہر جہت سے اور ہر اعتبار سے شمعِ فروزاں ہیں۔ (روشنی پھیلانے والی شمع ہیں)۔ہاں یہ غوث اعظم ہیں کہ راتوں میں کھڑے ہوکر عبادتیں کرتے ہیں، دل کو کباب اور

بریاں کرتے ہیں اور پاؤں پر کھڑے رہ کر گریاں رہتے ہیں (روتے رہتے ہیں)۔
ہاں شمع کی طرح پگھلتے بھی ہیں۔

اس مضمون کو عاشقِ غوث الوریٰ امام احمد رضا یوں کہتے ہیں:

ترجمہ شعر نمبر ۲۴ ۔ (یا غوث اعظم) آپ جلتے ہیں، اجالا پھیلاتے ہیں، پگھلتے ہیں، آپ روح کی محفل روشن کرتے ہیں۔

۲۵۔ آپ کے گرد پروانے ہیں۔آپ کا رخ ہر طرف یکساں ہے، مجھ پر روشن ہو گیا کہ آپ ہر جہت سے شمعِ فروزاں ہیں۔اور حاشیہ میں یوں رقمطراز ہیں
۶ قُلْتُ : سوزی افروزی۔الخ۔اَقُوْلُ: (میں کہتا ہوں) یہاں شمع اور حضرت ممدوح (غوث پاک) رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے درمیان آٹھ وجہ شبہ ہیں۔''مَثَلُ نُوْرِہٖ کَمِشْکٰوۃٍ فِیْھَا مِصْبَاحٌ''(اس کے نور کی مثل ایسی ہے، جیسے ایک طاق کہ اس میں چراغ ہے)۔ان میں چار عشق سے پیدا شدہ ہیں۔۱۔جلنا۔۲۔پگھلنا۔۳۔رات میں خدمت کو پاؤں پر کھڑے رہنا۔۴۔دلِ بریاں کے ساتھ گریاں ہونا۔(۱) باقی چار حسن کی جانب اشارہ کر رہی ہیں (۱۔اجالا پیدا کرنا۔۲۔بزم کو روشن کرنا۔۳۔پروانوں کا ارد گرد ہجوم کرنا۔۴۔شمع کا رخ ہر طرف یکساں ہونا)
''ہمہ رو'' میں لفظِ ''رو'' جہت کے معنٰی میں ہے۔اس کی لطافت ''روئے تو یکساں ہر طرف'' کے بعد ''روشنم شد'' کی لطافت کی طرح روشن وعیاں ہے۔

(۱) دلِ بریاں: جلا بھنا ہوا دل۔گریاں: رونے والا۔

مذکورہ تراجم و مفاہیم، جو خطاب کی طرف التفات کے تین اشعار کے ہیں، اور جن میں حسن و عشق کی جامعیت بھی ہے، ان کے بعد اور مدح کے اشعار کو شروع کرنے سے قبل طوطی نغمہ سرا امام احمد رضا آگے کے شعر میں یہ کہتے ہیں:

ترجمہ شعر نمبر ۲۶۔ بادشاہ کریم ہے، اے رضاؔ! مدح کا مطلع شروع کرو، وہ تمہیں شکّر بخشے گا اگر تم طوطی مدح خواں ہو۔ (شکر کا معنٰی ہے چینی۔ اس کے لیے ایک مثل یہ ہے، شکر خورے کو خدا شکر ہی دیتا ہے) یعنی جیسی خواہش ہو ویسے ہی سامان مشیت الٰہی سے ملتے ہیں۔) اور اس میں کوئی شک نہیں کہ امام احمد رضا مدح خواں طوطی ہیں اور ان کو کریم بادشاہ کی طرف سے شکر ملی ہے۔ انہوں نے اپنے آقا حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مدح خوانی کی تو انہیں شکر مل گئی، آپ کے کلام میں ایسی مٹھاس آ گئی کہ اس کا جواب نہیں۔ آپ کو تائید حاصل ہوئی اور جیسی خواہش کی ویسا ہی دل آویز قصیدہ زبان سے قرطاس پر آ گیا۔ کریم و سخی بادشاہ نے فضل الٰہی سے ایسی شکر اور حلاوت و شیرینی بخشی کہ اس کا اندازہ قارئین خود لگا لیں گے۔ البتہ فقیر قادری یہ ضرور کہے گا کہ حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حوالے سے ایسا عمدہ اور شیریں قصیدہ اب تک میری نظر سے نہیں گزرا ہے۔ جو اتنے اشعار پر مشتمل ہو یہ قصیدہ شریف عند اللہ، عند الرسول اور عند الغوث مقبول ہے تو پھر اوروں کے پاس مقبول ہونے میں کیا شک رہ جائے گا۔

اعلیٰ حضرت قدس سرہ اِکسیرِ اعظم کے سرورق پر لکھتے ہیں:

''**قصیدة مجیدة مقبولة ان شاء الله تعالیٰ فی منقبة سیدنا الغوث الاعظم رضی الله تعالیٰ عنه** (ہمارے سردار وآقا حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی منقبت میں یہ قصیدہ شریف ان شاء اللہ تعالیٰ مقبول ہے۔ بلفظِ دیگر ''سرکار غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان میں یہ ایک مقبولِ بارگاہ اور دل آویز قصیدہ ہے''۔ معلوم نہیں کب سے عابد حسین قادری جیسے کتنے خوشہ چیں قادریوں کو اس کتاب مجیرِ معظم شرح اکسیر اعظم کی تلاش تھی جو ایک سو تیس سال کے بعد پوری ہوئی اور ہمارے قلب و دماغ میں پہنچ گئی۔ **فلله الحمد**۔

مدح کا پہلا مطلع

غوث اعظم پیران پیر ہیں۔ ۲۷/ویں شعر کے اجالے میں

غوث اعظم شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پیران پیر ہیں، اور اسی معنیٰ میں ہے ''بڑے پیر صاحب''۔

یعنی پیروں کے پیر اور پیروں کے سردار ہیں۔ عربی میں شیخ المشائخ سے یاد کیا جاتا ہے، آپ میر میراں بھی ہیں یعنی امیروں کے امیر اور سرداروں کے سردار، عربی میں امیر الامرا سے موسوم کیا جاتا ہے۔ آپ شہہِ جیلاں ہیں۔ یعنی آپ مقام جیلان کے بادشاہ ہیں۔ جیلان کو گیلان بھی کہا جاتا ہے۔

آپ کی پیدائش جیلان میں ہوئی ،اس لیے شہِ جیلان کہا جاتا ہے ورنہ آپ شاہِ بغداد بھی ہیں ، بلکہ سارے عالم کے بادشاہ ہیں۔اور یہ سب اللہ کی عطا سے اور رسول اللہ ﷺ کے صدقے میں ہے ،ورنہ حقیقی بادشاہ تو اللہ تعالیٰ ہی ہے جو سارے جہاں کا مالک ہےاوراس کی عطا سے رسول اکرم ﷺ۔

حضورغوث اعظم جن وانس کے ساتھ قدسیوں یعنی فرشتوں کے بھی پیر ہیں ،فرشتوں کی جانوں کے لیے اُنس بھی ہیں۔آپ انسانوں اور جنوں کے لیے غوث بھی ہیں غوث کا معنٰی ہے،فریادرس اور مددگار ،اسی لیے آپ نے فرمایا میں ’’شیخ الکل‘‘ ہوں ،یعنی فرشتوں،انسانوں اور جنوں کا پیروغوث ہوں۔

اسی لیے عاشق غوث الوریٰ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ آپ کی مدح مطلع میں ان الفاظ سے کرتے ہیں:۔

شعرنمبر۲۷۔پیروں کے پیر،میروں کے میر،اے شہِ جیلاں! آپ ہیں۔قدسیوں کی جانوں کے لیے اُنس اورانسانوں اور جنوں کے غوث (فریادرس) آپ ہیں۔

اصل شعر یہ ہے۔

شعرنمبر۲۷۔

پیر پیراں، میر میراں، اے شہِ جیلاں توئی
اُنس جانِ قدسیاں وغوثِ اِنس وجاں توئی

شرح:۔ سوال یہ ہے کہ حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرشتوں، انسانوں اور جنوں کے غوث وفریادرس اور سب کے پیران پیر کیسے ہیں؟ اس کا جواب دیتے ہوئے اور اکسیر اعظم کے مذکورہ شعر کی تشریح کرتے ہوئے عاشق غوث الوریٰ امام احمد رضا قدس سرہ اس کی شرح مجیر معظم میں مختصراً یوں رقمطراز ہیں۔

ے۔ قلت (میں نے کہا) اُنس جانِ قدسیاں۔ الخ ''اقول: (میں کہتا ہوں) حضرت ممدوح (غوث اعظم) رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: ''**الانس لهم مشائخ والجن لهم مشائخ ،والملئكة لهم مشائخ ،وانا شيخ الكل**''۔ آدمیوں کے لیے کچھ پیر ہیں، جنوں کے لیے کچھ پیر ہیں اور فرشتوں کے لیے کچھ پیر ہیں اور میں سب کا پیر ہوں''۔ ''صدقت'' (آپ نے سچ فرمایا یا غوث اعظم) اللہ تعالیٰ آپ سے راضی ہو۔ یہ کلام شیخِ محقق قدس سرہ نے زبدۃ الاسرار میں نقل فرمایا''۔

(مجیر معظم شرح اکسیر اعظم۔ ص ۵٦۔ ۵۷۔ ناشر المجمع الاسلامی، مبارک پور، اعظم گڑھ، یوپی)

غوث اعظم جان بھی ہیں اور جاناں بھی۔ حسنِ مطلع
یعنی اٹھائیسویں شعر کی روشنی میں

سیدنا شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سر یعنی آقا اور سرور یعنی سردار ہیں۔ ہماری جان بھی ہیں اور جانِ جاناں یعنی محبوب بھی، اور ہماری جان کے قرار جاں بھی۔ چنانچہ نائبِ غوث الوریٰ امام احمد رضا رضی عنہ المولیٰ یوں عرض کناں ہیں:

سر آپ ہیں، سرور آپ ہیں، سر کے لیے سر وسامان آپ ہیں، جان آپ ہیں، جاناں آپ ہیں، جان کے لیے قرارِ جاں آپ ہیں۔

اصل شعر یہ ہے:

سر توئی، سرور توئی، سر را سر وساماں توئی

جاں توئی جاناں توئی جاں را قرارِ جاں توئی

غوث اعظم ظلِّ الٰہی اور عکسِ حسنِ مصطفیٰ ہیں

۲۹/ویں شعر کی روشنی میں

شہبازِ لامکانی حضرت غوث صمدانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ظلِّ ذاتِ کبریا ہیں یعنی اللہ تعالیٰ کی ذات کے ظل وسایہ ہیں، اور کسی کا ذاتِ کبریا کا ظل یعنی سایہ ہونا عظیم بات ہے اور بندے کی کمالِ خوش قسمتی۔ اس طرح آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مظہرِ ذاتِ الٰہی ہیں۔ اسی طرح آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حسنِ مصطفیٰ ﷺ کے عکسِ جمیل بھی ہیں۔ بلفظ دیگر حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ روشن ومنور اور روشنی پھیلانے والے آفتاب ہیں اور حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس آفتاب کا لمعان و چمک ہیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ذاتِ مصطفیٰ میں متجلّی ہے اور مصطفیٰ ﷺ ذاتِ غوث الوریٰ میں متجلّی ہیں۔ اس مفہوم کو اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ نے یوں الفاظ کا جامہ پہنایا۔

ظلِّ ذاتِ کبریا وعکسِ حسنِ مصطفیٰ ‏ ‏ ‏ ‏ مصطفیٰ خورشید وآں خورشید را لمعاں توئی

ترجمہ:۔ آپ ذاتِ کبریا کا سایہ ہیں اور حسنِ مصطفیٰ کا عکس۔ مصطفیٰ آفتاب ہیں

اوراس آفتاب کی چمک آپ ہیں۔

اور حضور غوث اعظم کے ظلِّ الٰہی یعنی ذاتِ کبریا کے سایہ ہونے پر دلیل پیش کرتے ہوئے اس کی شرح ''مجیر معظم'' میں امام احمد رضا قدس سرہ یوں رقم طراز ہیں:

'' **قُلْتُ**:ظلِّ ذاتِ کبریا۔**اَقُوْلُ**:ایک حدیث حسن میں آیا،''**اَلسُّلْطَانُ ظِلُّ اللّٰہِ فِي الْاَرْضِ** ''بادشاہ زمین میں اللہ کا سایہ ہے

(حوالجات یہ ہیں)

۱۔ ۲۔ اس کی تخریج کی ابوالشیخ نے حضرت ابوبکر صدیق اکبر اور حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے۔

۳۔ ابن النجار نے ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے

۴۔ طبرانی اور بیہقی نے نفیع بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے

۵۔بیہقی،حکیم ترمذی،بزار اور دیلمی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی۔ان روایات کی سندیں متعدد ہیں،ایک کو دوسرے سے قوت پہنچتی ہے۔

اور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سلطان السلاطین یعنی بادشاہوں کے بادشاہ ہیں۔شاہ ابوالمعالی رحمہ اللہ (۹۶۰ھ۔۱۰۲۵ھ) تحفہ قادریہ میں نقل فرماتے ہیں کہ''جب سیدنا رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلیفہ (بادشاہ) کو کچھ لکھنا چاہتے تو یوں رقم فرماتے کہ شیخ عبدالقادر تجھے حکم دیتا ہے،اس کا حکم تجھ پر نافذ ہے،وہ تیرا پیشوا اور تجھ پر حجت ہے۔خلیفہ (بادشاہ) جب فرمانِ والا دیکھتا تو اسے بوسہ دیتا

اور کہتا: شیخ سچ فرماتے ہیں رضی اللہ تعالیٰ عنہ''۔

جس نے غوث اعظم کو دیکھا گویا اس نے اللہ تعالیٰ کو دیکھا

آپ مصطفیٰ ﷺ کے آئینہ ہیں، ۳۰/ویں شعر کے آئینے میں

حدیث شریف میں ہے کہ حضرت مصطفیٰ ﷺ نے فرمایا ہے کہ ''مَنْ رَّاٰنِیْ فَقَدْ رَأَی الْحَق''۔جس نے مجھے دیکھا اس نے حق کو دیکھا۔اس حدیث کے دو معنیٰ ہیں۔اول یہ کہ جس نے مجھے دیکھا اس نے حقیقۃً مجھ ہی کو دیکھا دوسرے کو نہیں، کیونکہ شیطان نبی پاک ﷺ کی صورت اختیار نہیں کرسکتا، جیسا کہ بخاری شریف کی دوسری حدیث میں اس کی صراحت ہے۔دوم یہ کہ جس نے مجھے دیکھا اس نے حق (اللہ تعالیٰ) کو دیکھا۔امام احمد رضا کا درج ذیل کلام اسی دوسرے معنیٰ کے لحاظ سے ہے اور یہ مسلّم ہے کہ اس حدیث کے مصداق حضور ﷺ ہیں، ان ہی کو شایاں ہے کہ جس نے ان کی زیارت کی گویا اس نے اللہ تبارک وتعالیٰ کی زیارت کی۔مگر یہ بھی محقق وصحیح ہے کہ جس نے حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھا اس نے گویا حق تعالیٰ کو دیکھا۔یہ اس لیے کہ نبی کریم ﷺ اللہ تبارک وتعالیٰ کے آئینہ ومظہر ہیں اور حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ ماہِ طیبہ نبی اکرم ﷺ کے تابناک وروشن آئینہ ومظہر ہیں اور آئینہ کا آئینہ، آئینہ ہوتا ہے، مظہر کا مظہر، مظہر ہوتا ہے۔اور ظل کا ظل، ظل ہوتا ہے۔اب اسی تناظر میں امام احمد رضا کا کلام ملاحظہ کیجئے۔

(یا غوث اعظم) اگر آپ کہیں کہ ''جس نے مجھ کو دیکھا اس نے حق کو دیکھا'' تو اس لیے کہ آپ ماہِ طیبہ کے تابناک آئینہ ہیں۔

مذکورہ دعویٰ کو امام احمد رضا قدس سرہ ''مجیر معظم شرح اکسیر اعظم'' میں درج ذیل عبارت سے ثابت کرتے ہیں:

۹؎ قلت :من رانی۔الخ ۔اقول:''حدیث صحیح میں آیا ہے کہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:مَنْ رَّاٰنِیْ فَقَدْ رَأَی الْحَقَّ''۔(جس نے مجھے دیکھا اس نے حق کو دیکھا)۔اسے امام احمد اور بخاری و مسلم نے حضرت ابوقتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔

بندہ عرض کرتا ہے کہ یہ مرتبۂ بلند اگر چہ جناب مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے شایانِ شان ہے کہ جس نے انہیں دیکھا حق کو دیکھا،مگر آپ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی ذات پاک حضرت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا آئینہ ہے،اور یہ بات واضح ہے کہ جب آئینے میں کوئی جمیل صورت جلوہ نما ہو تو جو شخص آئینے پر نظر ڈالے گا یقیناً اس صاحبِ جمال کی طلعت کا مشاہدہ کرے گا،تو چونکہ آپ (غوث اعظم) آئینۂ مصطفیٰ ہیں، اس لیے آپ کو دیکھنے والا مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا دیکھنے والا ہے اور انہیں دیکھنے والا بحکم حدیث حق کو دیکھنے والا ہے۔تو درست ہے اگر آپ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) فرمائیں ''مَنْ رَّاٰنِیْ فَقَدْ رَأَی الْحَقَّ ''(جس نے مجھے دیکھا اس نے حق کو دیکھا)۔مختصر یہ کہ وہاں یہ معنیٰ اصالۃً ہیں اور یہاں وساطۃً ۔(یعنی بلا واسطہ اور واسطہ کا فرق ہے) واللہ تعالیٰ اعلم''۔

غوث اعظم اچھے گلستاں، باغِ سرو اور باغِ مصطفیٰ ﷺ کے نو بہار ہیں

۳۱/ ویں اور ۳۲/ ویں شعر کے آئینے میں۔

لالہ زار کا معنیٰ ہے باغ، چمن۔ نو بہار کا معنیٰ ہے: موسم بہار کا شروع۔ وہ چیز جس پر نئی رونق ہو۔ موسم بہار کو نو بہار بھی کہتے ہیں۔ تو لالہ زارِ مصطفیٰ (ﷺ) کے نو بہار کا مطلب ہوا: چمنِ مصطفیٰ ﷺ کی نئی رونق۔ روضۂ رضواں اور باغِ رضواں کا معنیٰ ہے۔ جنت۔ فردوس بریں۔

سرو: ایک خوشنما اور مشہور درخت جو سیدھا مخروطی شکل کا ہوتا ہے، خوشنمائی کے سبب محبوب و معشوق کے قد کو اس سے تشبیہ دیتے ہیں، اب ان الفاظ سے عاشقِ غوث الوریٰ امام احمد رضا قدس سرہ اپنے ممدوح و آقا شہبازِ لا مکانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کتنے خوبصورت انداز میں یاد کرتے ہیں۔ ملاحظہ ہو۔

۳۱۔ بارک اللہ (خدا مبارک فرمائے) لالہ زارِ مصطفیٰ کے نو بہار! کیا خوب رنگ ہو، باغِ رضواں کا رنگ آپ ہیں۔ (یا غوث اعظم)

۳۲۔ آپ کے قد سے سرو ابل رہا ہے، آپ کے رخ سے گلاب برس رہا ہے، آپ کتنے اچھے گلستاں اور کیا خوب باغ سرو ہیں۔

مطلب یہ ہے کہ اے میرے آقا! شہبازِ لا مکانی شیخ عبد القادر جیلانی! آپ چمنِ مصطفیٰ کی نو بہار اور نئی رونق ہیں، آپ کا رنگ نہایت شاندار ہے، روضۂ رضواں یعنی فردوس بریں کا رنگ آپ ہیں۔ آپ نہایت حسین و خوبصورت ہیں۔

آپ حسن و جمال کے سرو ہیں، گویا جمال و خوبصورتی میں وہ سرو درخت ہیں، جس سے محبوب کو تشبیہ دی جاتی ہے،اے میرے پیکرِ حسن و جمال ! آپ کے قد مبارک سے سرو ابل رہا ہے،آپ کے رخ سے گلاب برس رہا ہے یعنی آپ کا رخ مبارک گلاب کی طرح سرخ و جمیل ہے،تو آپ کتنے اچھے گلستاں اور کیا خوب باغ سرو ہیں۔

آپ پھینکے ہوئے تیر کو قدرت الٰہی سے واپس کر دیتے ہیں

قدرتِ غوثِ اعظم ۳۳رویں شعر کے آئینے میں

اولیاء اللہ کو اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے یہ قدرت و اختیار ملا ہے کہ کمان سے پھینکے ہوئے تیر کو واپس کر دیتے ہیں، چنانچہ ایک ولی اللہ نے کہا ہے۔

اولیاء راہست قدرت از اِلٰہ ۔ باز گردانند تیر از نیم راہ

ترجمہ: اولیائے کرام کو اللہ کی طرف سے یہ قدرت ملی ہے کہ تیر کو آدھے راستے سے واپس کر دیتے ہیں۔

ہمارے ممدوح قدرت نما حضرت شاہِ جیلاں رضی اللہ تعالیٰ عنہ مذکورہ شعر کے پورے طور پر مصداق ہیں، بلا شبہ آپ کو فضل الٰہی سے یہ قدرت ملی ہے کہ پھینکے گئے تیر کو واپس کر دیتے ہیں، نیز لوگوں کی تقدیر باذنِ الٰہی پلٹ دیتے ہیں۔ یہ وہ کلام ہے جسے علما و مشائخ خوب پڑھتے اور اولیائے کرام کی قدرت ثابت کرتے ہیں۔اس شعر کی روشنی میں شیدائے غوث اعظم حضرت مجدد اعظم محدّث بریلوی قدس سرہ العلی اکسیر اعظم میں یوں کہتے ہیں۔

۳۳۔ وہ جو کہتے ہیں ''اولیا کو خدا کی طرف سے قدرت حاصل ہے، وہ آدھے

راستے سے تیر کو لوٹا دیتے ہیں'' آپ وہی ہیں (اے غوث اعظم)

اصل شعر کو پڑھ کر بھی لذت و چاشنی پایئے۔

آنکہ گویند'' اولیا راہست قدرت از الٰہ   باز گردانند تیر از نیم راہ'' اینان توئی

غوث اعظم ہماری جان لینے والے اور جان بخشنے والے ہیں

۳۴/ویں شعر کے اجالے میں

درج ذیل کلام تصوف اور راہ سلوک میں قدم رکھنے والوں کے لیے ہے۔ اس راہ کے سالک فضلِ الٰہی سے پہلے فنا فی اللہ کی منزل پاتے ہیں یعنی پہلے خود کو یادِ خدا میں مٹاتے ہیں اور اس کی راہ میں کھو جاتے ہیں پھر عنایتِ ربانی مساعدت کرتی ہے تو وہ بقا باللہ کی منزل حاصل کر لیتے ہیں کہ پہلے فانی فی اللہ ہوئے پھر باقی باللہ۔ اور یہ حقیقت ہے کہ یہ سب مراتب و مناصب ہمارے پیرانِ پیر، روشن ضمیر، دستگیر، قطبِ ربانی، محبوبِ سبحانی حضرت غوث جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاہ عنا کے فیض سے حاصل ہوتے ہیں۔ ان ہی کے ذریعہ فنا کی منزل حاصل ہوتی ہے اور ان ہی کے ذریعہ بقا کا منصب ملتا ہے، لہٰذا ان ہی سے مرتے، ان ہی سے جیتے اور دوام و بقا کی زندگی گزارتے ہیں، اسی لیے حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے توسط سے فنا فی اللہ اور بقا باللہ کی منزل طے کرنے والے اور سیر فی اللہ کے منصب پر فائز ہونے والے قطبِ عالم مجدِّد اعظم امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ بارگاہِ غوثیت مآب میں یوں عرض کناں ہیں:

۳۴۔ ہم آپ ہی سے مرتے، آپ ہی سے جیتے اور دائمی زندگی گزارتے ہیں، جان لینے والے، جان بخشنے والے، جان کی پرورش کرنے والے آپ ہی ہیں۔ ہاں آپ ہی ہیں۔ اصل کلام ملاحظہ کیجئے۔

ازتو میریم و زییم و عیشِ جاویداں کنیم

جاں ستاں، جاں بخش، جاں پرورتوئی وہاں توئی ۱۰؎

اس شعر کے درج ذیل الفاظ ملحوظ خاطر رہیں۔

(۱) میریم۔ اس کا معنٰی ہے: ہم مرتے ہیں۔

(۲) جاں ستاں: وہ جان لینے والے ہیں۔

(۳) زِییم: ہم زندہ ہوتے ہیں۔

(۴) جاں بخش: وہ جان عطا کرنے والے ہیں۔

(۵) عیش جاویداں: دائمی زندگی۔

(۶) جان پرور: جان کی پرورش کرنے والے ہیں۔

اب مذکورہ شعر کے مفہوم کو شیدائے غوث الورٰی فانی فی اللہ، باقی باللہ امام احمد رضا کے نوکِ قلم سے دلنشیں کیجئے۔ وہ اس کی شرح کرتے ہوئے ''مجیر معظم'' میں رقم طراز ہیں:

۱۰؎ قُلتُ: ازتو میریم وزییم۔ الخ۔ اَقُولُ: بندہ جب ریاضت ومجاہدہ کے ذریعہ قلب کی صفائی اور دل کی ستھرائی کی کوشش کرتا ہے تو رحمتِ الٰہی عزوجل دستگیری فرما کر کے اسے اس مقام پر پہنچاتی ہے کہ غیر خدا اس کی نظر سے سب کے سب غائب

ہو جاتے ہیں، بس خدا عز وجل کو وہ دیکھتا ہے اور صرف اللہ تبارک وتعالیٰ کو جانتا ہے، یہاں تک کہ اس کی نگاہ سے خود اپنی ذات بھی گم ہو جاتی ہے۔اس مرتبہ کا نام فنافی اللہ ہے۔

پھر عنایت اور تربیتِ شیخ سے اس کے ظرف کو بڑی ہی عجیب و عظیم وسعت عطا ہوتی ہے،''رِجَالٌ لَّا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ'' (ایسے لوگ جنہیں اللہ کی یاد سے نہ کوئی تجارت غافل کرتی ہے، نہ کوئی خرید و فروخت) کا مظہر ہوتا ہے۔اس وقت اس میں باہمہ اور بے ہمہ رہنے کی توانائی آجاتی ہے اور عظیم تجلیات وارد ہونے کے باوجود اس کا ہوش وادراک بچا رہتا ہے۔یہ ولایت کی منزلوں میں سے پہلی منزل ہے،دل یار سے معمور، اغیار کی نظر سے مستور، مگر من وتو کی تمیز بدستور۔اس منزل کو مرتبہ''بقاباللہ'' کہتے ہیں۔

اس کے بعد غیر متناہی ترقیاں ہیں،فیضِ ازلی جس کو عطا ہو اور جہاں تک لے جائے، اس کو سیر فی اللہ کہتے ہیں۔

پہلا درجہ بمنزلۂ موت ہے کہ''مُوْتُوْا قَبْلَ اَنْ تَمُوْتُوْا''(موت سے پہلے موت اختیار کرو)اس جانب'' میریم (ہم مرتے ہیں)اور'' جاں ستاں'' (جان لینے والے) سے اشارہ ہے۔دوسرا درجہ بعد موت زندہ کے رنگ میں ہونا۔ ''اَوَمَنْ كَانَ مَيْتًا فَاَحْيَيْنٰهُ''(اور کیا وہ کہ مردہ تھا تو ہم نے اسے زندہ کیا)۔ (سورہ انعام سورہ نمبر ۶۔آیت نمبر ۱۲۲)۔

اس کی جانب لفظ ’’زیبم‘‘ (ہم زندہ ہوتے ہیں) اور لفظ ’’جاں بخش‘‘ (جان عطا کرنے والے سے اشارہ ہے۔ تیسرا مرتبہ ترقیِ حیات اور لگاتار حصول برکات ہے۔ یہ کلمۂ ’’عیش جاویداں‘‘ (دائمی زندگی) اور کلمۂ ’’جان پرور‘‘ سے مقصود ہے خلاصہ یہ کہ مریدوں کو یہ سب مراتب ومناصب حضرت ممدوح (غوث اعظم) رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فیض سے حاصل ہوتے ہیں۔

جان دے کر جاناں کو پایا

۳۵/ویں شعر کے آئینے میں۔

جان کی قیمت لقاے جاناں ہے اور لقاے جاناں جان کے عوض حاصل ہوا کرتی ہے، اور بہتوں کو حاصل ہوئی ہے۔ لقا کا معنیٰ ہے۔ ملاقات کرنا) دیدار حاصل ہونا، محبوب کا قرب حاصل ہونا۔ جاناں معشوق ومحبوب کو کہتے ہیں۔ گراں کا معنیٰ ہے، مہنگا۔ ارزاں کا معنیٰ ہے سستا۔ جان گراں اور مہنگی چیز ہے اور لقاے محبوب ارزاں اور سستی چیز۔ عاشق جان جیسی قیمتی چیز کو قربان کر کے لقاے جاناں حاصل کرتا ہے۔ چنانچہ عاشقِ غوث اعظم حضرت مجدد اعظم نے اپنی قیمتی جان کو دے کر لقائے محبوب حاصل کر لیا۔ بلفظ دیگر اپنی جان بیچی اور جان کے بدلے لقاے محبوب حاصل کی اور جانِ جاناں کو اپنی آغوشِ دل میں پالیا۔ اس منزل پر پہنچنے کے بعد بارگاہِ قادریت میں خراجِ عقیدت پیش کرتے ہوئے یوں نغمہ سنج ہوئے۔

۳۵۔ایک پرانی جان دے کرآپ جیسی جان کوآغوش میں پایا۔عجب کہ ہم کس قدر گراں ہیں۔اورآپ کیسے ارزاں ۱۱۔

اوراس کی شرح کرتے ہوئے ''مجیر معظم'' میں یوں رقم طراز ہیں:

۱۱۔قلت . (میں نے کہا) کہنہ جانے۔الخ۔اقول (میں کہتا ہوں) ''اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ ۔الاية۔(بےشک اللہ نے مسلمانوں سے ان کی جان اور مال خرید لیے ہیں اس بدلے پر کہ ان کے لیے جنت ہے۔(سورہ توبہ۔ سورہ۹۔آیت ۱۱۱)

جان سے گزرجا اور جاناں کو پالے۔''مَنْ قَتَلَتْهُ مَحَبَّتِىْ فَاَنَا دِيَتُهٗ'' (جسے میری محبت نے مارا، میں اس کا خون بہا ہوں)۔جان کی قیمت لقائے جاناں اورلقائے جاناں بعوض جان، یہ کس قدر گراں اور وہ کس قدر ارزاں۔

راقم السطور فقیر قادری نوری کہتا ہے کہ یہ مخفی نہ رہے کہ سیدنا حضور غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھوں اپنی جان و مال فروخت کر دینا یا ان کی رضا کے لیے خود کو قربان کر دینا حضرت رسول ہاشمی ﷺ کے ہاتھوں فروخت کرنا اور ان کی رضا کے لیے خود کو قربان کرنا ہے۔اور رسول اکرم ﷺ سے بیچنا اوران پر نثار ہونا، اللہ تعالیٰ سے خود کو فروخت کرنا اور اس کی راہ میں قربان ہونا ہے، کتنی پیاری اور مبنی برحقیقت بات کہی ہے عاشق صادق نے ''جان سے گزرجا اور جاناں کو پالے''۔

واضح رہے کہ دیت اور خون بہا کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ مثلاً کسی نے کسی کو خطاً قتل کر دیا یا قصداً قتل کر دیا مگر مقتول کے وارثین متعین مطابقِ شرع مال لینے کے لیے راضی ہو گئے تو اس مال کو دیت اور خون بہا کہتے ہیں۔ جس کا حاصل یہ ہوا کہ قاتل نے مال دے کر اپنی جان بچالی، وہ قتل کئے جانے سے بچ گیا۔ تو مذکورہ روایت میں یہ جو ذکر ہے کہ ''جس کو میری محبت نے قتل کیا تو میں اس کی دیت اور خون بہا ہوں'' اس کا مطلب یہ ہوا کہ جو رسول اکرم ﷺ یا حضور غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی محبت میں مرا قیامت کے دن وہ اس کی جان بخشی کروائیں گے اور جہنم سے نجات دلوائیں گے۔

غوث اعظم دریائے علم اور عالمِ سِرّ و عالمِ غیب ہیں

آپ کی نگاہ لوح محفوظ پر رہتی ہے ۳۶ رویں شعر کے اجالے میں

نبی کونین رسول اعظم ﷺ نبیؐ اُمّی بھی ہیں اور عالم اُمّی بھی، بلکہ ساری مخلوقات میں اعلم ہیں، کسی مخلوق کا علم ان کے برابر نہیں۔ اُمّی کا لغوی معنٰی ہے'' بے پڑھا لکھا'' اور آپ کا امی ہونا آپ کی اعلیٰ شان کو ظاہر کرتا ہے کہ ہر علم والا کسی نہ کسی سے پڑھا ہے یا پڑھتا ہے۔ مگر ہمارے آقا نے کسی مخلوق سے نہ پڑھا بلکہ آپ کو عالم الغیب والشھادۃ، علام الغیوب حضرت رب العزت نے تمام ظاہری و باطنی یعنی جمیع ماکان وما یکون کا علم سکھایا۔ قرآن میں خود ارشاد فرمایا۔ '' عَلَّمَکَ مَالَمْ تَکُنْ تَعْلَمُ '' (اے محبوب آپ کو اللہ نے وہ تمام علم سکھایا جو

آپ نہیں جانتے تھے۔) قرآن شریف میں آپ کی شان ''نبی امی'' کے الفاظ کے ذریعے بیان کی گئی ،جس کا معنٰی ہے بے پڑھے غیب کی بات بتانے والے۔بہر صورت رسول اعظم ﷺ عالمِ اُمّیِ ہیں اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایسا بحر العلوم بنایا کہ لقب امی ہے مگر علم کا دریا بہاتے ہیں۔اس عالمِ اُمّیِ نے ہمارے شیخ عبد القادر جیلانی قدس سرہ کو عطائے الٰہی سے اتنا عظیم علم دیا کہ ان کو ظاہری علوم پر بھی دسترس حاصل ہے اور باطنی علوم پر بھی۔یہاں تک کہ آپ اپنے نانا جان، عالم اُمّی ﷺ کی تعلیم سے عالمِ سِرّ و غائب ہیں یعنی ظاہر چیزوں کے جاننے کے ساتھ ساتھ پوشیدہ اور غائب چیزوں کے بھی جاننے والے ہیں۔

ہمارے ممدوح رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس قدر علوم ملے اور ایسی تعلیم ہوئی کہ اہلِ عشق و محبت آپ کے علوم پر حیرت کرتے ہوئے کلمۂ تحسین و مبارک باد پیش کرتے ہیں ۔ہاں ہمارے وہی ممدوح ہیں جن کی کتابیں فتوح الغیب وغیرہ پڑھنے کے بعد اذعان و یقین ہو جاتا ہے کہ آپ علوم و فنون کے سمندر ہیں۔آپ جب خطبہ و وعظ فرماتے تو علم کا دریا بہا دیتے تھے ۔ جیسا کہ کتاب مستطاب بہجۃ الاسرار شریف اور آپ کے خطبات کے مجموعوں کو پڑھنے سے بخوبی اندازہ ہو جاتا ہے۔آپ نے صرف ایک نظر اپنے محبّ و عاشق امام احمد رضا محدِّث بریلوی پر ڈال دی تو انہیں علوم و فنون کا بحر ذخار، ایک ہزار سے زائد کتابوں کا مصنف، وقت کا مجدّ دِ اعظم ،فقیہِ اعظم ،مفتیِ اعظم ،محدِّث اعظم اور قطبِ عالم بنا دیا۔

امام احمد رضا آپ کے تبحر علمی سے متأثر ہو کر، آپ کے علوم پر حیرت و آفریں اور

استعجاب کا اظہار کرتے ہوئے اکسیر اعظم میں یوں کہتے ہیں۔

۳۶۔ عالمِ اُمّی نے آپ کو کتنی عجیب تعلیم دی ہے ۱۲

آپ کے علوم پر حیرت و آفریں![۱] آپ پوشیدہ اور غائب کے جاننے والے ہیں۔اور ''آپ عالمِ سِرّ وغیب یعنی پوشیدہ اور غیب کو جاننے والے ہیں'' کی شرح کرتے ہوئے ''مجیر معظم'' میں یوں تحریر فرماتے ہیں،

۱۲ قلت : سر و غائب داں توئی ۔اقول: حضرت ممدوح حضور غوثِ پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں ؛ میرے رب کی عزت وجلال کی قسم ! نیک بختوں اور بد بختوں کو مجھ پر پیش کرتے ہیں ، میری نظر لوح محفوظ کو ہمیشہ دیکھتی رہتی ہے، میں دریائے علم و مشاہدۂ حق میں غوطہ زن ہوں ، میں تم پر خدا کی حجت ہوں ، میں زمین پر پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا نائب اور وارث ہوں ۔اور فرماتے ہیں ''رضی اللہ تعالیٰ عنہ'' میں امور خلق سے ماورا ہوں ، میں تمہاری عقلوں سے ماورا ہوں ،تمام مردانِ حق جب قضا وقدر تک پہنچتے ہیں، رک جاتے ہیں، مگر جب میں وہاں پہنچا تو میرے لیے ایک روزن کھول دیا گیا۔ ''وَنَازَعْتُ اَقْدَارَ الْحَقِّ بِالْحَقِّ لِلْحَقِّ''۔مرد وہی ہے کہ منازعِ اقدار ہو، نہ وہ کہ صرف موافق رہے۔

(۱) لوحش اللہ۔بفتح لام و فتح حائے مہملہ۔در اصل لا اوحشہ اللہ بود، و معنٰی آں: وحشت نہ دہد او را اللہ تعالیٰ۔فارسیاں در وقت تعظیم و استعجاب بمعنٰی خواہش و تحسین استعمال کنند، چناں کہ گویند: بر روئے فلاں صد لوحش اللہ، ای صد آرزو و تحسین۔از بہار عجم و رشیدی۔غیاث اللغات۔چشم بد دور خسروانہ شکوہ لوحش اللہ عارفانہ کلام دیوان غالب (حصۂ قصائد)

گدائے سرکار قادری کہتا ہے۔ یہاں ان آیات کو نظر میں رکھنا چاہیے۔

(۱)وَ ذَا النُّوْنِ اِذْ ذَّهَبَ مُغَاضِبًا (اور ذوالنون کو یاد کرو، جب چلا غصہ میں بھرا۔ (سورہ انبیا۔ س ۲۱، آیت ۸۷)

(۲) حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے متعلق یہ ارشاد: یُجَادِلُنَا فِیْ قَوْمِ لُوْطٍ (ہم سے قوم لوط کے بارے میں جھگڑنے لگا۔ ھود۔ س ۱۱، آیت ۷۴)

(۳) حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ کہنا: اَتُهْلِكُنَا بِمَا فَعَلَ السُّفَهَاءُ مِنَّا (تو کیا ہمیں اس کام پر ہلاک فرمائے گا جو ہمارے بے عقلوں نے کیا۔ (اعراف س ۷، آیت نمبر ۱۵۵) اور سیدِ عالم تو خود سید عالم ہیں۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آیت کریمہ: وَلَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى (اور بے شک قریب ہے کہ تمھارا رب تمھیں اتنا دے گا کہ تم راضی ہو جاؤ گے۔ والضحیٰ س ۹۳، آیت نمبر ۵) نازل ہونے کے بعد فرمایا: اِذَنْ لَا اَرْضٰى وَوَاحِدٌ مِّنْ اُمَّتِیْ فِی النَّار ؎۲

؎۲ اسے مسند الفردوس میں حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے۔ اور ابو نعیم کی حلیۃ الاولیا میں اس کا شاہد موقوفاً آیا ہے، اور معلوم ہے کہ ایسے مقام میں موقوف کے لیے بھی مرفوع کا حکم ہے۔ یہاں ''مواہب لدنیہ'' میں جو لغزش ہوئی ہے علما نے اس کا رد کیا ہے۔ دیکھو شرح زرقانی اور والد ماجد قدس سرہ کی کتاب ''سرور القلوب فی ذکر المحبوب''۔ منہ رحمہ اللہ تعالیٰ۔

(تب تو میں راضی نہ ہوؤں گا اگر میرا کوئی بھی امتی دوزخ میں رہ جائے گا۔) واللہ تعالیٰ اعلم۔

اور فرماتے ہیں۔رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔تم پر قسم ہے کہ جب میرا کلام سنو تو ''صدقت'' (آپ نے سچ فرمایا) کہو اس لیے کہ میں ایسے یقین سے بات کرتا ہوں جس میں کوئی شک نہیں۔ جب کہلواتے ہیں اس وقت کہتا ہوں، دیتے ہیں تو بانٹتا ہوں، حکم دیتے ہیں تو تعمیل کرتا ہوں، میری باتوں کو جھٹلانا تمہارے دین کے لیے زہر قاتل اور تمھاری دنیا و آخرت کی بربادی کا سبب ہے، میں شمشیر زن ہوں، میں قتال ہوں، تم میرے سامنے شیشوں کی طرح ہو کہ جو کچھ تمہارے دل میں ہے میں دیکھ رہا ہوں، علما نے یہ سب کلمات اپنی تصانیف میں باسانید معتمدہ حضرت قادریت سے روایت کئے ہیں، تو تصدیق کرنے والوں کے لیے سعادت و فیروز مندی ہے اور جھٹلانے والوں کے لیے ہلاکت و بربادی۔شعر کا ترجمہ:

اور میں کہتا ہوں: اے میرے شیخ! بخدا آپ نے سچ فرمایا! خدا کی قسم آپ سچے ہیں، آپ سے سچ کہا گیا ہے۔

حضرت غوث اعظم کی ترقیوں کا ذکر

آپ پاک ہیں اور اونچا سفر فرمانے والے، ۳۷ رویں اور ۳۸ رویں شعر کی روشنی میں

شہبازِ لامکانی حضرت محبوب سبحانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہمارے دل و جان کے قبلہ ہیں، آپ آب و گل یعنی پانی اور مٹی میں ہونے اور ان دونوں کی آلودگی

سے پاک ہیں، کیونکہ غوث پاک اور دیگر پاک حضرات آب و ِگل سے ضرور ہیں مگران کی آلودگی سے پاک، ان میں ملنے سے پاک ہیں، لہٰذا جس بدطینت نے کہا کہ ''نبی کریم مر کر مٹی میں مل گئے'' اس نے نبی کریم ﷺ کی توہین کی اور وہ گستاخ رسول ٹھہرا۔ ہم سنیوں کو اللہ تعالیٰ ہمیشہ توہینِ رسول سے بچائے اور اپنی اور اپنے رسول بلکہ اپنے سارے محبوبوں کی بارگاہوں کا مؤدب رکھے۔ بہر صورت سیدنا غوث اعظم رسول اکرم ﷺ کی آل اور آپ کے اہل بیت کرام کے شہزادے ہیں اور اہل بیت کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے خوب پاک وستھرا کیا ہے، جس کا تذکرہ آیتِ تطہیر میں ہے۔ اس آیت سے شہزادۂ اہل بیت ہونے کے سبب حضرتِ غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بھی پاک وستھرا ہونے کا پتہ ملتا ہے۔

حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فضلِ مولیٰ تعالیٰ سے مقامِ غوثیتِ کبریٰ پر فائز ہوکر عظیم الشان اور محیّر العقول خرقِ عادات وکرامات دکھانے والے ہیں، حتیٰ کہ قصرِ خاص سے بالاتر رختِ سفر لے جانے والے ہیں۔ تو اس ولایت وغوثیت کے ساتھ متصف ہونے کے سبب بھی آپ کا پاک ومحفوظ ہونا ثابت ہے۔

آپ کی تیز روی بھی عجیب شان والی ہے، آپ ایسے شہ سوار ہیں کہ پہلے ہی قدم میں زمین وآسمان سے صاف باہر نکل گئے۔ اور کیوں نہ ہو جب کہ آپ شریعت، طریقت، حقیقت، معرفت اور سیر فی اللہ کے معاملے میں صرف تیز رو

گھڑسوار و شہ سوار نہیں ہیں بلکہ باز اشہب اور شہباز لامکانی ہیں، آپ کے ان اوصاف و کمالات کا ذکر کرتے ہوئے تاجدارِ ولایت امام احمد رضا قدس سرہ یوں زمزمہ خواں ہوئے۔

۳۷۔شعر کا ترجمہ: اے جان و دل کے قبلہ! تم آب و گل میں آلودہ ہونے سے پاک ہو(۱۳) قصر خاص سے بالاتر رخت سفر لے جانے والے تم ہو۔

۳۸۔ میرے شہ سوار! تمہاری تیز روی عجیب ہے! پہلے ہی قدم میں زمین و آسمان سے صاف باہر نکل گئے۔

اوران کے پاک ہونے کو رضا بریلوی قول نمبر۱۳ کی درج ذیل عبارت سے ثابت کرتے ہیں، ملاحظہ ہو:

''۱۳ قلت: پاکی زلوث الخ۔اقول: لِيُذْهِبَ عَنكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَ يُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا (اوراللہ تو یہی چاہتا ہے اے نبی کے گھر والو! کہ تم سے ہرناپاکی دور فرمادے اور تمہیں پاک کرکے خوب ستھرا کردے۔احزاب س۳۳، آیت نمبر۳۳)''

پاک حضرات آب و گل سے ہیں، آب و گل میں نہیں۔آلودگی جاتی رہی، غوثیت آگئی، اَجسادُنا اَرواحُنا (ہمارے اجسام ہماری روحیں ہیں) یہی وجہ ہے کہ ان کا بدن وہ کام کرتا ہے کہ دوسروں کی روحیں اس کی حقیقت تک نہیں پہنچتیں۔یہ سب جن کو خرقِ عادت کہتے ہو تمھارے لیے خرق ہے اوران کے لیے

عادت،سبحان اللہ! کُنتُ سَمعَهٗ وَ بَصَرَهٗ وَ یَدَهٗ وَرِجلَه‘ (میں اس کا کان، آنکھ، ہاتھ، پاؤں ہو جاتا ہوں) پانی کون اور مٹی کہاں سے؟ اگر جانتے ہو چپ رہو، اور اگر نہیں جانتے تو شور وشغب نہ کرو۔‘‘

آپ بلبل ہیں اور بازِ اشہب وشہبازِ لامکانی کہ عرش کے اوپر لامکاں پہنچے۔

۳۹/ویں و ۴۰/ویں شعر کے آئینے میں

شہباز اور باز اشہب ایسا پرندہ ہے جو بہت قوی ہوتا ہے اور تیز اڑتا ہے، حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ راہ سلوک میں اتنا اعلیٰ مقام رکھتے ہیں کہ باز اشہب کی طرح قوی اور اونچی اڑان والے ہیں بلکہ اس سے بالاتر ہیں۔ اسی لیے عالمِ ملکوت یعنی آسمان میں اور فرشتوں کے درمیان آپ کا نام بازِ اشہب ہے، آپ کو ولایت وقطبیت اور غوثیت کا پر اور قوتِ پرواز ایسی بخشی گئی کہ قربِ الٰہی میں عرش سے بھی آگے بڑھے اور لامکاں پہنچ گئے۔ بہت سے سالکین اور اولیا برسوں مجاہدہ اور عبادت وریاضت میں رہے، مگر ولایت کے میدان میں دوڑ لگانے والا ان سب کا گھوڑا ابھی زیرِ مہمیز [1] ہے، منزل مقصود تک نہ پہنچ سکا۔ مگر آپ کی

---

[1] زیر:۔ نیچے تحت۔ مہمیز:۔ وہ خاردار پھرکی جو سواروں کے جوتوں کی ایڑی میں گھوڑوں کو ایڑ کرنے کے لیے لگی ہوتی ہے۔ مہمیز کرنا: ایڑ لگانا۔ گھوڑے کو ایڑ لگا کر چلانا۔ (فیروز اللغات)

شان یہ ہے کہ ولایت کے گھوڑے کی لگام جوں ہی ہاتھ میں لی کہ فوراً سرحدِ امکان پر پہنچ گئے۔

حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام عندلیب و بلبل بھی ہے

بلبل: نہایت خوش آواز پرندہ ہوتا ہے۔(عندلیب کا چہچہانا اور لوگوں کو خوش کر دینا بہت مشہور ہے) حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نہایت خوش آواز، ترنم ریز اور لوگوں کو خوشی و مسرت میں لا دینے والے بلبل ہیں۔اور سرحدِ امکان سے مراد یہ ہے کہ حضور غوث اعظم اپنی ذات سے فانی اور حق تعالیٰ کے ساتھ باقی ہو گئے طوطی مدح خواں امام احمد رضا خاں یوں زمزمہ خواں ہیں:

۳۹۔(اے غوث اعظم) اگر پر و پرواز بخشا ہوا کوئی فرد عرش سے بھی اوپر گیا ہے، تو وہ قوی پر باز اشہب، صاحب پرواز آپ ہیں ۱۴؎

۴۰۔ برسوں گزر گئے، سالکوں کا گھوڑا ابھی زیر مہمیز ہے، اور آپ نے ادھر لگام ہاتھ میں لی کہ ادھر سرحد امکان پر پہنچے ۱۵؎

اس کے تحت مجیر معظم میں خامہ فرسا ہیں: ملاحظہ ہو قول نمبر ۱۴/۱۵/

۱۴؎ قلت : آں قوی پر الخ۔ اقول: باز اشہب وہ ہے جس کی سیاہی سپیدی کے ساتھ ہو۔اس رنگ کا باز بہت قوی ہوتا ہے۔حضرت ممدوح رضی اللہ تعالیٰ عنہ قصیدۂ مبارکہ میں فرماتے ہیں: شعر

اَنَا بُلْبُلُ الْاَفْرَاحِ اَمْلُوْ دَوْحَهَا

طَرَبًا وَ فِیْ الْعُلْیَا بَازِ اَشْهَبُ

(میں مسرتوں والا بلبل ہوں ،فرحتوں کے درختوں کومسرت وشادمانی سے بھردیتاہوں،اور میں عالم بالا میں باز اشہب ہوں)

سیدی عقیل منجی قدس سرہ سے لوگوں نے کہا عبدالقادر نامی ایک عجمی سید، فاطمی جوان ہے جو بغداد میں شہرت یافتہ ہے۔فرمایا: وہ زمین میں جتنا مشہور ہے اس سے زیادہ آسمان میں مشہور ہے، بڑی قدرومنزلت والا جوان ہے۔ملکوت میں اسے باز اشہب کہتے ہیں۔

۱۵؎ قلت: آں سوئے امکان۔ اقول :یعنی اپنی ذات سے فانی اورحق کے ساتھ باقی جیسا کہ حدیث قدسی'' لَا یَزَالُ عَبْدِیْ ''میں اس جانب اشارہ ہے۔

غوث اعظم ''سِرٌّ لَا یُدْرَکُ ''ہیں یعنی رازِنامعلوم

۴۱تا۴۳رویں شعر کے آئینے میں

حضورغوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ سرِّ پنہاں،''سِرٌّ لَا یُدْرَکُ ''ہیں،یعنی وہ راز وبھید ہیں جو بڑے بڑے اولیا کی عقل وعلم سے ماوراہیں،آپ نے خودفرمایا،اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایاہے''وَیَخْلُقُ مَالَا تَعْلَمُوْنَ ''(اوراللہ ایسی مخلوق پیدا فرمائے گا جسے تم نہیں جانتے)حضورغوث اعظم نے یہ بھی فرمایا ''وَاَنَا مِمَّا لَا تَعْلَمُوْنَ''(اورمیں انہیں میں سے ہوں جن کوتم نہیں جانتے ہو)

آپ کی شان کو طوطیِ نغمہ سرا رضاؔ بریلوی کی زبانی سماعت کیجیے، رقم طراز ہیں، (ترجمہ از فارسی)

۴۱/ویں شعر کا ترجمہ:۔(اے غوث اعظم) آپ کی یہ شکل کیسے؟ آپ تو ایک سایۂ برتر ہیں (ظل الٰہی/سایہ الٰہی ہیں) مگر مخلوق کے انداز کی ایک صورت اختیار کر لی ہے ۱۶؎

۴۲۔ یا شاید آئینۂ غیب نے اس طرف رخ کر لیا، اس میں مخلوق کا عکس جوش زن ہے، اس لیے دیکھنے میں آپ ان ہی کی طرح لگتے ہیں۔

۴۳۔ یا آپ ایک الگ نوع ہیں، مگر وہ نوع بھی بشر ہی کے نام سے موسوم کر دی گئی ہے اور اگر آپ اسی معروف نوع انسانی سے ہیں تو اس نوع انساں پر تعالی اللہ! (برتر ہے اللہ۔ یعنی اس پر بڑا تعجب ہے)

واضح رہے کہ مذکورہ شعر کے ترجمہ میں مخلوق سے مراد مخلوقِ بشر ہے۔ جیسا کہ ظاہر و واضح ہے۔ (نوری)

اب لگے ہاتھوں مذکورہ تینوں اشعار کے معنٰی و مراد بھی سمجھ لیجئے۔ رضاؔ بریلوی قدس سرہ رقم طراز ہیں۔

۱۶؎ قُلْتُ: ایں چہ شکل است۔ اَقُوْلُ: شاعر تعجب میں مبتلا ہے اور حیرت زدہ ہے کہ حضرت ممدوح کی جو شکل ہے وہ تو بظاہر ان ہی انسانوں کی شکلوں کے مشابہ ہے ۔مگر ان کا باطنِ پاک تو اس سے بہت بلند و برتر ہے کہ کسی وہم کا ہاتھ اس کے دامنِ ادراک تک رسائی پائے، ایسا لگتا ہے کہ یہ ذات پاک جنس بشر سے نہ ہو بلکہ سایۂ الٰہی نے مخلوق کی ہدایت و موانست کے لیے بشر کے انداز کی ایک صورت اپنا لی ہو،

جیسا کہ فرمایا گیا ہے:

وَلَوْ جَعَلْنٰهُ مَلَكًا لَّجَعَلْنٰهُ رَجُلًا وَّلَلَبَسْنَا عَلَيْهِمْ مَا يَلْبِسُوْنَ (اگر ہم اسے فرشتہ بناتے جب بھی اسے مرد ہی بناتے اوران پر وہی شبہ رکھتے جس میں اب پڑے ہیں۔انعام،س٦ آیت:٩)

یا ہوسکتا ہے کہ آئینۂ جمالِ ازل نے اس جانب رخ کیا ہواور صاف و شفاف ہونے کی وجہ سے اس میں مخلوق کا عکس نمودار ہوگیا ہو،اس لیے نظر خطا کرتی ہے اور گمان ہوتا ہے کہ یہ شکل آئینے کی شکل ہے،حالانکہ ایسا نہیں بلکہ مخلوق کے مقابل ہونے کی وجہ سے اس کا ایک عکس آگیا ہے۔

پھر حیرت زدہ شاعر تنزل کی طرف مائل ہوتا ہے اور کہتا ہے کہ اگر یہ سب نہ ہوتو کم سے کم اتنا ضرور ہے کہ تم ان مردوں کی مجانست سے بالاتر ہو،شاید اس نوع دیگر کو بھی،جو اس نوع معہود سے زیادہ لطیف وشریف ہے،بشر کا نام دے دیا گیا ہے۔یا اگر فی الواقع جناب ممدوح اسی نوع سے ہیں تو ہزاروں عجب اس قوم پر جس میں آں ممدوح جیسی ہستی پیدا ہوئی۔

حضرت ممدوح رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:اے مشرق ومغرب کی زمین میں رہنے والو!اوراے آسمان والو!حق جل وعلا فرماتا ہے:

وَيَخْلُقُ مَالَا تَعْلَمُوْنَ (اور خدا وہ پیدا فرمائے گا جو تم نہیں جانتے نحل س١٦، آیت ٨) میں ان ہی میں سے ہوں جنہیں تم نہیں جانتے۔بہجۃ الاسرار میں یہ کلام شیخ عثمان صریفینی اور شیخ عبدالحق حریمی رحمہما اللہ تعالیٰ کی روایت سے مذکور ہے۔

یہی وجہ ہے کہ میں نے عنوان رکھا تھا ''فِیْ کَوْنِہٖ. رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ . سِرًّا لَا یُدْرَکُ ''۔(حضرت ممدوح رضی اللہ تعالٰی عنہ کے ''سِرِّ نامعلوم '' ہونے کا بیان)۔سبحٰن اللہ! جب افلاک والوں کو معلوم نہیں تو یہ زمین والے کیا بتائیں گے۔

غوث اعظم کمالاتِ ظاہر وباطن کے جامع ہیں،

آپ چمنِ معرفت کی بہار اور بارشِ شریعت کے بادل ہیں

۴۴رویں شعر کی روشنی میں

حضور غوثِ اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کمالات ظاہر و باطن کے جامع ہیں، اس مدعٰی کے ثبوت پر ہر دور کے اولیائے کرام اور مشائخ عظام کی شہادتیں تواتراً منقول ہیں، جن پر کتاب مستطاب بہجۃ الاسرار، قلائد الجواہر، نفحات الانس، زبدۃ الاسرار اور اخبار الاخیار وغیرہا شاہد عدل ہیں۔

اور یہ بھی محقق و مسلم ہے کہ آپ شریعت و طریقت دونوں کے مجمع وسنگم ہیں، آپ کے داہنے ہاتھ میں شریعت کا سمندر ہے اور بائیں ہاتھ میں طریقت کا۔ آپ جب چاہیں، جس سمندر سے پانی لیں۔اور حقیقت و معرفت میں تو آپ اپنا ثانی نہیں رکھتے، بے مثال و بے نظیر ہیں۔ آپ کے چہرۂ مبارک سے شریعتِ مطہرہ برستی اور اس کی جو بارش ہوتی ہے، انسان اور دیگر مخلوقات کے لیے حیات بخش ہے۔اور آپ کے پہلوے مبارک سے عرفان و معرفت کے پھول کھلتے ہیں اور پھولوں کا چمن دوسروں کو فیض یاب کرتا ہے۔اس طرح آپ معرفت جیسے پھول جو شریعت کی بارش سے اگتا ہے، اس کی بہار ہیں اور شریعت جو بارش

ہے اوراس کی حیات بخش ہے،اس کو برسانے والے بادل آپ ہیں ، بلفظ دیگر آپ چمنِ معرفت کی بہار بھی ہیں اور بارانِ شریعت کا ابر بھی،آپ دونوں کے سنگم ہیں، مجمع البحرین ہیں، رضؔا بریلوی قدس سرہ العلی کہتے ہیں۔

۴۴/ویں شعر کا ترجمہ:۔شریعت آپ کے چہرے سے برستی ہے اور معرفت آپ کے پہلو سے چمکتی ہے،آپ اس گل کی بہار بھی ہیں اور اس بارش کا ابر بھی۔۱۷ (آپ گلستانِ معرفت کی بہاراور بارانِ شریعت کا ابر دونوں ہیں)۔

ذرا مذکورہ معنٰی کی لطافت و دل کشی بھی ملاحظہ کر لیجئے ،رضا بریلوی قدس سرہ اس کی وضاحت کرتے ہوئے قول نمبر ۱۷/ کے تحت لکھتے ہیں:۔

۱۷۔قلت: شرع از رویت۔الخ۔اقول :اس شعر کی لطافت عیاں ہے۔اس میں کئی مناسبتیں جمع ہیں (۱) شرع کی مناسبت رخ سے (۲) عرفان و معرفت کی مناسبت پہلو سے ۔(۳) شریعت کی مناسبت بارش سے، جو آسمان سے آتی ہے اور حیات بخش ہوتی ہے (۴) معرفت کی مناسبت گل (پھول) سے جو بارش سے اگتا ہے اوراس کا ثمرہ ہوتا ہے۔

علوم قرآنی اور آپ کا علمی مقام

آپ دین کی شرح ہیں۔۴۵/ویں شعر کے آئینے میں

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ سیدنا شیخ عبد القادر جیلانی بغدادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بہت پیار و محبت اور عشق و وارفتگی کے ساتھ یاد کرتے ہیں نیز

چاند سے یاد کرتے ہیں، اس لیے کہ آپ روشنی پھیلانے والے چاند ہیں اور نہایت حسین وجمیل اور وجیہ۔ اور جس طرح پیار ومحبت سے معشوق کو کبھی کہا جاتا ہے کہ اپنے رخ سے پردہ ہٹاؤ اور جلوہ دکھاؤ کہ تم اس اس خوبی کے مالک ہو اور کبھی کہا جاتا ہے کہ چہرہ چھپاؤ کہ تیرا حسن نہایت قیمتی ہے۔ اسی انداز میں امام احمد رضا قدس سرہ کی زبانی سیدنا غوث صمدانی کے علمی مقام اور کمالات ظاہری و باطنی کو ملاحظہ کیجئے۔ اکسیر اعظم میں نغمہ سرا ہیں:۔

۴۵۔ اپنے رخ سے پردہ ہٹایئے اے چاند! اس لیے کہ آپ دین کی شرح ہیں۔ چہرہ چھپایئے اے محبوب! اس لیے کہ آپ باطن قرآن کے رازِ نہاں ہیں[۸] اور اس کی شرح کرتے ہوئے مجیر معظم کے قول نمبر ۱۸ میں یوں لکھتے ہیں:

۱۸۔ قلت : رمز باطن قرآں۔ اقول: قرآن عظیم کے سات بطن ہیں، ہر ایک دوسرے سے زیادہ نازک اور باریک ہے۔ علم ظاہر کی رسائی بس پہلے درجے تک ہے۔ اس میں بھی بہت عظیم تفاوت ہے۔ اور علوم اولیا کی رسائی تین درجوں تک ہے۔ ان درجات میں وہ سب مندرج ہے جو ہو چکا اور ہونے والا ہے۔ ارشاد ہے: وَلاَ رَطْبٍ وَّ لاَ یَابِسٍ اِلاَّ فِیْ كِتٰبٍ مُّبِیْنٍ (نہ کوئی تر ہے نہ کوئی خشک مگر ایک روشن کتاب میں لکھا ہوا ہے۔ انعام س ۶، آیت نمبر ۵۹)

یہی وجہ ہے کہ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں اگر ہماری رسی کا ٹکڑا گم ہو جائے تو اسے قرآن سے تلاش کرتے ہیں۔ یعنی قرآن بتا

دیتا ہے کہ فلاں جگہ ہے، انہی درجات کے علم سے یہ بھی ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا: اگر میں چاہوں تو سورہ فاتحہ کی تفسیر سے ستّر (۷۰) اونٹوں پر بار کردوں اوران درجات کی انتہا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا علم ہے، ان کے وصف میں مذکور ہے: **وَکَانَ اَبُوْ بَکْرٍ اَعْلَمَنَا** [۱] (ابوبکر ہم میں سب سے زیادہ علم والے تھے)۔ان درجات سے آگے چار درجات اور ہیں جہاں علما در ماندہ ہیں اور علوم گم ہیں بجز علمِ خدا اور رسول ﷺ۔اور **وَیَخْلُقُ مَالَا تَعْلَمُوْنَ** (اور خدا وہ پیدا فرمائے گا جو تم نہیں جانتے) میں جو رمز پوشیدہ ہے اسی سے ہمارے غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔

غوث اعظم قطب الاقطاب اور جہانِ معرفت کے محیط ہیں

۴۶رویں شعر کے آئینے میں

حضور غوث اعظم قدس سرہ صرف قطبِ جنوب اور قطب شمال ہی نہیں بلکہ قطب الاقطاب ہیں، صرف غوث نہیں، غوث الاغواث اور غوث اعظم ہیں، آپ کے ماتحت ابدال، بُدَلا، نجبا اور تمام اغواث و اقطاب ہیں۔اسی لیے فرمایا گیا کہ سرکار غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ قطب الوریٰ بھی ہیں، اور قطبیت سے ارفع و اعلیٰ بھی۔وہ ضرور جہانِ معرفت کے محیط ہیں۔

---

[۱] اسے امام بخاری نے بسر بن سعید سے، انہوں نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔منہ رحمہ اللہ۔

یعنی آپ معرفتِ الٰہی کے وہ فلک اعظم ہیں جس میں کوئی ستارہ نہیں اور معرفت کے ایسے آسمان ہیں جو سارے جہانوں کا احاطہ کیے ہوئے ہے، محیط کا معنٰی ہے: احاطہ کرنے والا، گھیرنے والا، جو کسی کو گھیرے ہوئے ہو، دائرے کا گول خط جو دائرے کا احاطہ کیے ہو۔

محیطِ عالم: فلک اطلس کو کہتے ہیں، جو ستاروں سے یکسر خالی ہے۔ یعنی نواں آسمان، جس میں کوئی ستارہ نہیں اور اس کو فلک اعظم اور فلک الافلاک بھی کہتے ہیں، بہرصورت سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ جہانِ معرفت کے محیط ہیں، اسی لیے رضؔا بریلوی نے شعر میں یوں کہا ہے ''محیط عالم عرفاں توئی'' (یعنی عالم عرفان اور جہان معرفت کے محیط آپ ہیں) اب دیکھئے کہ شہباز لا مکانی حضرت غوث اعظم جیلانی کیسے قطب الاقطاب بھی ہیں اور جہان معرفت کے محیط بھی! طوطی نغمہ سرا امام احمد رضا قدس سرہ الاعلیٰ اکسیر اعظم میں کہتے ہیں:

۴۶۔ آپ قطب جنوب بھی ہیں اور قطب شمال بھی، نہیں میں نے غلطی کی، (۱۹) آپ جہان معرفت کے محیط ہیں (۲۰)

اور اس کی شرح فرماتے ہوئے ''مجیر معظم'' میں رقم طراز ہیں:

۱۹ قلت: نے غلط کردم، الخ۔ اقول: حضرت سے منقول ہے کہ آپ نے فرمایا رضی اللہ تعالیٰ عنہ: نظم

قالت الاولیاء جمعا بعزم انت الاقطاب علیٰ جمیع الانام

قلت کفوا ثم اسمعوا نص قولی　انما القطب خادمی و غلامی
کل قطب یطوف با لبیت سبعا　　وان البیت طائف بخیامی

تمام اولیا نے جزم کے ساتھ کہا کہ آپ تمام مخلوق کے قطب ہیں۔ میں نے کہا توقف کرو پھر میری صاف بات سنو، قطب تو میرا خادم اور غلام ہوتا ہے، ہر قطب سات بار خانۂ کعبہ کا طواف کرتا ہے، اور میں وہ ہوں کہ خانۂ کعبہ میرے خیموں کے گرد طواف کرتا ہے۔ کذا نقلوا (بیان کرنے والوں نے ایسا ہی نقل کیا) اور شک نہیں کہ سرکار غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ قطب الوریٰ بھی ہیں اور قطبیت سے ارفع واعلیٰ بھی، جیسے صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ صدیق اکبر بھی ہیں اور صدیقیت سے برتر و بالا بھی، جیسا کہ امام اجل محی الدین ابن العربی قدس سرہ نے تصریح فرمائی ہے۔

۲۰؎ قلت: محیط عالم عرفاں توئی۔ اقول: سیدنا رضی اللہ تعالیٰ عنہ انسانوں، جنوں اور فرشتوں کے مشائخ کا ذکر کرکے فرماتے ہیں۔ ''میرے اور ساری مخلوق کے مشائخ کے درمیان آسمان و زمین کا فاصلہ ہے، مجھے کسی پر قیاس نہ کرو، اور میری طرف کسی کو نسبت نہ دو''۔ تو جو مشائخِ آسمان کا بھی آسمان ہو وہ یقیناً عرشِ اعظم اور محیطِ عالمِ ولایت وعرفان ہوگا۔

آپ عرش اعظم ہیں اور اہل تمکین واہل تلوین کے بادشاہ

۴۷ رویں شعر کے اجالے میں

راقم الحروف کہتا ہے کہ اہل تمکین ان اولیائے کرام کو کہتے ہیں جو صاحبانِ استقامت ہوں، یعنی ایک حال پر قائم وثابت ہوں۔

یہ ثابت ستاروں کی طرح ہیں جو ایک ہی مقام پر ثابت و برقرار ہیں، اور اولیا کی ایک قسم اہل تلوین ہے، یہ وہ اولیائے کرام ہیں جو ایک حال سے دوسرے حال میں گردش کرتے رہتے ہیں، یہ آسمان کے سیاروں کی طرح ہیں جیسے آفتاب کے گرد گھومنے والے سات ستارے سیارے کہلاتے ہیں، جیسے زحل، مریخ، مشتری، عطارد وغیرہا ایک ہی حال پر نہیں رہتے، اسی طرح اہل تلوین اولیاے کرام ایک حال سے دوسرے حال میں گردش کرتے رہتے ہیں، ثابت ستارے سب کے سب فلک بروج میں ہیں، اور سات سیارے نیچے کے سات آسمانوں میں ہیں جیسا کہ علم ہیأت والوں کا کہنا ہے، مداح غوث اعظم امام احمد رضا کا کہنا ہے کہ اے غوث اعظم آپ وہ بلند شان فلک وآسمان ہیں کہ اہل تمکین اولیاے کرام جو آٹھویں فلک بروج میں رہنے والے ثابت ستاروں کی طرح اور اہل تلوین اولیاے کرام جو اس کے نیچے سات افلاک میں رہنے والے سیاروں کی طرح ہیں، ان دونوں قسم کے اولیاے کرام آپ کے ماتحت وتابع ہیں اور آپ ان دونوں گروہ کے بادشاہ ہیں، آپ کا رتبہ اس قدر بلند وبالا ہے کہ آسمان ہی نہیں بلکہ آپ عرشِ

اعظم ہیں ۔(عرش اعظم کی طرح آپ کا مقام ومرتبہ بلند و بالا ہے) زمزمہ خوانِ غوث اعظم حضرت مجدد اعظم نے ''اکسیر اعظم'' میں کیا خوب زمزمہ خوانی کی ہے۔کہتے ہیں۔

۴۷۔ (یا غوث اعظم) ثابت اور سیارہ دونوں آپ کے اندر ہیں اور آپ عرش اعظم ہیں۔آپ اہل تمکین اور اہل تلوین دونوں کے بادشاہ ہیں۔ ۲۱

یہاں ایک غرابت و حیرت کا مقام ہے،اس کی وجہ کی وضاحت فدائے غوث الوریٰ امام احمد رضا نے اس کی شرح مجیر معظم میں فرمائی ہے، ملاحظہ ہو قول ۲۱

۲۱ قلت: ثابت وسیارہ الخ ۔اقول: اہل تمکین وہ اولیا جو صاحبانِ استقامت ہیں، یہ حضرات ثوابت کے مشابہ ہیں، اہل تلوین وہ حضرات ہیں جو ایک حال سے دوسرے حال میں گردش کرتے رہتے ہیں، یہ سیاروں کی طرح ہیں، وجہ حیرت و غرابت یہ ہے کہ اوپر والے شعر میں حضرت ممدوح کو محیط عالم کہا ہے۔محیط عالم فلک اطلس ہے جو ستاروں سے یکسر خالی ہے، ثابت ستارے سب فلک بروج میں مانے گئے ہیں، اور سات سیارے نیچے کے سات افلاک میں مانے گئے ہیں، جیسا کہ اہل ہیأت بیان کرتے ہیں ۔(حضرت ممدوح کو ایک تو فلک اطلس کی طرح محیطِ عالم کہا ،جس کا تقاضا ستاروں سے خلو (خالی ہونا) ہے، دوسرے حضرت ممدوح کی ذات میں ثوابت (ستاروں) وسیاروں دونوں کا وجود مانا، جب کہ یہ فلک اطلس کے نیچے آٹھ الگ الگ افلاک میں مانے گئے ہیں) واللہ تعالیٰ اعلم ۔

آپ انبیا اور ان کے خلفا کے وارث و نائب ہیں

آپ ذی قدر، ذی شان اور بالا دست ناظم ہیں ۴۸ رویں شعر کے اجالے میں

راقم السطور کہتا ہے کہ ناظم کے کئی معنیٰ ہیں: انتظام و انصرام کرنے والا یعنی منتظم کار، سربراہ، گورنر، سکریٹری، نظم کہنے والا، شاعر، یہاں سربراہ اور منتظم کار کے معنیٰ میں ہونا چاہیے، اور بالا دست کا معنیٰ ہے: اعلیٰ، زبردست۔

رضا بریلوی قدس سرہ زمزمہ خوانی کرتے ہوئے کہتے ہیں:

۴۸۔ مصطفیٰ ﷺ اعلیٰ مرتبے والے سلطان ہیں اور ان کی سرکار میں آپ قدر والے، اونچی شان والے بالا دست ناظم ہیں۔

یہ تو ترجمہ ہوا ذرا اصل شعر کے الفاظ سے بھی محظوظ ہو جائیے۔

مصطفیٰ ﷺ سلطان اعلیٰ جاہ و در سرکار او

ناظم ذو القدر، بالا دست، والا شاں توئی

مصطفیٰ ﷺ سلطان ہیں تو ان کے شہزادہ غوث اعظم کے کرسیِ دیوان پر ہونے کو آنے والے شعر کے درج ذیل ترجمہ میں ملاحظہ کیجئے۔

فضل الٰہی سے امر و نہی کا اختیار مصطفیٰ ﷺ کو اور کرسی دیوان پر بیٹھنے کا شرف غوث الوریٰ کو حاصل ہے

۴۹ رویں شعر کے آئینے میں

۴۹۔ امر و نہی کا اختیار حق تعالیٰ نے مصطفیٰ ﷺ کو دیا ہے (۲۲)، ان کے زیر تخت، کرسیِ محاسبہ پر آپ ہیں۔ (یا غوث اعظم)

(کرسی محاسبہ کے لیے اصل لفظ ''کرسیٔ دیوان'' شعر میں لایا ہے) ویسے لغت میں دیوان کے کئی معنٰی ہیں، دربار شاہی، عدالت، کچہری، دفتر، وزیر، رکنِ حکومت، دارالعدالت، دفتر محاسبہ۔

اس شعر میں رضؔا بریلوی نے اختیاراتِ مصطفٰی ﷺ اور ان کی بارگاہ میں حضور غوث اعظم کی وجاہت و مقبولیت اور شانِ وزارت کو اجاگر کیا ہے، اس شعر کے تحت رقم طراز ہیں:

۲۲ قلت: اقتدار کن من الخ۔ اقول: یہی ہے علما کا بیان اور عرفا کا مشاہدہ قدست اسرارہم، فقیر ناظم غفر اللہ تعالیٰ لہ نے اپنے رسالہ ''**سلطنة المصطفی فی ملکوت کل الوریٰ**'' (۱۲۹۷ھ) میں اس مضمون کو پوری طرح واضح کیا ہے، اس میں سے کچھ اپنی کتاب ''**مطلع القمرین فی ابانة سبقة العمرین**'' (۱۲۹۷ء) میں ضمناً ذکر کیا ہے جسے برادرم حسؔن **صین عن المحن** (وہ مصیبتوں سے محفوظ رہیں) نے ''تزک مرتضوی'' (۱۸۸۳ء) کے آخر میں نقل کیا ہے۔ خواہشمند حضرات اس کی طرف رجوع کر سکتے ہیں، ہوسکتا ہے قول نمبر ۶۳؍ کی شرح میں نہایت ایجاز و اختصار کے ساتھ اس میں سے کچھ بیان ہو۔ انتظار کرو۔''

آپ کی نشو و نما قلبِ ابراہیم پر ہوئی، آپ حضرتِ موسیٰ کے ہم نشیں رہے

۵۰؍ویں شعر کے آئینے میں

۵۰۔ دور آخر میں آپ کی نشو ونما حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قلب پر ہوئی، (۲۳) دور اول میں آپ موسیٰ بن عمران علیہ السلام کے ہم نشیں رہے۔ (۲۴)

فقیر قادری نوری کہتا ہے کہ آقائے نعمت اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ نے مذکورہ مضمون سے دو باتوں کا افادہ کیا۔ایک یہ کہ دور آخر میں حضور پرنور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نشو ونما اور تربیت سیدنا ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوۃ والسلام کے قلب پر ہوئی۔دوسری بات یہ کہ آپ دور اول میں سیدنا حضرت موسیٰ علیہ السلام کے خلیل وہم نشیں رہے۔ان دونوں باتوں کو ''مجیر معظم'' میں درج ذیل دلیلوں سے مبرہن کرتے ہیں۔پہلے امر کی دلیل:

''۲۳؎ قلت: دور آخر الخ۔اقول :امام احمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنی مسند میں بسند صحیح حضرت عُبادہ بن صامت انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ سید عالم ﷺ فرماتے ہیں: اَلْاَبْدَالُ فِیْ هٰذِهِ الْاُمَّةِ ثَلٰثُوْنَ رَجُلًا ، قُلُوْبُهُمْ عَلٰی قَلْبِ اِبْرَاهِیْمَ خَلِیْلِ الرَّحْمٰنِ، کُلَّمَامَاتَ رَجُلٌ اَبْدَلَ اللّٰهُ مَکَانَهٗ رَجُلاً۔اس امت میں ابدال تیس مرد ہیں،جن کے دل حضرت ابراہیم خلیل اللہ۔صلوات اللہ وسلامہ علیہ کے دل پر ہیں۔جب ان میں سے کوئی مرتا ہے تو حق جلّ و علا اس کی جگہ دوسرے کو لاتا ہے۔''

یہ واضح ہے کہ حضرت ممدوح رضی اللہ تعالیٰ عنہ تمام ابدال کے سرور وسردار ہیں، تو یہ بدیہی بات ہے کہ ان کے قلب پاک کو اس شرف جلیل اور نسبتِ خلیل سے اکمل واعظم حصہ ملا ہوگا۔''

اور دوسرے امر کی دلیل میں یوں رقم طراز ہیں:

'' ۲۴؎ قلت : دوراول،الخ۔ اقول:حضرت ممدوح رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے

منقول ہے کہ آپ نے فرمایا: کَانَ اَخِیْ وَ خَلِیْلِیْ مُوْسَی بْنَ عِمْرَانَ۔ ''میرے برادر اور میرے دوست موسیٰ بن عمران تھے۔'' صلوات اللہ و سلامہ علیہ۔ خدا جانے اس ارشاد سے حضرت کی کیا مراد ہے؟۔''

ان عبارات سے واضح ہو گیا کہ ہمارے آقا غوث الوریٰ رضی عنہ المولیٰ تعالیٰ کی تربیت ونشو ونما نہایت اچھوں کے زیر سایۂ عاطفت ہوئی ہے، لہٰذا حضرت عظیم وجلیل شان والے ہیں۔

شعر یہ ہے:

دورِ آخر نشوِ تو بر قلب ابراہیم شد

دور اول ہم نشینِ موسیٰ عمران توئی

آپ خلیل، ذبیح، نوح، موسیٰ وغیرہم ہیں

۵۱۔۵۲/ ویں شعر کی روشنی میں۔

۵۱۔ (یا غوث اعظم) آپ خوانِ رِفق ونرمی کے خلیل بھی ہیں، تیغِ عشق کے ذبیح بھی، مسافروں کی کشتی کے نوح اور گمراہوں کے خضر بھی۔ ۲۵؎ (خوان: دستر خوان، تیغ: تلوار)

۵۲۔ آپ طورِ جلال کے موسیٰ، آسمانِ کمال کے عیسیٰ، مصرِ جمال کے یوسف اور شہرِ صبر کے ایوب بھی ہیں۔

تشریح: ۔ اکسیر اعظم کے دو شعروں اور ان کے مندرجہ بالا ترجمے میں آٹھ

اسمائے طیبہ کا ذکر ہوا ہے۔
(۱) خلیل (۲) ذبیح (۳) نوح (۴) خضر (۵) موسیٰ (۶) عیسیٰ (۷) یوسف (۸) ایوب۔ یہ آٹھوں اسما اگر چہ انبیائے کرام علیہم الصلوۃ والسلام کے ہیں مگر یہاں ان کی ذاتیں مراد نہیں ہیں۔ بلکہ اس میں تلمیح ہے کہ یا سرکار غوث اعظم! حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام رفق ونرمی اور رحم دلی والے ہیں، مقامِ خلت پر فائز ہیں، حضرت اسماعیل علیہ السلام ذبیح اللہ ہیں، عشق کی تیغ کے ذبیح ہیں یعنی محبت خدا سے سرشار ہو کر اس کی راہ میں ذبح ہو جانے کے لیے خود کو پیش کرنے والے ہیں۔ حضرت نوح نجی اللہ علیہ السلام اپنی کشتی پر مخلوقِ خدا کو بیٹھا کر طوفان سے بچانے والے ہیں۔ حضرت خضر علیہ السلام گم گشتگانِ راہ کو راستہ دکھا کر مقصود تک پہنچانے والے ہیں۔ حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام طور پر پہنچنے والے اور جلال و بزرگی رکھنے والے ہیں بلکہ جلال و بزرگی میں طور پہاڑ کی بلندی کو پہنچے، ساتھ ہی اولو العزم رسولوں میں سے ہیں اور تجلیاتِ الٰہی کا دیدار کرنے والے بھی ہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فضل وکمال میں آسمان کی بلندی کو پہنچے ہوئے ہیں۔ شہرِ مصر کے حضرت یوسف علیہ السلام ایسے صاحبِ جمال ہیں کہ سراپا جمال ہیں۔ ان کی وجہ سے مصر مصر ہی نہ رہا بلکہ مصرِ جمال ہے۔ اور حضرت ایوب علیہ السلام کمالِ صبر و استقامت والے ہوئے کہ گویا ان کے صبر کے سبب ان کا شہر شہرِ ایوب ہو گیا۔ تو اے ہمارے آقا غوث اعظم! آپ فضل مولیٰ سے ان تمام نبیوں کے جلوۂ کامل اور مظہر اتم ہیں۔ ان تمام برگزیدہ شخصیتوں کی مذکورہ صفات کریمہ کے عکس جمیل ہیں،

آپ خوانِ رفق ونرمی ہیں، رحم دلی اور مہمان نوازی کے دستر خوان کے خلیل ہیں کہ حضرت خلیل علیہ السلام کے رفق ونرمی کے جلوہ ہیں۔آپ محبت خدا کے ذبیح ہیں، اس کی محبت کی تلوار سے قتل ہوگئے۔آپ مسافروں کے لیے کشتیِ نوح ہیں کہ ان کی زندگی کی کشتی کو طوفان اور ہر طرح کی پریشانی سے بچاتے اور بیڑا پار لگاتے ہیں۔اور جس طرح خضر علیہ السلام راستہ بھول جانے والوں کو راستہ دکھاتے، گمراہوں کی ہدایت کا کام کرتے ہیں، آپ ان کے مظہر ہوکر، بھولے بھٹکے اور گمراہوں کو راستہ دکھانے اور منزل مقصود تک پہنچانے والے خضرِ راہ ہیں۔آپ جلال و بزرگی رکھتے ہیں، اس صفت میں آپ طورِ جلال کے موسیٰ ہیں، آپ صاحبِ کمالات بھی ہیں، کمال کی بلندی پر پہنچنے میں اتنا اعلیٰ مقام رکھتے ہیں کہ آسمانِ کمال کے عیسیٰ ہیں۔مطلب یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمانِ کمال ہیں اور آپ ان کے مظہر اتم ہونے کی حیثیت سے آسمانِ کمال ہیں۔آپ جمال و خوبصورتی کے مِہرِ تاباں ہیں۔آپ اس وصف میں مصر کے رہنے والے حضرت یوسف علیہ السلام کے جلوۂ کامل اور عکس جمیل ہیں۔آپ کے حسن و جمال کا عالم یہ ہے کہ آپ مصرِ جمال کے یوسف ہیں، آپ نہایت صابر وشاکر بھی ہیں، حضرت ایوب علیہ السلام کے صبر وتحمل کے آئینہ دار ہیں، بلکہ اس صفت میں شہرِ صبر کے ایوب ہیں۔

حاصل کلام یہ ہے کہ مذکورہ اسمائے گرامی سے ان کی ذاتیں مراد نہیں ہیں بلکہ مراد یہ ہے کہ حضرت غوث جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان برگزیدہ شخصیتوں کے

اول الذکر شعر کے مضمون کی وضاحت کرتے ہوئے عندلیب گلشن رسالت اعلیٰ حضرت قدس سرہ ''مجیر معظم شرح اکسیر اعظم'' میں یوں رقم طراز ہیں۔

۲۵ قلت : ہم خلیل خوانِ رفق، الخ۔ اقول : ان آٹھ اسماے طیبہ سے انبیا صلوات اللہ وسلامہ علیہم کی ذاتیں مراد نہیں۔ اسی لیے متن میں ان اسما کے نیچے درود نہ لکھا۔ بلکہ یہ کلام امیر المومنین حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس ارشاد کے انداز پر ہے جس میں حضرت جریر بن عبداللہ: بجلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ''یُوْسُفُ هٰذِهِ الْاُمَّةِ'' (اس امت کا یوسف) کہا۔ یہ علما نے بیان فرمایا ہے۔ ان ہی میں سے خاتم الحفاظ علامہ ابن حجر عسقلانی ہیں، جنھوں نے تقریب التہذیب وغیرہ میں یہ قول لکھا۔

آپ کے سر پر تاجِ صدیقی اور ہاتھ میں تیغ فاروقی ہے

۵۳؍ویں شعر کے اجالے میں

۵۳۔ (یا غوث الثقلین) سر پر تاج صدیقی لیے دنیا کو سنوارنے والے بادشاہ اور ہاتھ میں تیغِ فاروقی لیے جہاں میں انصاف کرنے والے حاکم آپ ہیں۔

آپ ذوالنورین ہیں اور حیدرِ دوراں بھی

۵۴؍ویں شعر کے آئینے میں

حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ جسم وجان دونوں اعتبار سے نور

ہیں، روشنی ہیں ۔ جوخود روشن ہواور دوسروں کو بھی روشن کرے، اسے نور کہتے ہیں، حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ خود بھی روشن ومنور ہیں اور دوسروں کو بھی روشن و منور کرنے والے ہیں، ساتھ ہی آپ شجاع و بہادر، مجاہدِ اسلام اور سپہ سالار بھی ہیں مجاہد اور سپہ سالار تلوار کا دھنی ہوتا ہے اور اس کے ہاتھ میں جھنڈا بھی ہوتا ہے، باعتبارِ جان وتن کے آپ نور ہیں، اس حیثیت سے آپ ذوالنورین ہوئے، یعنی دو نور والے، اور ہمارے تن و جان کو بھی منور کرنے والے۔

واضح رہے کہ ذوالنورین حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا لقب ہے۔ کیوں کہ ان کے نکاح میں یکے بعد دیگرے نور مجسم سرورِ عالم ﷺ کی دوشہزادیاں حضرت رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور حضرت امِ کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا آئیں، مگر حضور غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جو امام احمد رضا قدس سرہ نے ذوالنورین کہا، وہ اس معنیٰ عرفی کے اعتبار سے نہیں بلکہ لغوی اعتبار سے فرمایا ہے، اسی طرح مولیٰ علی مشکل کشا رضی اللہ تعالیٰ عنہ نہایت بہادر، مجاہد اسلام اور فاتح خیبر ہیں وہ صاحبِ سیف وعلم ہیں، اسی لیے وہ حیدر کرار ہیں ۔ان کے طفیل ہمارے ممدوح بھی نہایت شجاع و بہادر اور زبردست مجاہدِ اسلام ہیں، تلوار اور جھنڈا والے ہیں۔ تلوار چلانے میں اور بہادری میں حضرت علی حیدر کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مظہر ہیں، اسی لئے آپ حیدر دوراں ہیں ۔تو جس طرح سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے صحابی رسول حضرت جریر بن عبداللہ بجلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ''**یوسف هذه الامة**'' (اس امت کا یوسف) کہا اسی انداز پر سیدنا حضرت غوث جیلانی

قطب ربانی محبوب سبحانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حیدرِ دوراں سے یاد کیا گیا ہے۔ رضا بریلوی قدس سرہ کہتے ہیں۔

۵۴۔(یا غوث اعظم) آپ جان وتن کے دونور بھی رکھتے ہیں، تلوار اور جھنڈا بھی، اس لیے آپ ذوالنورین بھی ہیں اور حیدر دوراں بھی [۲۶]

اور ''مجیر اعظم'' میں اس کی وضاحت یوں کرتے ہیں:

۲۶۔'' **قلت** : ہم تو ذوالنورینی۔ الخ۔ **اقول** : ذوالنورین سے معنی لغوی مراد ہیں بشہادت مصرع اول۔ اور ''حیدر دوراں'' ''یوسف ہذہ الامۃ کے انداز پر ہے۔''

مطلب یہ ہے کہ رضا بریلوی نے ذوالنورین سے معنی عرفی مراد نہیں لیا ہے جس معنی میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کہا جاتا ہے۔ بلکہ معنی لغوی مراد لیا ہے، اس کی شہادت پہلا مصرع دے رہا ہے۔ کیوں کہ مصرع اول میں یہ کہا گیا ہے کہ ''آپ جان وتن کے دونور رکھتے ہیں'' تو واضح ہو گیا کہ آپ اس اعتبار سے ذوالنورین نہیں، جس اعتبار سے حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ذو النورین ہیں۔

حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دیگر اولیا سے افضل ہونے کا بیان

آپ موتی کے سمندر اور سونے کی کان ہیں

۵۵/ویں شعر کے اجالے میں

۵۵۔(اے پیرانِ پیر) اولیا کے پاس اگر گہر اور موتی ہے تو آپ موتی کے سمندر

ہیں۔اوراگران کے ہاتھ میں کوئی سونا دیا گیا ہےتو آپ سونے کی کان ہیں۔

اس سے واضح ہوا کہ مستثنیات کو چھوڑ کراوراولیا کے پاس ایک موتی یا چند موتیاں ہیں مگر حضور غوث اعظم موتیوں کے سمندر ہیں، جہاں موتی ہی موتی ہے۔دیگراولیائے کرام کو کچھ سونا عطا ہوامگر آپ سونے کی کان ہیں، جہاں سونا ہی سونا ہے۔

واضح رہے کہ اس سے امام احمد رضا قدس سرہ یہ بتانا چاہتے ہیں کہ حضور غوث اعظم منصوصین کو چھوڑ کر تمام اولیاے کرام پر فضیلت رکھتے اوران تمام سے افضل ہیں۔(قادری نوری)۔

غوث اعظم شانِ اولیا کی شان ہیں

۵۶رویں شعر کے اجالے میں

امام احمد رضا قدس سرہ کہتے ہیں:

۵۶۔ (یا شیخ عبدالقادر محی الدین جیلانی)اہلِ وصل کو مقامِ قرب میں ایک خاص شان عطا کی گئی ہے، ان کو اس شان سے شوکت حاصل ہوئی اوران کی شان کی شان آپ ہیں۔

(اہل وصل سے مراد وہ اولیاء اللہ ہیں جنہیں اللہ تبارک وتعالیٰ تک رسائی،اس کی معرفت اور قرب حاصل ہوا۔مذکورہ عبارت سے شہبازِلامکانی،قطب ربانی، محبوب سبحانی سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان وشوکت اور عنداللہ

ان کی وجاہت ومقبولیت کا اظہار ہوتا ہے، کیوں کہ تمام اولیائے کرام علیہم الرحمۃ و الرضوان کی شان کی شان آپ ہیں)

سارے عارفین باللہ غوث اعظم کے محتاج ہیں

۵۷/ویں شعر کے اجالے میں

۵۷۔(یا قطب ربانی) صاحبانِ معرفت کا محل جتنا ہی بلند ہے، وہ اتنا ہی زیادہ آپ کا حاجت مند ہے، نہ صرف یہ کہ آپ اس محل کے معمار ہیں بلکہ اس عمارت کی بنیاد بھی آپ ہیں۔

اولیا کی جتنی قسمیں ہیں خواہ افراد ہی کیوں نہ ہو، سب کو حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف رجوع لازم ہے، ان سے مستغنی کوئی نہیں، کیونکہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرد الافراد اور سید الافراد ہیں۔

لہٰذا ثابت ہوا کہ منصوصین کو چھوڑ کر تمام اولیائے کرام (خواہ آپ کے دور کے ہوں یا قبل کے یا بعد کے) سے آپ افضل و اعلیٰ ہیں، سب کے محتاج الیہ اور ماویٰ و ملجا ہیں، ان کے بغیر کوئی چارۂ کار نہیں۔ اسی لیے سب کے سب آپ کا ادب و احترام اپنے دل میں رکھتے ہیں جیسا کہ حضرت خضر علیہ السلام نے اس کی شہادت دی اور مجدد اعظم نے اس مفہوم کو شعر کی لڑی میں پرویا۔

جو ولی قبل تھے یا بعد ہوئے یا ہوں گے

سب ادب رکھتے ہیں دل میں میرے آقا تیرا (حدائق بخشش)

حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی افضلیت سے متعلق کچھ تلمیحات و اشارات۔

میرا قدم سارے اولیا کی گردنوں پر ہے، آپ کا یہ فرمان حق ہے

۵۸/ویں شعر کے اجالے میں

۵۸۔ (یا غوث الاغواث)۔وہ جس کا قدم اولیاے جہان کی گردنوں پر ہے،اور جس نے یہ فرمایا،حق فرمایا،اللہ کی قسم!وہ آپ ہی ہیں ۲۷؎

تشریح: راقم السطور کہتا ہے کہ ایک دن حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اعلان فرمایا''قَدَمِیْ ھٰذِہٖ عَلیٰ رَقَبَۃِ کُلِّ وَلِیِّ اللّٰہِ''۔ (میرا یہ قدم تمام اولیاء اللہ کی گردنوں پر ہے)۔اس اعلان پر جو ولی جہاں تھے،سب نے آپ کی اطاعت قبول کی اور اپنی گردنیں جھکا دیں۔

تصوف کی کتابوں میں دو لفظ آتے ہیں (۱) صحو (۲) سکر، جیسا کہ کشف المحجوب وغیرہ میں ہے۔صحو: ہوش کی حالت کو کہتے ہیں۔اور سُکر: بیہوشی اور جذبی کیفیت کو۔حضرت منصور رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دعویٰ''اَنَا الْحَقُّ'' (میں ہی حق ہوں)اور بایزید بسطامی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول''سُبْحَانِیْ،مَا اَعْظَمَ شَانِیْ'' (میری پاکی ہے،میری ہی شان سب سے عظیم ہے) حالت سُکر کا ہے۔لیکن فرد الافراد،قطب الاقطاب،غوث الاغواث سیدنا شیخ عبد القادر جیلانی قدس سرہ السامی کا فرمانِ عالی شان''قدمی ھذہ علیٰ رقبۃ کل ولی اللّٰہ'' حالتِ صحو و ہوش میں صادر ہوا،آپ نے اسے قصداً فرمایا اور حکم الٰہی سے فرمایا۔اسے سُکر پر کسی ولی نے محمول نہ کیا اور نہ ہی اس کا احتمال ہے،اگر کسی نے اسے سُکر پر محمول

کیا تو یہ اس کی کم علمی ہے۔

مندرجہ بالا عبارت جو امام احمد رضا قدس سرہٗ کی کتاب ''اکسیر اعظم'' کے شعر نمبر ۵۸ کا ترجمہ ہے، اس میں انہوں نے واضح کرنا چاہا ہے کہ حضور غوث الثقلین کریم الطرفین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ فرمان عالی حق وصواب ہے اور آپ ہی کو ایسا قول زیب دیتا ہے، کیونکہ آپ کو اللہ عزوجل کی طرف سے اس کا حکم ملا تھا۔ اور آپ نے یہ دعویٔ حق حالتِ صحو میں کیا تھا، نہ کہ حالت سُکر میں۔ اور یہ خبرِ متواتر ہے، جس کو جھٹلایا نہیں جا سکتا، ہر دور میں اس کے اتنے کثیر راوی رہے ہیں، جن کا کذب پر اتفاق محال ہے۔ چنانچہ رضؔا بریلوی اس کی تشریح کرتے ہوئے درج ذیل عبارت پیش کرتے ہیں شعر نمبر ۵۸ کا مذکورہ ترجمہ نظر میں رکھئے پھر قول نمبر ۲۷ کو ذہن وفکر کے دریچے میں اتار لیجیے۔ ملاحظہ:

۲۷۔ قلت : آں کہ پایش، الخ۔ اقول : اس سے اس جانب اشارہ ہے جو آں جناب مالکِ رقاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بتواتر ثابت ہے کہ ایک دن مجمع حاضرین میں بر سر منبر ارشاد فرمایا: ''**قدمی ھٰذہ علیٰ رقبۃ کل ولی اللّٰہ**'' میرا یہ قدم تمام ولیوں کی گردنوں پر ہے، تمام اولیا نے گردنیں جھکا دیں اور حضرت کے پائے مبارک کو اپنی گردنوں کی زینت بنا لیا۔ رضوان اللہ تعالیٰ علیہ وعلیہم۔

یہ ثابت ہو چکا ہے کہ آں سرور رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بارگاہ عزت جل وعلا سے یہ کلام فرمانے کا حکم ہوا تھا۔ اس لیے معاذ اللہ احتمالِ سُکر کی کیا گنجائش ؟

اوراگروہ سُکر میں تھے تو دیگر اولیا نے قبول وتسلیم میں کیوں جلدی کی؟ اورمنکرین کیفرِ کفران تک کیوں پہنچے؟؟ جیسے شیخ اصبہان کا حال ہوا کہ سرکارِقادریت کی ایک نگاہِ قہر سے ان کے جسم کا بند ٹوٹ کے گر گیا۔ **والعیاذ بالقادر من غضب عبد القادر** (خدائے قادر کی پناہ عبدالقادر کے غضب سے) شعر:

قہر مکن قہرِ تو عالم گداز　　　مہر کن اے مہر تو بیکس نواز

اے آفتاب! قہر نہ کر کہ تیرا قہر جہان کو پگھلا دینے والا ہے۔لطف کر کہ تو بے کسوں کو نوازنے والا ہے۔

ہاں سُکر کی بات دوسرے حضرات کے بارے میں درست ہے۔ جیسے حضرت ابو القاسم جرجانی ،قدس سرہ الرحمانی ،ایسے ہی حضرات کو سید جلیل ،امام فریقین حضرت سہروردی۔**نَوَّرَ اللّٰہُ مَضْجَعَہٗ** (خدا ان کی آرام گاہ کو منور رکھے) نے مراد لیا ہے جیسا کہ عوارف المعارف کی شرح میں اس کی صراحت ہے۔تو یہ محض اٹکل والی بات ہے کہ ان کا کلام سرکارِغوثیت رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر محمول کیا جائے باوجودے کہ شیخ سہروردی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے شیخ خود ان لوگوں میں ہیں جنھوں نے غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لیے اپنی گردنیں جھکائیں تو ربِّ اکرم جل وعلا نے انھیں رفعت وسربلندی بخشی۔اور اللہ ہی ہر باب میں ہدایت فرمانے والا ہے۔"

(واضح رہے کہ خود شیخ سہروردی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی حضور غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس ارشاد واجب الاتباع پر اپنی گردن جھکائی۔

جیسا کہ عنقریب امام احمد رضا قدس سرہ کی تصریح کتاب مستطاب بہجۃ الاسرار شریف کے حوالے سے آرہی ہے۔)

غوث اعظم کا مذکورہ فرمان تخصیص کی بہتان سے پاک ہے

۵۹؍ویں شعر کے اجالے میں

۵۹۔(یا غوث اعظم) اس قول میں لغزش یا گمراہی کی وجہ سے بعض لوگوں نے جو بے جا تخصیصیں کی ہیں آپ اس بہتان سے پاک ہیں۔۲۸

تشریح:۔ محمد عابد حسین قادری کہتا ہے کہ اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے اس قول کا مطلب یہ ہے کہ حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جو فرمایا کہ میرا یہ قدم ہر ولی اللہ کی گردن پر ہے۔ وہ اپنے اطلاق پر ہے۔ کچھ لوگوں نے اس مطلق میں جو یہ تخصیص کی کہ اس سے صرف حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے کے اولیا مراد ہیں کہ ان ہی کی گردن پر آپ کا قدم ہے اور صرف ان ہی سے آپ افضل ہیں، یہ تخصیص باطل ہے، یہ بے جا تخصیص ہے۔

یہ ایک طرح کا بہتان ہے اور اس بہتان سے آپ پاک و بری ہیں۔

اسی طرح بعض نے یہ تخصیص کی کہ ''ہر ولی اللہ'' سے صرف مشائخ بغداد مراد ہیں اور صرف انہیں پر آپ کی افضلیت ثابت ہوتی ہے اور بعض نے کہا کہ جس وقت آپ نے یہ اعلان فرمایا تو اس وقت جو اس مجلس میں حاضر تھے، صرف وہی مراد ہیں، اور صرف ان ہی حاضرینِ مجلس کی گردن پر آپ کا قدم ہے، اور ان ہی پر آپ کی افضلیت ہے۔ امام احمد رضا فرماتے ہیں کہ یہ قول بھی بے جا ہے۔

ان تخصیصات سے بھی آپ بری و پاک ہیں۔

ان اقوال کے قائلین کے بارے میں یہی کہا جائے گا کہ ان سے ایسا کہنے میں لغزش و چوک ہوئی یا یہ کہ اپنی گمراہی کے سبب انہوں نے ایسے اقوال کہے ورنہ حقیقت یہ ہے کہ حضور غوث اعظم کا قدمِ مبارک علی الاطلاق سارے ولیوں کی گردنوں پر ہوا اور ہے۔اور سارے اولیا پر آپ کی افضلیت ثابت ہے۔اور اگر کوئی کہے کہ اس سے لازم آئے گا کہ صحابہ اور سارے تابعین سے آپ افضل ہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ ہرگز ایسا لازم نہیں آتا جیسا کہ اس کی تصریح امام احمد رضا قدس سرہ کے قلم سے ذیل میں آتی ہے۔

اب شعر کے مذکورہ ترجمہ کی تشریح امام احمد رضا قدس سرہ کی زبان سے سنیے۔فرماتے ہیں:

۲۸۔ **قلت** :اندریں قول،الخ۔اقول: جیسے یہ تخصیص کہ ''ہر ولی اللہ'' سے صرف اس زمانے کے اولیا مراد ہیں ،یا مشائخ بغداد ،یا حاضرین مجلس مراد ہیں ۔ہوس کارانِ زمانہ نے اپنی ضرورت کے لحاظ سے اس طرح کی تخصیصات میں ہاتھ پاؤں مارا ہے جب کہ ان سب پر کوئی دلیل نہیں۔**اِنۡ یَّتَّبِعُوۡنَ اِلَّا الظَّنَّ وَاِنۡ هُمۡ اِلَّا یَخۡرُصُوۡنَ**(،صرف گمان کے پیچھے چلتے ہیں اور صرف اٹکلیں دوڑاتے ہیں۔ (یونس،پ،۱۰،آیت ۶۶)

اب چند باتیں غور سے سنو:

(۱) جن حضرات کے اتفاق سے اجماعِ قطعی منعقد ہوتا ہے ان کا اس بات پر

اجماع ہے کہ کلام کو اس کے ظاہر پر محمول کرنا واجب ہے، جب تک کہ اس سے پھیرنے والی کوئی دلیل نہ ہو۔

(۲) بے دلیل تاویل اعتماد کے قابل نہیں ورنہ تمام نصوص سے امان اٹھ جاے خصوصاً عمومات سے۔

(۳) جو چیز بر بناے ضرورت ثابت ہوتی ہے، وہ قدرِ ضرورت تک محدود رہتی ہے۔اسے اس حد سے آگے لے جانا تعدِّی اور ناروا زیادتی ہے۔

(۴) عقلاً اور عرفاً جو تخصیصات ہوتی ہیں وہ تخصیص کے شمار میں نہیں آتیں، اسی طرح ہر وہ تخصیص جو خود ہی اذہان میں مرتکز اور قرار پذیر ہو، یہاں تک کے اس کے اظہار کی حاجت نہ ہو (ان سب کو تخصیص اصطلاحی نہیں مانا جاتا۔) جو حضرات عام کو قطعی مانتے ہیں، تخصیص ہو جانے کے بعد عام ان کے نزدیک قطعی نہیں رہ جاتا، مگر مذکورہ عقلی وعرفی تخصیصات سے ان کے نزدیک عام درجۂ قطعیت سے نیچے نہیں آتا۔

(۵) یہ بات بھی ڈھکی چھپی نہیں کہ جب امتیوں کے باہمی تفاضل کا ذکر ہو تو حضرات عالیہ انبیا علیہم الصلاۃ والثنا بے تخصیص مخصوص ہوتے ہیں، اسی طرح جب اولیاے کرام کے باہمی درجات کا تفاوت بیان کیا جائے تو حضرات صحابۂ کرام علیہم الرضوان بے استثنا مستثنیٰ ہوتے ہیں۔اس لیے کہ اہل حق کے عقائد میں یہ امر طے شدہ ہے کہ صحابۂ کرام ساری امت سے افضل ہیں اور ان کے بعد والوں کا ان پر قیاس نہیں کیا جا سکتا۔ بلکہ ان ہی اکابر کے رنگ میں خیارِ تابعین قدست

اسرار ہم بھی ہیں۔اس لیے کہ حدیث:''خیر القرون'' مشہور ومقبول ہے۔

(٦) قاطعِ شور وشغب وہ ہے جو شیخ شیوخِ علماے ہند حضرت مولانا المحقق عبد الحق محدث دہلوی (۹۵۸ھ۔۱۰۵۲ھ) فرماتے ہیں:

''باہمی مفہوم عرف کے لحاظ سے اولیا، مشائخ، صوفیا اور اس طرح کے الفاظ میں صحابۂ کرام داخل نہیں، اگر چہ وہ ان میں سے بہتر حضرات ہیں۔ وجہ یہ ہے کہ وہ حضرات صحابیت کے نام سے مخصوص وممتاز ہو چکے ہیں۔ الخ مترجماً''۔

اقول: اسی طرح تابعین، کیوں کہ وہ وصفِ تابعیت سے مخصوص ہو چکے ہیں اور اس کی نظیر یہ ہے کہ لفظِ علما واولیا وصحابہ سننے سے کسی کا ذہن انبیاے کرام علیہم الصلاۃ والسلام کی طرف نہیں جاتا۔ نہ قائل ان کلمات سے ان حضرات کا قصد کرتا ہے۔ حالاں کہ یہ حضرات علما وعرفا میں اول، افضل، اکمل اور جلیل تر ہیں۔ اور ان میں سے بعض کو شرفِ صحبت بھی حاصل ہے۔ جیسے حضرت ادریس، حضرت الیاس، حضرت عیسیٰ، حضرت خضر ابو العباس علیہم الصلاۃ والسلام والثنا، اس قول پر کہ یہ حضرات دنیا میں اپنی حیات دنیا کے ساتھ موجود ہیں۔

مختصر یہ کہ اس طرح کی باتوں سے سرکارِ غوثیت کے ارشاد واجب الاعتماد کی تعمیم توڑنے کا عزم دل میں رکھنا ایک خام ہوس سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتا۔

(۷) چنیں وچناں کے بعد زیادہ سے زیادہ یہ حاصل ہوگا کہ ارشاد مذکور عام مخصوص منہ البعض ہے (ایسا عام جس سے بعض افراد کی تخصیص ہو چکی ہے) تو اس میں مزید تخصیص ہرگز نہ ہوگی، مگر ان ہی افراد کی، جن کی تخصیص پر دلیل قائم ہو اور

مابقی افراد میں کلام اپنے عموم پر جاری رہے گا جیسا کہ قاعدۂ معروفہ ہے۔

بڑی غباوت اور انتہائی بے راہ روی یہ ہے کہ بعض مدعیان سنیت بلکہ صوفیت نے ایسی عبارتوں سے اپنا مطلب نکالنے کی کوشش کی ہے، جن میں لفظِ وقت یا لفظِ عصر (زمانہ) آیا ہے، خصوصاً وہ عبارتیں جن کا ''قدمی ھذہ'' کے معاملے سے کوئی تعلق نہیں۔ جیسے غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد ''اَنَا دَلِیْلُ الْوَقْتِ'' (میں رہنمائے وقت یا حجتِ زمانہ ہوں) اور سیدنا معروف کرخی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا حضرت سے یوں خطاب ''یَا سَیِّدَ اَھْلِ زَمَانِہٖ'' (اے اپنے زمانے والوں کے سردار) اور دوسری عبارتیں جو بکثرت نقل کر کے لہو کیا اور دوسرے کو لہو میں ڈالا اور گمان کیا کہ خوب جمع کر کے محفوظ کیا۔ طرفہ تماشہ یہ ہے کہ کسی کلام سے عدمِ ثبوت کو اس کلام سے ثبوتِ عدم جانتے ہیں۔ (مثلاً ''سید اہل زمان'' سے اپنے دور کا سردار ہونا معلوم ہوا، بعد کے ادوار کا سردار ہونا یا نہ ہونا کسی کا ثبوت اور کسی کی تصریح نہیں، مگر وہ سمجھتے ہیں کہ بعد کے ادوار کے سید نہ ہونے کا ثبوت ہو گیا، اور اس سے یہ مطلب لیا کہ صرف اپنے زمانے کے سردار ہیں، زمانۂ مابعد کی سیادت انھیں حاصل نہیں۔ مترجم)

اقول: اگر یہ ہوس پیشہ لوگ درجِ ذیل عبارتیں سن لیں تو کس قدر مضطرب ہوں گے۔

(۱) حدیث صحیح ہے: ''خَدِیْجَۃُ خَیْرُ نِسَآءِ عَالَمِھَا، وَفَاطِمَۃُ خَیْرُ نِسَآءِ عَالَمِھَا''۔ (خدیجہ اپنے جہان کی عورتوں میں سب سے بہتر ہے۔ فاطمہ

اپنے جہان کی عورتوں میں سب سے بہتر ہے۔)(۱)

۱ اسے حارث ابن ابی اسامہ نے عروہ ابن زبیر سے مرسلاً بسند صحیح روایت کیا ہے مرسل ہونا ہمارے نزدیک صحتِ حدیث میں خلل انداز نہیں ہوتا، جیسا کہ اصول حدیث میں معروف ومعلوم ہے۔اس کے ساتھ حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ سے بخاری، مسلم اور ترمذی کی یہ روایت بھی دیکھیں۔سیدِ عالم ﷺ فرماتے ہیں: ''خَیْرُ نِسَائِهَا مَرْیَمُ بِنْتُ عِمْرَانَ وَ خَیْرُ نِسَآئِهَا خَدِیْجَةُ بِنْتُ خُوَیْلِدٍ'' (دنیا کی عورتوں میں سب سے بہتر مریم بنت عمران ہے اور دنیا کی عورتوں میں سب سے بہتر خدیجہ بنت خویلد ہے)۔اس حدیث کے معنی بھی حدیث بالا سے قریب تر ہیں، بلکہ یہ شخص جس کے کلام کا رد ہم نے شروع کیا ہے، اس کے خلاف اِس حدیث سے بھی استدلال ہوسکتا ہے۔کہ سرکار فرماتے ہیں: خَیْرُ نِسَآءِ الْعَالَمِیْنَ اَرْبَعٌ ،مَرْیَمُ بِنْتُ عِمْرَانَ ، وَخَدِیْجَةُ بِنْتُ خُوَیْلَدٍ، وَ فَاطِمَةُ بِنْتُ مُحَمَّدٍ ،وَآسِیَةُ اِمْرَأَةُ فِرْعَوْنَ'' (سارے جہان کی عورتوں میں سب سے بہتر چار ہیں۔مریم بنت عمران، خدیجہ بنت خویلد، فاطمہ بنت محمد ﷺ، آسیہ زوجۂ فرعون'') اسے امام احمد اور طبرانی نے بسند صحیح حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا اس لیے کہ اس نے بنی اسرائیل سے متعلق حق سبحانہٗ کے ارشاد: وَاِنِّیْ فَضَّلْتُکُمْ عَلَی الْعٰلَمِیْنَ '' سے استدلال کرتے ہوئے یہ دعویٰ کیا ہے کہ اس طرح کے موقع پر جہاں بھی لفظ ''عالمین'' واقع ہو غیر اہل زمانہ پر ہرگز کبھی محمول نہ ہوگا۔سبحان اللہ! کیا قیامت کی جہالت ہے اور کس بلا کی ضلالت!!، منہ رحمہ اللہ تعالیٰ۔

(۲) بشارت دینے والے کا حضرت آمنہ سے کہنا ''**انک حملت بسید هــذه الامة**'' (تمھارے حمل میں اس امت کا سردار ہے) اسے ابن اسحٰق نے اپنی کتاب سیرت میں ذکر کیا۔

(۳) حدیث متواتر (۱) ''**الحسن والحسین سیدا شباب اهل الجنة**'' (حسن وحسین جنتی جوانوں کے سردار ہیں۔)

(۴) امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ سے متعلق تقریب التہذیب کی یہ عبارت: ''**مَاتَ فِیْ رَمَضَانَ سَنَةَ اَرْبَعِیْنَ ، وَھُوَ یَوْمَئِذٍ اَفْضَلُ الْاَحْیَآءِ مِنْ بَنِیْ آدَمَ بِالْاَرْضِ بِاِجْمَاعِ اَھْلِ السُّنَّةِ**'' (رمضان ۴۰ھ میں وفات پائی، اوراس وقت وہ روے زمین پر بنی آدم کے باحیات افراد میں باجماع اہلِ سنت سب سے افضل تھے۔)

کیا یہ مدعیانِ تخصیص یہاں بھی یہی کہیں گے کہ مذکورہ احادیث واقوال سے ثابت ہے کہ حضرت خدیجہ، وحضرت زہرا کو اس زمانے کی عورتوں پر، اوران سے

---

(۱) اس لیے کہ یہ حدیث باسانید صحیحہ وحسنہ درج ذیل صحابۂ کرام سے مروی ہے:
(۱) حضرت عمر فاروق اعظم (۲) حضرت علی مرتضی (۳) حضرت ابوسعید خدری (۴) حضرت عبد اللہ بن مسعود (۵) حضرت جابر بن عبد اللہ (۶) حضرت ابو ہریرہ (۷) حضرت اسامہ بن زید (۸) حضرت عبد اللہ بن عمر (۹) حضرت براء بن عازب (۱۰) حضرت قرہ بن ایاس (۱۱) حضرت مالک بن حویرث (۱۲) وغیرھم رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔ منہ رحمہ اللہ تعالیٰ

سابق زمانے کی عورتوں پر فضیلت نہیں؟۔اور حضرات سبطین کریمین کو بوڑھوں اور سال خوردہ لوگوں پر سیادت حاصل نہیں؟ اور جناب مرتضٰی کو زمانۂ سابق و لاحق کے مردوں پر اور کسی فرشتہ پر امتیاز و فوقیت نہیں؟۔رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین ۔اور سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے متعلق سیرت ابن اسحٰق کی حدیث کو کس معنی پر اتاریں گے؟۔ ارے سرکارِ قادریت کے انکار کی آفت و شامت اس سے زیادہ ہے۔ابھی تو عقل ماری ہے۔اگر توبہ نہیں کریں گے تو شدہ شدہ ایمان کو بھی لے ڈوبے گی ۔والعیاذ باللہ۔

سچ فرمایا سیدنا رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے :تَكْذِيْبُكُمْ لِيْ سَمٌّ سَاعَةٍ لِاَدْيَانِكُمْ وَسَبَبٌ لِّذَهَابِ دُنْيَاكُمْ وَاُخْرِيكُمْ ۔(تمہارا مجھے جھٹلانا تمھارے دین کے لیے زہر قاتل اور تمھاری دنیا و آخرت کی بربادی کا سبب ہے)، کلام یہاں طویل ہے اور فیضانِ قادریت کا دروازہ کھلا ہوا ہے،مگر کیا کریں کہ اس رسالے کی بنا ہم نے نہایت اختصار پر رکھی ہے،اگر ان لوگوں میں انصاف ہو تو ایک حرف بھی کافی ہے،اور خدا ہی توفیق دینے والا ہے۔

ہند کے خواجہ مقامِ بلند رکھنے والے بادشاہ ہیں مگر آپ ان سے عظیم تر بادشاہ ہیں

٦٠/ویں شعر کے آئینے میں

ترجمہ شعر نمبر٦٠۔ ہندوستان کے خواجہ و آقا، وہ زحل ستارہ کا بلند مقام رکھنے والے بادشاہ نے آپ کے قدم کے لیے ”بل علیٰ عینی وراسی“ (بلکہ میری آنکھوں اور سر پر آپ کا قدم ہے) کہا، ایسے بادشاہ آپ ہیں۔۲۹؎(یا شہنشاہ بغداد)

یہ تو رضا بریلوی کی کاوش قصیدۂ اکسیر اعظم کے شعر کا ترجمہ ہوا۔

یہاں اصل شعر بھی افادہ کی خاطر ہدیۂ ناظرین ہے۔

بہر پایت خواجۂ ہنداں شہہِ کیواں جناب

بل علیٰ عینی وراسی'' گوید آں خاقاں توئی

تشریح:۔ خواجہ کا معنٰی ہے۔ آقا، مالک۔ جیسا کہ عام کتبِ لغت میں ہے۔ زحل: ساتویں آسمان کا ایک ستارہ۔ اگر کسی آدمی کو زحل کہا جائے تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ زحل ستارہ کی بلندی میں اسے تشبیہہ دینا اور مقام والا گردانا۔ ''کیواں'' زحل ستارہ کو کہتے ہیں، جو آسمان ہفتم میں ہے۔ خاقاں: عظیم بادشاہ کو کہتے ہیں۔ اب قارئین کو یہ غور کرنا ہے کہ مذکورہ شعر میں شہنشاہ بغداد حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مدح وستائش کس رنگ میں بیان ہوئی ہے۔ اور خواجۂ خواجگان سیدنا غریب نواز اجمیری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تعریف وتوصیف کس نرالے انداز میں رضؔا بریلوی نے بیان کی ہے۔

مذکورہ شعر میں کئی جہتوں سے مذکورہ برگزیدہ شخصیتوں کی رضؔا بریلوی قدس سرہ نے تعریف وتوصیف کی ہے۔

(۱) سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ عظیم بادشاہ ہیں۔ اس کے لیے ''خاقاں توئی'' کا لفظ لایا ہے۔ ہاں تمام ولیوں کے عظیم بادشاہ ہیں۔ اور جب تمام ولیوں کے بادشاہ ہیں تو علما وعوام کے بھی عظیم بادشاہ ہوئے۔

(۲) حضرت خواجہ غریب نواز معین الدین حسن سنجری ثم اجمیری رضی اللہ تعالیٰ عنہ

کو امام احمد رضا بریلوی ہندوستان کا خواجہ و آقا مانتے ہیں، اسی لیے انہیں خواجۂ ہنداں سے یاد کیا ہے۔

(۳) حضرت خواجہ غریب نواز رضی اللہ تعالیٰ عنہ بادشاہ ہیں، بادشاہ۔انہیں لفظ ''شہ'' سے تعبیر کیا ہے۔

(۴) صرف بادشاہ نہیں بلکہ وہ زحل کا بلند مقام رکھنے والے بادشاہ ہیں، اسی لیے انہیں ''شہِ کیواں جناب'' سے یاد کیا ہے۔

(۵) رضؔا بریلوی کے دل و دماغ میں حضرت خواجہ نہایت مؤقر و معظم ہیں اسی لیے تعظیم والے لفظ ''جناب'' سے یاد کیا جو حضرت، حضور کا مترادف ہے۔

ہاں رضؔا بریلوی کے نزدیک حضرت خواجہ قدس سرہ ''حضرت شہِ کیواں'' ہیں۔ یعنی حضرت خواجہ ہندوستان کے اتنا بلند رتبہ بادشاہ ہیں کہ بلندی میں ساتویں آسمان کے ستارہ ''کیواں (زحل) ہیں۔ ہاں آسمانِ ولایت کے عالی مرتبہ بادشاہ ہیں۔آسمان ولایت کے بلند رتبہ بادشاہ حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب بغداد شریف کی ایک مجلسِ وعظ میں یہ اعلان فرمایا'' قدمی ھٰذہٖ علیٰ رقبة کل ولی اللہ ''۔(میرا یہ قدم تمام اولیاء اللہ کی گردن پر ہے) تو یہ آواز سنتے ہی حضرت خواجہ غریب نواز قدس سرہ نے اپنی گردن جھکا دی اور کہا:'' یا غوث اعظم !بل علیٰ عینی و راسی ''(آپ کا قدم صرف میری گردن پر نہیں بلکہ میری آنکھوں اور سر پر بھی ہے)

رضؔا بریلوی قدس سرہ العلی مذکورہ شعر میں یہ واضح کرنا چاہتے ہیں کہ اے

شہنشاہ ولایت غوث اعظم ! جب ہندوستان کے خواجہ وآقا اور آسمان ولایت کے بلند رتبہ بادشاہ نے آپ کی تعظیم کے لیے گردن جھکائی اور آپ کے حق میں کہا کہ ''میری آنکھوں اور سر پر بھی آپ کا قدم ہے، تو ثابت ہوا کہ آپ عظیم بادشاہ ہیں۔ خواجاؤں کے خواجہ، آقاؤں کے آقا اور بادشاہوں کے بادشاہ آپ ہیں۔ حضرت خواجہ غریب نواز اور دیگر اولیاے کرام بادشاہ ہیں تو آپ شہنشاہ ہیں۔

یہاں یہ گوشہ مخفی نہیں رہنا چاہئے کہ عطاے رسول سیدنا حضرت خواجہ غریب نواز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو رضا بریلوی قدس سرہ نے ''شہِ کیواں جناب'' سے یاد کیا ہے تو اس میں اعلیٰ قسم کی تشبیہ و تلمیح ہے اور شاندار مناسبت بھی۔ کیونکہ ''کیواں'' ساتویں آسمان کا ستارہ زحل کو کہتے ہیں، جو نہایت بلندی پر ہے۔ روے زمین کا ہر خطہ کسی نہ کسی ستارہ کے نیچے ہے، ہندو پاک کی اس جہت سے خوش قسمتی ہے کہ زحل جیسے بلند ستارہ کے حصے میں آتے ہیں۔

لہٰذا حضرت سیدنا غریب نواز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ''شہِ کیواں جناب'' (بادشاہِ زحل جناب) کہنے میں وہ مناسبت ہے جو ظاہر و عیاں ہے۔

اس شعر سے حضور غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عظیم بادشاہ اور شہنشاہِ ولایت ہونے اور ہندو پاک کے خوش قسمت اور بلند رتبہ ہونے کے ساتھ ساتھ حضرت خواجہ علیہ الرحمہ والرضوان کے عالی مرتبت بادشاہ ہونے کا اظہار ہوا۔ اسی لیے مندرجہ بالا شعر کی شرح کرتے ہوئے مجیر معظم میں عاشقِ اولیا، شیداے غوث الوریٰ امام احمد رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ سرمدا رقم طراز ہیں:

۲۹۔ **قلت :** بہر پایت خواجۂ ہند، الخ۔ **اقول :** مراد ہیں سیدنا معین الحق والدین چشتی اجمیری رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ یہاں لفظ ''کیواں جناب'' کی مناسبت عیاں و بے حجاب ہے، اس لیے کہ کرۂ زمین کی جو تقسیم مشہور و زبان زد ہے، اس میں ''ہندوستان'' کیواں (آسمان ہفتم کے ستارۂ زحل) کے حصے میں آتا ہے۔

مجھ سے میرے والد مقدام المحققین قدس سرہ نے بیان کیا، انھیں سید اجل قطب الحق والدین بختیار کاکی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ روایت پہنچی کہ ایک دن ہمارے پیر و مرشد خواجۂ بزرگ قدس سرہ نے اپنا سر مبارک نیچے جھکایا اور فرمایا: ''**بل علیٰ راسی و عینی**'' بلکہ میرے سر اور آنکھوں پر۔ حاضرین کو اس معاملے سے تعجب ہوا۔ حضرت خواجہ نے فرمایا کہ اس وقت حضرت سید عبد القادر جیلانی نے بغداد میں بر سر منبر آکر ارشاد فرمایا ہے ''**قدمی ھذہٖ علیٰ رقبۃ کل ولی اللّٰہ**'' تمام اولیا نے ان کا پاے مبارک اپنی گردنوں پر لے لیا، میں نے بھی عرض کیا ''**بل علیٰ راسی و عینی**'' گردن کیا؟ میرے سر پر، میری آنکھوں پر۔ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔

'' اکسیر اکبر شرح کبریت احمر '' میں یہ حکایت بلفظ ''**بل علیٰ حَدَقَۃِ عینی**'' (بلکہ میری آنکھ کی پتلی پر) نقل کی ہے۔

بواسطۂ ''انہار المفاخر'' ہمیں سید فاخر محمد گیسو دراز کی روایت سے نصیر الملۃ والدین چراغ دہلوی رحمہما اللہ تعالیٰ سے بیان کیا گیا کہ خواجۂ بزرگ قدس سرہ نے امرِ الٰہی سے آگاہی پاتے ہی سبقت فرمائی، اور اپنا سر زمین پر رکھ دیا اور کہا:

’’بل علیٰ عینی و راسی‘‘(بلکہ آپ کا قدم میری آنکھوں اور سر پر بھی ہے) واللہ تعالیٰ اعلم۔

واضح کیا جا چکا کہ رضاؔ بریلوی نے حضرت سیدنا خواجہ معین الدین حسن سنجری ثم اجمیری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو’’خواجۂ ہنداں‘‘ سے یاد کیا، جس کا معنی ہے، ہندوستان کے مالک و آقا۔اسی طرح ’’شہ کیواں جناب‘‘ سے یاد کیا، یعنی کہا، آسمان ہفتم کے ستارۂ زحل کا بلند مقام رکھنے والے بادشاہ۔پھر یہ کہ’’جناب‘‘یعنی حضرت کے لفظ سے یاد کیا ہے، اس سے ثابت ہوا کہ رضاؔ بریلوی حضور غریب نواز قدس سرہ سے کافی عقیدت و محبت رکھتے اور اچھے واونچے القاب وخطابات سے یاد کیا کرتے تھے۔وہ ان کے خواجہ و آقا ہونے کا اعتراف کرتے اور ان کو ساتویں آسمان کے ستارہ زحل کے مانند عالی جانتے اور بلند رتبہ بادشاہ مانتے تھے۔اور یہ پیغام دیتے تھے کہ وہ بلاشبہ ہند کے راجہ اور ہم سب کے خواجہ ہیں۔

حضرت خواجہ کے حوالے سے رضاؔ بریلوی کے گلہاے عقیدت اور عطرہاے محبت سے مشامِ دل وجان کو معطّر کرنے کے لیے فقیر قادری نوری کی کاوش’’مقام غوث اعظم اور امام احمد رضا‘‘اور’’ثناے حضرت خواجہ بزبان امام احمد رضا‘‘ کا مطالعہ کریں۔ان شاء اللہ تعالیٰ اعداے دین اور حاسدین کے سارے اعتراضات کے جوابات تشفی بخش مل جائیں گے۔

حضرت سہروردی اور نقشبند نے بھی غوث اعظم کے لیے گردن جھکائی

ابھی تک ساٹھ (۶۰) اشعار قصیدۂ اکسیر اعظم کے گزر چکے، اور اس کی شرح مجیر معظم میں اشعار کی تشریح کرتے ہوے جو نمبروار اقوال رضا بریلوی قدس سرہ نے پیش کیے ان کی تعداد انتیس (۲۹) ہوئی۔ شرح میں ۳۰/۳۱ رنمبر اقوال بھی موجود ہیں جن میں یہ تذکرہ ہے کہ سلسلۂ سہروردی کے شیخ المشائخ شہر یارِ سہرورد حضرت شہاب الدین سہروردی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے عمِّ محترم و پیر و مرشد حضرت نجیب الدین سہروردی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مذکورہ فرمان کو سن کر ان کی اطاعت قبول کی اور اپنی گردن جھکائی۔ اور یہ بھی تذکرہ ہے کہ سلسلۂ نقشبندیہ کے شیخ المشائخ تاجدار نقشبند حضرت بہاء الدین نقشبند رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اطاعت قبول کی اور ''قَدَمُهٗ عَلٰی عَیْنِیْ'' (ان کا قدم میری آنکھ پر) فرمایا۔ اس سے رضؔا بریلوی یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ صرف حضرت خواجہ غریب نواز رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ہی حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فرمان پر لبیک نہیں کہا، بلکہ تمام سلاسل کے مشائخ کرام نے گردن جھکائی اور آپ کے واجب الاتباع ارشاد کو قبول کیا۔ ہاں یہ ۳۰/۳۱ رنمبر کے اقوال تو موجود ہیں مگر مطبوعہ اکسیر اعظم یا دستیاب حدائق بخشش میں ان اقوال سے متعلق اشعار موجود نہیں۔

اس تعلق سے یہ گمان غالب ہے کہ دو اشعار اور بھی تھے جو مذکورہ دونوں پیرانِ سلسلہ سے متعلق تھے۔ مگر اکسیر اعظم کے موجودہ نسخے اور حدائق بخشش کے

متداول نسخوں میں نہ آسکے۔

ایک خاص اور قابلِ اتباع بات یہ ہے کہ رضاؔ بریلوی قدس سرہ نے حضرت خواجہ اور دیگر مشائخ کرام کے ساتھ حضرت سہروردی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت نقشبند قدس سرہ کو بھی نہایت ادب اور اچھے القاب سے یاد کیا ہے۔ مثلاً حضرت سہروردی کو شہر یارِ سہرورد سے۔ شہر یار کا معنی ہے: آقا، مالک۔ بادشاہ۔ نیز انہیں امام الفریقین، شیخ الشیوخ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسے مبنی برحقیقت اور بھاری بھرکم خطابات سے یاد کیا ہے۔ اور حضرت نقشبند رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تاجدارِ نقشبند اور حضرت بہاء الشرع والدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یاد کیا ہے۔ اب آیئے ان دونوں اقوال کو زیب نظر کیجئے اور صادق ومصدوق سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قول مبارک ''قدمی ھٰذہٖ علی رقبۃ کل ولی اللّٰہ'' کی تصدیق و توثیق چوٹی کے مشائخ کرام علیہم الرحمۃ والرضوان کس شان سے کرتے ہیں، اس کی دل کشی ملاحظہ کیجئے۔ رضاؔ بریلوی قدس سرہ العلی مجیر معظم میں رقم طراز ہیں:

۳۰؎ قلت: شہر یار سہرورد۔ اقول: مراد ہیں امام الفریقین شیخ الشیوخ شہاب الملۃ والدین سہروردی سلسلۂ سہروردیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ ''قدمی ھٰذہٖ'' فرمانے کے دن مانوس ملائکہ محفل میں حاضر تھے اور انھوں نے تمام اولیا کے ساتھ آپ کے سامنے گردن جھکائی۔ آپ کے پیر ومرشد حضرت نجیب الحق والدین سہروردی قدس سرہ بھی واجب الاتباع ارشاد'' قدمی ھٰذہٖ'' سننے کے وقت سر نیچے لائے، یہاں تک کہ قریب تھا کہ زمین پر رکھ دیں اور اس وقت یہ کہہ رہے تھے ''بل علیٰ

راسی، بل علیٰ راسی ،بل علیٰ راسی'' بلکہ میرے سر پر، بلکہ میرے سر پر، بلکہ میرے سر پر۔ جیسا کہ شیخ محقق رحمہ اللہ تعالیٰ کی کتاب ''زبدۃ الاسرار'' میں ہے

۱۳۱: قلت : تاجدارنقشبند۔ اقول: حضرت بہاء الشرع والدین نقشبند رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے متعلق منقول ہے کہ آپ سے پوچھا گیا کہ کیا ارشاد مبارک ''قدمی ھٰذہٖ'' اسی زمانے کے اولیا کے ساتھ مخصوص ہے؟ فرمایا: حاشا! اس سے تخصیص ہرگز مفہوم نہیں۔ ہمارے شیخ ابو یوسف ہمدانی قدس سرہ ان حضرات میں سے تھے، جنھوں نے بارگاہِ غوثیت میں اپنی گردنیں پیش کر دیں۔ اور میں بہاء الدین کہتا ہوں ''قَدَمُہٗ عَلٰی عَیْنِیْ'' ان کا قدم میری آنکھ پر یا فرمایا: ''عَلٰی بَصَرِ بَصِیْرَتِیْ'' میرے دل کی آنکھ پر۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔

آپ کے وعظ کے اثر سے رجال الغیب کے بدن میں آگ لگنا پھر اس کا بجھانا

۶۱ رویں شعر کے آئینے میں

۶۱۔ رجال الغیب کے بدن میں اپنے وعظ سے آپ آگ لگاتے ہیں، پھر اس آگ لگی کھیتی کے لیے بارانِ بہار آپ ہی ہیں۔ ۱۳۲ (یا غوث صمدانی)

شعر کے اس مضمون میں دو دعوے ہیں (۱) حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وعظ اس قدر مؤثر ہوتا کہ رجالُ الغیب یعنی مردانِ غیب کے جسم میں آگ لگ جاتی تھی، (۲) عطائے الٰہی سے آپ کو یہ قدرت ملی تھی کہ ابر نیساں (بارانِ بہار و بارشِ رحمت) بن کر آپ اس آگ کو بجھا بھی دیتے تھے۔ ان دونوں دعووں کے ثبوت میں نائب غوث اعظم مجدد اعظم رضؔا بریلوی قدس سرہ العلی حوالہ

سے مزین درج ذیل عبارت ''مجیر معظم'' میں پیش کرتے ہیں۔

۳۲؎ قلت: درتنِ مردانِ غیب، الخ۔ اقول :رجال الغیب اولیاے متبتلین (لوگوں سے منقطع، رب سے متعلق رہنے والے اولیا) کی ایک قسم ہے جو خلق سے ربط نہیں رکھتے اور انسانوں کی نظر سے پوشیدہ رہتے ہیں۔ علما شیخ ابوزرعہ طاہر قدس سرہ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک دن غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مجلس مبارک میں فرمایا: میرا کلام ان لوگوں سے ہے، جو میری مجلس میں کوہِ قاف کے پیچھے سے آتے ہیں، ان کے بدن مجلس میں اور دل بارگاہِ قدس میں ہوتے ہیں۔ قریب ہے کہ شدتِ شوقِ الٰہی میں ان کی کلاہ وطاقیہ (ٹوپی، ایک خاص قسم کی ٹوپی) میں آگ لگ جاے۔ حضرت ممدوح کے فرزند سیدی تاج الدین ابوبکر عبدالرزاق رضی اللہ تعالیٰ عنہما منبرِ اطہر کے نیچے حاضر تھے۔ سر اٹھایا اور تھوڑی دیر فضا میں دیکھنے لگے، یہاں تک کہ بے ہوش ہوگئے اور ان کے سر کی ٹوپی اور کنارۂ گریباں جل گیا۔

حضرت والا منبر سے نیچے آئے، آگ بجھائی اور حضرت صاحبزادہ سے فرمایا: ''انت منھم'' تم بھی ان ہی میں سے ہو، سیدی عبدالرزاق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے لوگوں نے ان کی بے ہوشی کے بارے میں پوچھا، تو فرمایا: میں نے نگاہ اٹھائی تو فضا میں دیکھا کہ مردانِ غیب کی ایک انجمن آراستہ ہے۔ سب سر نیچے جھکائے ہوئے، خاموش، ہمہ تن گوش ہیں، آسمانی افق ان سے چھپا ہوا ہے اور ان کے کپڑوں میں آگ لگ چکی ہے، کچھ نعرہ زن ہوا میں پرواز کررہے ہیں، کچھ زمین پر گررہے ہیں، کچھ اپنی جگہ حیران ومدہوش ٹھہرے ہوئے ہیں۔ سبحٰن اللہ !

وَالْکِبْرِیَاءُ لِلّٰہِ (بڑائی اللہ کے لیے ہے) وارفتگانِ شوق میں سے ایک یوں نغمہ سرا ہے: شعر

ترک عجمی کاکل ترکانہ برانداخت　　از خانہ بروں آمد وصد خانہ برانداخت

آں دم کہ عقیق لب او در سخن آمد　　خون از دہن ساغر و پیمانہ برانداخت

عجمی ترک (معشوق) نے ترکانہ زلفیں پھیلائیں، گھر سے باہر آیا اور سیکڑوں گھر گرادیے، جب اس کالبِ عقیق گفتگو پر آیا تو ساغر و پیمانہ کے دہن سے خون چھلکا دیا۔

مرید کا ایک قدم میں آنا، اس کا توبہ کرنا اور آپ کا اس کی رہنمائی کرنا

٦٢ رویں شعر کی روشنی میں

حضور غوث اعظم قدرت نما تھے، جب چاہتے رب تعالیٰ کی قدرت کا ظہور آپ سے ہوتا۔ آپ کے ایک مرید نے بیت المقدس سے ہزاروں کیلومیٹر کی مسافت ایک سکنڈ میں طے کر لی اور صرف ایک قدم میں وہاں سے بغداد شریف حاضر ہوکر آپ کی محفل میں پہنچ گئے۔ انہوں نے آپ کے دستِ اقدس پر توبہ کی اور اس بات کے طالب ہوئے کہ حضور میری حاجت پوری کریں، مجھے حق تعالیٰ کی خوب محبت چاہیے۔ آپ اس سلسلہ میں میری رہنمائی فرمائیں۔ حضور نے ان پر کرم فرمایا۔ وہ مرید صاحب چونکہ ہوا کے دوش پر ہوکر ایک قدم میں بیت المقدس سے بغداد شریف آئے تھے، جس کے سبب ان کو نقصان پہنچ سکتا تھا، اس لیے انہوں نے ایسا آئندہ کرنے سے توبہ کی، اس طرح آپ نے انہیں نقصان وخطرہ

سے نجات دلائی۔اس مفہوم کو امام احمد رضا قدس سرہ نے اکسیر اعظم کے شعر میں یوں بیان کیا۔

ترجمہ شعر نمبر۶۲۔(یا دستگیر) جس کے لیے بیت المقدس سے آپ کے دروازے تک ایک قدم ہے، وہ آپ سے رہنمائی کا طالب ہے اور اسے نقصان سے نجات دینے والے آپ ہیں۔

شرح: اور اس سے متعلقہ واقعہ ''مجیر معظم'' میں یوں بیان کرتے ہیں:

۳۳ قلت: آں کہ از بیت المقدس۔الخ۔اقول: نفحات الانس وغیرہا میں ہے:

ایک روز سیدنا رضی اللہ تعالیٰ عنہ منبر پر تشریف لائے۔ابھی زبان مبارک سے نہ کچھ فرمایا، نہ قاری کو کچھ پڑھنے کی اجازت دی کہ لوگوں میں ایک وجد برپا ہو گیا اور سب پر ایک عجیب کیفیت طاری ہو گئی۔شیخ صدقہ بغدادی قدس سرہ حاضرِ مجلس تھے، اس حال سے انھیں سخت تعجب ہوا۔ان کے دل میں خطرہ گزرنا تھا کہ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کی طرف متوجہ ہو گئے اور فرمایا: اے صدقہ! میرے مریدوں میں سے ایک شخص بیت المقدس سے یہاں تک ایک قدم میں آیا اور میرے ہاتھ پر توبہ کی، حاضرین اس کی ضیافت میں ہیں، شیخ صدقہ نے اپنے دل میں کہا: جو شخص ایک قدم میں بیت المقدس سے بغداد آئے اسے کس چیز سے توبہ کرنی ہے اور اسے حضرت شیخ کی کیا حاجت ہے؟ سیدنا رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پھر ان کی طرف توجہ کی اور فرمایا: یَا ھٰذَا! اسے اس بات سے توبہ کرنی ہے کہ پھر ہوا میں پرواز نہ کرے اور مجھ سے اس کی یہ حاجت وابستہ ہے کہ میں اسے محبتِ حق جل وعلا کی راہ بتاؤں۔

غوث اعظم مقامِ مخدَع یعنی گنجینۂ راز اور حجرۂ قدس میں ہیں

۶۳ / ویں شعر کی روشنی میں

۶۳۔ بارگاہ قدس کے سالکین اگر آپ کو نہ دیکھیں تو یہ ہوسکتا ہے، اس لیے کہ آپ حجرۂ قدس میں ہیں، میدان میں نہیں۔ ۳۴

شرح: حضرتِ غوثیت مآب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رہروانِ قدس میں سے وقت کے عظیم ولی حضرت عبدالرحمٰن طفسونجی علیہ الرحمۃ والرضوان کو جواباً یہ خبر بھیجی کہ تم مجھے اس لیے نہیں دیکھ پاتے کہ میں مقامِ مخدَع (حجرۂ قدس) میں ہوں اور تم درکات (نیچے کے حصوں) میں ہو۔

مخدع کا معنی ہے: حجلۂ قدس۔ حجرۂ قدس، حجرۂ خاص، گھر کے اندر کی کوٹھری، گنجینۂ راز۔

مذکورہ عبارت سے واضح ہوا کہ غوث اعظم گنجینۂ راز، وصل وقرب کے اعلیٰ مقام ''مخدع'' میں ہیں، مگر بہت سے رہروانِ قدس یعنی بارگاہ قدس کے سالکین اور اولیاء اللہ اس میں نہیں بلکہ درکات یعنی صحن ومیدان اور نیچے کے حصے میں ہیں۔ اس کی تفصیل شعر کی تشریح کے ذیل میں اعلیٰ حضرت محدث بریلوی قدس سرہ سے سماعت کیجئے۔

۳۴ قُلتُ: رہروانِ قدس، الخ۔ اقول: شیخِ اجل ابومحمد عبدالرحمٰن طفسونجی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک روز طفسونج میں، جو خلد آباد ''بغداد'' کے توابع میں سے

ہے۔ برسرِ منبر یہ کہا: ’’ اَنَا بَیْنَ الْاَوْلِیَاءِ کَالْکُرْکِیِّ بَیْنَ الطُّیُوْرِ اَطْوَلُھُمْ عُنُقاً ‘‘ میں اولیا کے درمیان ایسے ہی ہوں جیسے پرندوں کے درمیان کلنگ، سب سے زیادہ لمبی گردن والا۔ سرکار غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مرید شیخ ابوالحسن علی بن احمد قدس سرہ اسی نواح کے ایک گاؤں ’’ جنت ‘‘ کے رہنے والے تھے۔ اس وقت وہ شیخ ابومحمد کی مجلس میں موجود تھے۔ وہ کھڑے ہو گئے، اپنی گدڑی بدن سے اتاری اور کہا: ’’ دَعْنِیْ اُصَارِعُکَ ‘‘ میں آپ سے کشتی لڑوں گا۔ شیخ عبدالرحمٰن خاموش ہو گئے اور اپنے مریدین سے فرمایا: میں اس شخص کا ایک سرِ مو بھی عنایتِ حق سبحانہ وتعالیٰ سے خالی نہیں دیکھ رہا ہوں۔ شیخ ابوالحسن سے کہا: اپنی گدڑی پہن لو۔ انھوں نے کہا: میں جس سے باہر آ گیا اس میں پھر نہ جاؤں گا۔ ’’ دِہِ جنت ‘‘ کی طرف رخ کر کے اپنی زوجہ کو آواز دی کہ فاطمہ! میرے پہننے کو کپڑے لاؤ۔ ان عفیفہ نے اس گاؤں سے سنا اور راستے میں کپڑا لیے شیخ ابوالحسن کے سامنے آئیں۔ شیخ عبدالرحمٰن نے دریافت کیا: تمھارے پیر کون ہیں؟ کہا: شیخ عبدالقادر رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ انھوں نے کہا: میں نے شیخ کا ذکر صرف زمین میں سنا ہے۔ چالیس سال سے میں بابِ قدرت کے درکات (زیریں حصوں) میں ہوں، ان کو وہاں کبھی نہ دیکھا، پھر اپنے مریدین کی ایک جماعت کو حکم دیا، کہ بغداد جاؤ اور حضرتِ شیخ سے عرض کرو کہ عبدالرحمٰن نے سلام بھیجا ہے اور یہ کہا ہے کہ میں چالیس سال سے بابِ قدرت کے زیریں حصوں (درکات) میں ہوں، وہاں آپ کو اندر جاتے نہ دیکھا، نہ باہر آتے دیکھا۔ جب یہ مریدین بعزمِ بغداد روانہ ہوئے، حضرت

غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسی وقت بعض خدام سے فرمایا: طفسونج جاؤ، راستے میں شیخ عبدالرحمٰن کے خدام ملیں گے، شیخ نے اپنا پیغام دے کر انھیں میرے پاس بھیجا ہے، ان کو اپنے ساتھ واپس لے جاؤ اور عبدالرحمٰن سے کہو۔ عبدالقادر نے سلام بھیجا ہے اور کہا ہے کہ تم درکات (نیچے کے حصے) میں تھے، جو درکات میں ہو، وہ اسے کیسے دیکھے گا جو بارگاہ میں ہو، اور جو بارگاہ میں ہے وہ اسے کیسے دیکھے گا جو ''مُخدَع'' (گنجینۂ راز) میں ہے۔ میں پوشیدہ طور پر دروازے سے آتا اور تمہارے سر کے اوپر سے اس طرح باہر آتا کہ تم مجھے نہ دیکھتے۔ اگر گواہ چاہتے ہو تو یہ ہے، وہ سبز خلعت جو فلاں شب میں تمہارے لیے میرے ہاتھ سے بھیجی گئی، دینے والا خدا تھا اور بانٹنے والا میں۔ دوسری گواہی یہ کہ درکات میں بارہ ہزار ولیوں کو خلعتِ ولایت بخشی۔ اور وہ سبز قبا جس کے کناروں پر سورۂ اخلاص کا نقش تھا، تمہارے لیے میرے ہاتھوں بھیجی گئی۔ جب سرکارِ غوثیت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مریدین نے پیام پہنچایا تو حضرت عبدالرحمٰن نے کہا: ''صَدَقَ الشَّیخُ عَبدُ القَادِرِ وَھُوَ سُلطَانُ الوَقتِ وَصَاحِبُ التَّصَرُّفِ فِیہِ'' شیخ عبدالقادر نے سچ کہا، وہ سلطانِ زمانہ اور زمانے میں تصرف فرمانے والے ہیں۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔

آپ نے حضرت طفسونجی کو خلعت عطا کی

۶۴ رویں شعر کے اجالے میں

حضرت عبدالرحمٰن طفسونجی کے حوالے سے مندرجہ بالا واقعہ سے واضح ہوا کہ حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ حجلۂ قدس یعنی محل اور حجرۂ خاص میں تھے، اورعطائے الٰہی سے ''قل ھو اللہ احد '' کے نقش ونگاروالی سبز خلعت (جوڑا) صاحبِ اعزاز حضرت عبدالرحمٰن طفسونجی کو آپ نے عطا کی تھی، اس مفہوم کو عاشقِ رسول وشیدائے آلِ رسول امام احمد رضا محقق بریلوی قدس سرہ نے شعر نمبر ۶۴ میں یوں ڈھالا:۔

۶۴۔ ''قل ھو اللہ احد '' کے نقش ونگاروالی سبز خلعت اس صاحبِ اعزاز کو کس نے عطا کی؟ اگر محل میں آپ نہ تھے؟ (یعنی آپ ضرور اس قربِ خاص کے اس خاص محل میں تھے اور ہیں)

اصل شعر یہ ہے

سبز خلعت با طراز ''قل ھو اللہ احد''

آں مکرم را کہ بخشید ار نہ درایواں توئی

غوث اعظم کی اپنے مشائخ سے افضلیت

اگر مشائخ آفتاب ہیں تو آپ چاند ہیں، ۶۵ رویں شعر کے اجالے میں

حضور غوث اعظم قدس سرہ منصوصین اور مستثنیات کو چھوڑ کر تمام اولیائے

کرام پر فضیلت رکھتے ہیں۔یعنی آپ افضل ہیں اور وہ مفضول۔ یہاں تک کہ منصوص کو چھوڑ کر اپنے مشائخ کرام مثلاً حضرت ابوسعید مخزومی، حضرت ابوبکر شبلی، حضرت جنید بغدادی رضی اللہ تعالیٰ عنھم پر بھی فضیلت رکھتے اور ان سے افضل ہیں، اسی لیے بقول حضرت خضر علیہ السلام، حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قبل کے، بعد کے اور دور کے سارے اولیائے کرام اپنے دل میں ان کا ادب رکھتے تھے اور رکھتے ہیں۔ایسے میں آپ کے مشائخ کرام اگر آفتاب ولایت ہیں تو آپ ولایت کے ماہِ تاباں یعنی روشن چاند ہیں۔اس مفہوم کو اکسیر اعظم کے شعر اور مجیر معظم کی عبارت کی روشنی میں سمجھئے۔

ترجمہ شعر نمبر ۶۵:۔آپ کے مشائخ کرام کو القائے نور کی وجہ سے کہا جا سکتا ہے کہ وہ آفتاب ہیں اور آپ ماہِ تاباں ہیں ۳۵؎

شرح: اس کی تشریح کے ضمن میں مشائخ کرام علیھم الرحمۃ والرضوان پر آپ کی افضلیت ثابت کرتے ہوئے نائبِ غوث الوریٰ امام احمد رضا قدس سرہ ''مجیر معظم'' میں یوں رقم طراز ہیں:

۳۵۔ قلت: گوشیوخت را، الخ۔ اقول: نقیبِ اولیا سیدنا خضر علیٰ حبیبنا وعلیہ الصلاۃ والسلام فرماتے ہیں: **مَا اتَّخَذَ اللّٰہُ وَلِیًّا کَانَ اَوْ یَکُوْنُ اِلَّا وَھُوَ مُتَاَدِّبٌ فِیْ سِرِّہٖ مَعَ الشَّیْخِ عَبْدِ الْقَادِرِ اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَۃِ** ۔'' جو پہلے تھے اور جو آئندہ ہوں گے، ان میں سے جسے بھی حق تعالیٰ نے ولی بنایا وہ اپنے باطن میں شیخ عبد القادر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ روز قیامت تک حدِّ ادب کی نگہداشت کرنے

والا ہے۔‘‘(زبدۃ الاسرار)

فقیر کہتا ہے یہ روایت سراپا ہدایت دو امروں پر دلیل شافی اور حجت کافی ہے۔ایک یہ کہ غوثِ برحق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ان تمام حضرات پر فضیلت مطلقہ حاصل ہے جو عرف جاری و مشہور میں لفظ اولیا سے مراد و مفہوم ہوتے ہیں۔دوسرا یہ کہ ہر قرن اور ہر زمانے کے اولیاء اللہ کو اس ذاتِ سعید و مسعود کے وجود باجود پر اطلاع دی گئی ہے اور حضرت کے ادب اور محبت و تکریم کا حکم دیا گیا ہے۔اس لیے کہ حضرت خضر علیٰ حبیبنا وعلیہ الصلاۃ والسلام کا وہ حکم کلی اس صورت کے بغیر راست نہ آئے گا۔جیسا کہ واضح وعیاں ہے۔

سبحٰن اللہ، والحمد للہ! ہمیں قادریت کی سرکار گردوں وقار پر ناز ہے کہ اپنے جدّ کریم علیہ افضل الصلاۃ والتسلیم کی مشابہت سے بہرۂ کامل پایا ہے۔وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَآ اٰتَيْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّحِكْمَةٍ ثُمَّ جَآئَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ (اور یاد کرو جب اللہ نے پیغمبروں سے ان کا عہد لیا، جو میں تم کو کتاب اور حکمت دوں پھر تشریف لائے تمھارے پاس وہ رسول کہ تمھاری کتابوں کی تصدیق کرے تو تم ضرور ضرور اس پر ایمان لانا اور ضرور ضرور اس کی مدد کرنا۔(آل عمران س۳، آیت ۸۱)

میں نے اسی مشابہت کو خطبے میں یوں عرض کیا ہے:’’لَا سِيَّمَا عَلٰى مَنْ هُوَ فِى الْاَوْلِيَاءِ كَجَدِّهِ الْكَرِيْمِ فِى الْاَنْبِيَاءِ ،عَلَيْهِ وَ عَلَيْهِمُ التَّحِيَّةُ وَالثَّنَاءُ‘‘ (خصوصاً ان پر جو اولیا میں اسی طرح ہیں جیسے ان کے جد کریم انبیا میں۔

علیہ وعلیہم التحیۃ والثناء) زبدۃ الاسرار ہی میں دو ولیِ جلیل احمد بن ابوبکر حریمی اور ابو عمر عثمان صریفینی قدس سرہما سے نقل ہے کہ یہ دونوں حضرات قسم کھا کر کہتے:

''وَاللّٰہِ مَا اَظْھَرَ اللّٰہُ سُبْحٰنَہٗ وَلَا یُظْھِرُ اِلَی الْوُجُوْدِ مِنَ الْاَوْلِیَاءِ مِثْلَ الشَّیْخِ عَبْدِ الْقَادِرِ ''(خدا کی قسم حق سبحانہ نے عالم میں ایسا کوئی ولی نہ پیدا کیا ہے اور نہ کرے گا جو شیخ عبدالقادر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مماثل ہو)

شیخ محقق رحمہ اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: ''ان دونوں ولیوں کا یہ کلام ان کے دور کے اولیا میں شہرت پذیر ہوا اور بعد گفتگو سب کا اس پر اتفاق ہوگیا۔ اگر ان اولیا کے پاس کوئی دلیل نہ ہوتی تو قسم سے مؤکد کر کے اس مضمون پر جزم ہرگز نہ کرتے۔ انتہیٰ مترجماً''۔

الحاصل جب مذہب یہ ہے کہ سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ تمام اولیاے اولین و آخرین سے افضل و اکمل اور اعلیٰ و اجل ہیں۔ بجز ان حضرات کے، جن سے متعلق دلیلِ استثنا قائم ہو چکی ہے، جیسے صحابہ اور اخیارِ تابعین، رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین تو حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مشائخ کرام جیسے سَری سَقطی، معروف کرخی، سید الطائفہ جنید بغدادی، ابوبکر شبلی، منبع سلاسل ممشاد دینوری، ابو اسود دینوری، علی ہکاری، ابوالفضل تمیمی، یوسف طرطوسی، ابوسعید مخزومی، حمّاد دبّاس اور ان کے علاوہ حضرات جو ان طبقے میں ہیں۔ قدس اللہ اسرار زمرتھم، ان پر بھی حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فضیلت واضح و عیاں ہے۔ اور جس نے اُس ذات والا صفات کے فضائل، اور حضرت کرخی و جناب حماد وغیرہما کے ساتھ

حضرت کے معاملات، اور حضرت حسین بن منصور حلاج ہم عصر حضرات جنید وشبلی رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے حق میں حضرت کا کلام کتبِ علما ومشائخ میں دیکھا ہے، اس کے سامنے میرا بیان بالکل واضح ہے۔ وباللہ التوفیق۔

آپ چاند ہیں، اور چاند آفتاب پر باعتبار ترقی فضیلت رکھتا ہے

۶۶؍ویں شعر کے آئینے میں

گدائے قادری اسیر نوری کہتا ہے کہ گزشتہ شعر میں حضرت ناظم (نظم اکسیر اعظم کہنے والے امام احمد رضا) نے کہا کہ حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مشائخ کرام علیہم الرحمۃ والرضوان اس وجہ سے آفتاب ولایت کہے جاسکتے ہیں کہ انہوں نے آپ پر نور کا القا کیا، تو جس طرح لوگوں کے کہنے کے مطابق آسمان کا آفتاب چاند پر القائے نور کرتا ہے تو چاند روشن وتاباں ہوتا ہے، اسی طرح مشائخ کرام نے القائے نور کیا تو وہ آفتاب ہوئے اور آپ پر نور ڈالا تو آپ چمکے اور ایسا چمکے کہ سارے عالم کو چمکایا اور چمکا رہے ہیں۔ اس اعتبار سے آپ چاند ہوئے، یہاں ایک سوال ابھر کر سامنے آتا ہے کہ رضؔا بریلوی قدس سرہ کے مذکورہ شعر سے حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ان کے مشائخ کرام، حضرت ابوسعید مخزومی، حضرت ابوبکر شبلی، حضرت جنید بغدادی وغیرہم رضی اللہ تعالیٰ عنہم پر فضیلت و افضلیت ثابت نہیں ہوتی، جب کہ رضؔا بریلوی مشائخ کرام سے ان کی افضلیت کے قائل ہیں۔

اس کا جواب یہ ہے کہ چاند کی آفتاب پر اس جہت سے فضیلت ثابت

ہوتی ہے کہ آفتاب اگرچہ اپنی روشنی چاند پر ڈالتا اور اسے تاباں کرتا ہے مگر اس کی سیر و رفتار کے لیے ایک مستقر (قرارگاہ) ہے، ترقی نہیں " وَالشَّمْسُ تَجْرِیْ لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَا " قرآن میں ارشاد ہوا ہے۔ اور چاند کے لیے ترقی منازل عطا کی گئی ہے، تو وہ ترقیوں پر ہے۔ اسی طرح سورج کے لیے یہ بھی ارشاد ہوا۔ " لَا الشَّمْسُ یَنْبَغِیْ لَهَا اَنْ تُدْرِکَ الْقَمَرَ " (سورج کو یہ نہیں پہنچتا کہ چاند کو پالے)۔ تو حضور غوث اعظم ایسے روشن و تاباں چاند ہیں کہ ہر لمحہ ترقی پذیر ہیں، ان کے رتبے کو دوسرے اولیاے کرام اگرچہ آفتاب ہوں، نہیں پا سکتے۔ جیسے آسمان کا آفتاب آسمان کے چاند کو نہیں پا سکتا۔ حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو منزلوں کی وہ ترقیاں ملیں، جو دوسرے اولیائے کرام کو نہ ملیں۔ اسی مفہوم کو شیدائے غوث اعظم قدس سرہ نے اپنے شعر میں یوں کہا۔

۶۶۔ لیکن ان کی سیر ایک مستقر پر تھی، منزلوں کی وہ ترقیاں کہاں، جن میں ہر لمحہ آپ ہیں"۔ (اے میرے محبوب سبحانی)

اور اس کی شرح "مجیر معظم" میں یوں رقم طراز ہیں۔

۳۶۶ قلتُ: لیک سیر شاں، الخ۔ اقول: ناظم نے کلام کی بنیاد اس پر رکھی ہے کہ چاند سورج سے روشنی حاصل کرتا ہے جیسا کہ لوگوں میں مشہور اور زبانوں پر مذکور ہے، پہلے حضرت ممدوح کے مشائخ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو خورشید اور حضور پُر نور کو قمر کہتا ہے، پھر آفتاب پر چاند کی فضیلت کا، ان آیاتِ کریمہ کی تجلیات سے اقتباس کرتا ہے کہ حق۔ جَلَّتْ عَظْمَتُهٗ۔ کا ارشاد ہے: وَالشَّمْسُ تَجْرِیْ لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَا

ذٰلِکَ تَقۡدِیۡرُ الۡعَزِیۡزِ الۡعَلِیۡمِ وَالۡقَمَرَ قَدَّرۡنٰہُ مَنَازِلَ حَتّٰی عَادَ کَالۡعُرۡجُوۡنِ الۡقَدِیۡمِ لَا الشَّمۡسُ یَنۡبَغِیۡ لَھَآ اَنۡ تُدۡرِکَ الۡقَمَرَ (اورسورج اپنی ایک قرارگاہ کے لیے چلتا ہے۔ یہ حکم زبردست علم والے کا، اور چاند کے لیے ہم نے منزلیں مقرر کیں یہاں تک کہ پھر کھجور کی پرانی خشک ڈال کی طرح ہوگیا۔ سورج کو نہیں پہنچتا کہ چاند کو پالے۔ (یٰسٓ، س، ۳۶، آیات ۳۸۔۴۰)

دیکھو آفتاب کی سیر کے لیے ایک قرارگاہ رکھی ہے اور چاند کو ترقی منازل عطا فرمائی ہے پھر صراحۃً ارشاد فرمایا ہے، کہ سورج کو لائق نہیں کہ چاند کو پالے۔ یہ کلام اس چاند سے متعلق ہے جس کی ترقی، تنزل سے بدلتی رہتی ہے اور پھر پہلی حالت پر پہنچ کر ایک پرانی خشک ٹہنی کی طرح ہو جاتا ہے۔ سبب یہ ہے کہ اس کی چال ایک مدارِ مستدیر پر ہے، اس لیے دوری کے بعد پھر نزدیکی اس کے لیے ناگزیر ہے۔ پھر اس چاند کا کیا حال ہوگا جو ایک راہِ مستقیم پر بکمالِ رفعت، حدِّ بے نہایت کی جانب ترقی فرما ہے اور اس دامنِ عزت ''عاد کالعرجون القدیم'' کے داغ سے پاک و محفوظ رہتا ہے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

بغداد کے چاند کو کوئی نہیں پا سکتا

۶۷ رویں شعر کی روشنی میں

گزشتہ شعر اور اس کی تشریح سے واضح ہوا کہ اور مشائخ کرام اگر آفتاب ہیں تو حضور غوث اعظم چاند اور آپ ایسے چاند ہیں کہ ہمیشہ ترقی پر ہیں، آپ کے درجات کی ہمیشہ ترقی ہوتی رہتی ہے، آفتاب کی شان یہ نہیں کہ چاند کو پا سکے۔

یہ بھی واضح ہوا کہ آسمان کا چاند تو ترقی پر رہتا ہے مگر بعد میں پہلی حالت پر پہنچ کر اتنا پتلا ہو جاتا ہے کہ کھجور کی پرانی خشک ڈالی (ٹہنی) کی طرح ہو جاتا ہے۔ مگر حضور غوث اعظم اس طرح ہونے سے پاک ہیں۔ وہ ہمیشہ ترقی منازل پر ہیں۔ اسی لیے اعلیٰ حضرت درج ذیل شعر میں یوں کہتے ہیں،

ترجمہ شعر نمبر ۶۷۔ میرے چاند! قمر کو پالینا آفتاب کے شایاں نہیں، خصوصاً جب کہ تم ''پرانی ٹہنی کی صورت میں ہونے'' سے مطمئن ہو (پاک ہو)

بغداد کا چاند بے پایاں ترقی میں ہے

۶۸ رویں شعر کے اجالے میں

حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی معرفتِ الٰہی، سیر فی اللہ قرب اور ترقیِ منازل کے اعتبار سے ایسے چاند ہیں کہ کبھی ہلال ہیں، کبھی قمر اور کبھی بدر بن کر چمکتے ہیں بلکہ آپ اس سے بھی بہتر ہیں۔

اس مفہوم کو امام اہلِ سنت امام احمد رضا قدس سرہ درج ذیل شعر میں اس طرح ڈھالتے ہیں، ہاں پہلے آپ کے رتبے کی بلندی اور ترقی درجات پر بری نظر ڈالنے والے کو دھتکارتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اے بری نظر والو! تم اندھے ہو جاؤ۔ میرے آقا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے درجات و منازل تو فضل مولیٰ سے یوں ہی ترقی پر رہیں گے۔ بری نظر ان کا کچھ بگاڑ نہ سکے گی۔ چنانچہ امام احمد رضا یوں لب کشا ہوئے۔

ترجمہ شعر نمبر ۶۸۔ بری نظر اندھی ہو!۔ (اے میرے آقا) آپ کس قدر ترقی

میں ہیں، آپ پرسوں ہلال تھے، کل قمر (چاند) ہوئے، آج بدر (چودھویں رات کا چاند) ہوئے اور آپ اس سے بھی بہتر ہیں۔ ۳۷؎ اب دیکھنا یہ ہے کہ حضور پرنور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہلال بھی ہیں، قمر بھی اور بدر بھی، یہ کیسے؟ اور آپ دن بدن ترقی میں ہیں، دن دونی رات چوگونی ترقی پر ہیں، یہ کیسے؟ اس کے شواہد کیا ہیں؟ اس سلسلہ میں مذکورہ ترجمۂ شعر کی تشریح امام احمد رضا قدس سرہ کی زبانی ملاحظہ کیجئے، وہ رقم طراز ہیں:

۳۷؎ قلت: دی قمر کشتی، الخ۔ اقول: چاند تین رات تک ''ہلال'' ہے، اس کے بعد آخر ماہ تک ''قمر'' اور چودھویں رات کا چاند ''بدر'' کے نام سے مخصوص ہے۔ عرف یہی ہے اگرچہ بحساب تقویم چاند کے پورے ہونے کا وقت کبھی رات کو ہوتا ہے، کبھی دن کو، اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ تیرھویں رات کو ہی بدر ہو جاتا ہے اور چودہ کی رات کو محاق میں آجاتا ہے یعنی گھٹنا شروع ہو جاتا ہے۔ جیسے اسی ماہ ذی قعدہ ۱۳۰۴ھ میں، میں نے مشاہدہ کیا کہ پنج شنبہ کی شب میں تیرھویں رات کا چاند نصف شب کے ۴۹ منٹ (نجومی منٹ) کے بعد برج دَلو کے اواخر درجۂ نہم میں شمس کے مقابل ہو گیا، شمس اسی کی نظیر اپنے خانۂ اسد میں تھا۔

سبحٰن اللہ! بات کہاں سے کہاں چلی جاتی ہے، ہم اپنے چاند (غوثِ اعظم) کی ترقی سے متعلق ایک روایت پیش کرتے ہیں۔ تحفۂ قادریہ اور بہجۃ الاسرار میں سیدی قطب عالم علی بن ہیتی قدس سرہ سے روایت ہے کہ ایک دن سیدنا رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت معروف کرخی نور اللہ مرقدہ کی تربتِ پاک کو گئے اور وقتِ زیارت یوں کہا

’’اَلسَّلامُ عَلَیْکَ یَا شَیْخ مَعْرُوْف ! عَبرْتَنا بِدَرْجَۃٍ ‘‘(سلام ہوآپ پر اے شیخ معروف ۔آپ ہم سے ایک درجہ آگے بڑھ گئے)۔ پھر جب دوسری بار زیارت کوآئے تو یوں فرمایا: اَلسَّلامُ عَلَیْکَ یَا شَیْخ مَعْرُوْف ! عَبرْتُک بِدَرْجتَیْن ‘‘ہم آپ سے دودرجہ آگے بڑھ گئے۔

سیدی معروف نے قبر سے ندا کی: وَ عَلَیْکَ السَّلَامُ یَا سَیِّدَ اَھْلِ زَمَانِہٖ ‘‘ اورتم پر بھی سلام ہو،اے اپنے اہل زمانہ کے سردار!‘‘

راقم الحروف گدائے قادری کہتا ہے کہ جب حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ اے معروف کرخی آپ مجھ سے ایک درجہ آگے ہیں اور بعد میں فرمایا کہ اب میں آپ سے آگے بڑھ گیا ہوں صرف ایک درجہ نہیں بلکہ دودرجہ تو واضح ہوا کہ آپ ہمیشہ ترقی پر ہیں ۔آپ کی ترقی کسی ایک حد پر رکنے والی نہیں ۔ اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ آپ اپنے سلسلہ کے شیخ سیدنا حضور معروف کرخی پر فائق اوران سے افضل وفزوں تر ہیں ۔اسی طرح اپنے شیخ سیدنا حضرت ابوسعید مخزومی ،اوران سے اوپر سیدنا ابوبکر شبلی ،سیدنا جنید بغدادی اور دیگر اولیاء ومشائخ پربھی اسی تفصیل کے ساتھ فضیلت رکھتے ہیں ،جو ماقبل میں گزری۔رضی اللہ تعالیٰ عنھم وارضاھم عنا۔

حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زندگی کا بیان

آپ کی زندگی شاہانہ ہے، اور آپ گلستاں کی رونق

۶۹/ویں شعر کی روشنی میں

گدائے قادری محمد عابد حسین کہتا ہے کہ محبوب و محبّ میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ محبوبیت الگ ہی شان رکھتی ہے۔ مثلاً محبوب کی ناز برداری کی جاتی ہے اسے ہر حال میں منایا جاتا ہے، اور راضی کیا جاتا ہے، اسے ہر سامانِ راحت پہنچایا جاتا ہے، اور محبّ کو محبت و عشق کی بھٹی میں جلنا ہوتا ہے، وہ ہمیشہ مشقت میں رہتا ہے، آزمائش وامتحان سے گزرنا پڑتا ہے۔ جیسے روایت ہے کہ ایک شخص نے کہا کہ میں اللہ ورسول سے محبت کرتا ہوں، اس سے دریافت کیا گیا کہ سچ کہتے ہو کہ تم اللہ و رسول سے محبت کرتے ہو۔ کہا ہاں سچ کہتا ہوں۔ فرمایا گیا: تب تم امتحان و آزمائش کے لیے تیار ہو جاؤ۔ اسی لیے یہ کہنا بجا ہے کہ بہت سے اولیا و اصفیا جو محبیت کے مقام پر ہیں، محبوبیت کے درجے کو نہیں پہنچ سکے وہ مشقت و آزمائش میں ہیں، مگر غوث اعظم مشقت و آزمائش سے محفوظ ہیں۔ وہ شاہانہ زندگی گزارتے ہیں کیونکہ وہ محبوبیت کی منزل پر فائز ہیں۔ ایسے مقام محبوبیت کے منصب پر فائز ہیں کہ ہر سامانِ راحت و تعیش کے لائق ہیں اور ہر طرح کی آسائش و آرائش میں ہیں، مقام محبوبیت کو سمجھنے کے لیے حضور غوث اعظم کے حوالے سے بہت سے اقوال و واقعات ہیں۔ مگر حضرت سیدی سیف الدین باخرزی قدس سرہ کے واقعہ

سے بھی بات ذہن نشیں ہو جائے گی، جو عنقریب آتا ہے۔ہاں یہ بھی یادرہے کہ بلبل جیسے عاشق کے لیے سوز وجلن اور درد وتکلیف ہی مناسب ہے، اس کا سوز بڑھتا ہی رہے، اسی میں وہ مزہ پاتی ہے، اس کے برخلاف گل رخوں (خوبصورت محبوبوں ومعشوقوں) کے لیے آرائش وآرام ہی زیب ولائق ہے۔

اور حضور غوث اعظم تو گل رخوں کے گلستاں کی رونق اور اس چمن کی بہار ہیں۔کوئی محبوبیت ان کی محبوبیت جیسی کہاں؟ یہ تو محبوبوں کے سرور وسردار ہیں۔ اسی لیے آپ کھانا نہیں کھاتے تو اللہ تعالیٰ آپ کو قسمیں دے دے کر کھلاتا ہے، آپ پانی نہیں پیتے تو باری تعالیٰ آپ کو قسمیں دے دے کر پانی پلاتا ہے، آپ کو لذیذ ونفیس کھانے کا حکم ہوتا ہے، آپ کو عمدہ ونفیس لباس پہننے کا حکم ہوتا ہے، یہ مقامِ ناز ہے جو سب کو نہیں ملتا ہے، اسی لیے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا حقائق بینی سے کام لیتے ہوئے یوں عرض کناں ہیں۔

ترجمۂ شعر نمبر ٦٩ ۔اصفیا مشقت میں ہیں اور آپ شاہانہ زندگی گزارتے ہیں۔ آپ کو مبارک ہو، اس لیے آپ خود ہی ہر سامانِ راحت کے لائق ہیں۔

ترجمہ شعر نمبر ٧٠ ۔بلبلوں کے لیے سوز مناسب ہے، ان کا سوز کم نہ ہو، گل رخوں کے لیے آرائش زیبا ہے، اور اس گلستاں کی رونق آپ ہیں ٣٨ (یا سیدی غوث اعظم)

شرح: گدائے قادری نوری کہتا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کی شان میں ارشاد فرمایا: ''مَا اَنْزَلْنَا عَلَیْکَ الْقُرْآنَ لِتَشْقٰی'' (اے محبوب! ہم

نے تم پر یہ قرآن اس لیے نہ اتارا کہ تم مشقت میں پڑو۔) یہ آیت اگر چہ حضور ﷺ کی شان اقدس سے متعلق ہے، مگر حضور غوث اعظم آپ کے ظل و سایہ ہیں اور '' وَرَفَعْنَا لَکَ ذِکْرَکَ '' کا سایہ ان پر بھی ہے۔ اس لیے ان کے حق میں بھی یہ کہنا صحیح ہے کہ آپ کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے مشقت و پریشانی میں نہ ڈالا۔
اس لیے کہ آپ صرف مُحِبّیت کے درجے پر نہیں بلکہ محبوبیت کے مقام پر بھی ہیں اور محبوبیت کی شان ارفع واعلیٰ ہے، اس شان والے کو مشقت و آزمائش میں نہیں ڈالا جاتا، چنانچہ مجیر معظم شرح اکسیر اعظم میں مذکورہ شعر کی شرح کرتے ہوئے نائب غوث اعظم حضرت مجدد اعظم یوں رقم طراز ہیں:۔
۳۸ قلت :گل رخاں راز یب زیبد، الخ ۔ اقول : طٰـہٰ مَا اَنْزَلْنَا عَلَیْکَ الْقُرْآنَ لِتَشْقٰی ۝ (اے محبوب! ہم نے تم پر یہ قرآن اس لیے نہ اتارا کہ تم مشقت میں پڑو۔ (طٰہٰ ۲۰، آیت ۱۔۲)
فلکِ علو کے نجمِ تاباں حضرت نجم الدین کبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سیدی سیف الدین باخرزی قدس سرہ کو ایک چلہ سے زیادہ مجاہدے میں نہ رہنے دیا۔ دوسرے چلے میں ان کی خلوت گاہ کے دروازے پر آئے، انگشت مبارک دروازے پر ماری اور آواز دی کہ ''اے سیف الدین!'' شعر

منم عاشق مرا غم ساز دارست　　　تو معشوقی ترا با غم چہ کارست

میں عاشق ہوں میرے لیے غم مناسب ہے، تم معشوق ہو تمھیں غم سے کیا کام؟
''اٹھو باہر آؤ'' یہ کہا اور ان کا ہاتھ پکڑ کر خلوت سے باہر لائے اور بخارا کی جانب

روانہ کردیا(نفحات الانس)

میں نے یہ حکایت اس غرض سے نقل کی ہے کہ تم یہ جان سکو کہ مقام محبوبیت کی شان الگ ہوتی ہے۔پھر کوئی محبوبیت ہمارے آقا کی محبوبیت جیسی کہاں؟ وہ تو محبوبوں کے سرور وسردار تھے۔رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔"

یہ دیکھئے محبوبیت کا مقام کیسا ہوتا ہے،محبوب کو مشقت و پریشانی سے کیسے بچایا جاتا ہے؟ خود اس نظم "اکسیر اعظم" کے ناظم،نائب رسول اعظم،عاشقِ غوثِ اعظم، قطبِ عالم،مجدّدِ اعظم،فقیہِ اعظم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں محدث بریلوی قدس سرہ،تاجدارِ ولایت،کنزِ کرامت،شہزادۂ رسول،گلشنِ فاطمہ کے مہکتے پھول، پیرِ طریقت،خاتم الاکابر سیدنا آلِ رسول احمدی مارہروی قدس سرہ کی بارگاہ عالی میں مرید ہونے تاج الفحول مولانا الشاہ عبدالقادر بدایونی قدس سرہ اور اپنے والد گرامی خاتم المحققین الحاج مولانا مفتی نقی علی خاں قدس سرہ کے ہمراہ مارہرہ مقدسہ ضلع ایٹہ (یوپی) پہنچے۔حضرت خاتم الاکابر،صاحب کشف وکرامت آل رسول اور کامل ولی تھے۔اپنی نگاہِ ولایت سے امام احمد رضا کو دیکھتے ہی پہچان لیا پھر کیا تھا؟ شرفِ بیعت وارادت سے بھی نوازا اور اسی مجلس میں کئی سلسلوں کی اجازت و خلافت سے بھی سرفراز کردیا۔حضرت خاتم الاکابر کے نبیرہ نور العارفین حضرت سرکار ابوالحسین احمد نوری مارہروی علیہ الرحمۃ سراپا سوال بن کر سائل ہوئے۔دادا جان! آج تک آپ کا دستور یہ رہا ہے کہ سالکین کو مرید کرنے کے بعد سالہا سال ریاضت ومجاہدہ میں رکھتے،چلہ میں بٹھاتے ہیں، اس کے بعد اہل پاتے ہیں تو

اسے اجازت وخلافت سے نوازتے ہیں، مگر آج کیا بات ہے کہ مولانا احمد رضا کو بغیر مجاہدہ کرائے اسی مجلس میں مرید بھی کیا اور اجازت وخلافت سے بھی نواز دیا۔ حضرت نے جواب دیا کہ اور لوگ آئے تو انہیں ریاضت و مجاہدہ کرانے کی ضرورت تھی مگر مولانا احمد رضا قلب صافی لے کر آئے ہیں، یہ پہلے ہی سے باکمال ہیں، صرف نسبتِ اتصال کی ضرورت تھی، وہ کام مجھ سے ہو گیا۔ ہاں ایک فکر دامن گیر تھی کہ کل قیامت کے دن اللہ تعالیٰ دریافت فرمائے کہ آل رسول تم میری بارگاہ میں کیا تحفہ لے کر آئے ہو؟ تو کیا جواب دوں گا؟ الحمدللہ! اب وہ فکر وتشویش دور ہوگئی جب اللہ تعالیٰ یہ دریافت فرمائے گا تو احمد رضا کو پیش کر دوں گا کہ یا اللہ! تیری بارگاہ میں احمد رضا کو تحفہ کے طور پر لایا ہوں۔

کیا سمجھا آپ نے؟ یہی نا کہ امام احمد رضا کو بغیر محنت ومشقت اور آزمائش وامتحان کے حضرتِ رسول اکرم ﷺ اور حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے طفیل قادری دولہا، شہزادۂ رسول حضرت خاتم الاکابر کے ہاتھوں رب تبارک وتعالیٰ نے کافی انعام واکرام سے نوازا۔ وہ فیوض وبرکات عطا ہوئے کہ قطبِ عالم اور مجدد اعظم کے منصب پر فائز ہوئے۔ اور آج تمام سنیوں کے دلوں کی دھڑکن اور امام اہل سنت ہیں۔ حتیٰ کہ ''چشم و چراغ خاندان برکات'' کا خطاب اسی خانوادے سے ملا، جو خاندانِ برکات مارہرہ مطہرہ کا عظیم تمغہ ہے۔ اسی خطاب سے حضرت خاتم الاکابر نے سرکار نور، نور العارفین حضرت سیدنا ابوالحسین نوری علیہ الرحمۃ والرضوان کو نوازا تھا۔ مگر حضرت سرکار نور جاتے

جاتے یہ خطاب اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کو دے گئے ۔ پھر تو امام احمد رضا ، برکاتی مفتی ، قادری دولہا ، اور چشم و چراغِ خاندانِ برکات کی حیثیت سے جانے پہچانے گئے ۔ اور پوری دنیا میں قادری برکاتی اور رسولی فیوض و برکات کو پھیلا دیا ، کیوں کہ ان کا وظیفہ تھا ۔

الٰہی: قادری کر ، قادری رکھ ، قادریوں میں اٹھا
قدرِ عبدالقادرِ قدرت نما کے واسطے

الٰہی: دین و دنیا کی ہمیں برکات دے برکات سے
عشقِ حق دے عشقی عشقِ انتما کے واسطے

الٰہی: دو جہاں میں خادمِ آلِ رسول اللہ کر
حضرت آلِ رسولِ مقتدا کے واسطے

اچھا کھانے والے، اچھا پینے والے بادشاہ آپ ہیں

۱۷/ویں شعر کے اجالے میں

ہاں بات چل رہی تھی کہ گل رخوں یعنی خوبصورت محبوبوں اور معشوقوں کے لیے مشقت نہیں ، سوز نہیں بلکہ سامانِ راحت اور آسائش ہے ، اور چمن کی رونق ہمارے حضور پرنور غوث اعظم محبوبِ سبحانی ہیں ۔ اس لیے آپ شاہانہ زندگی گزارتے ہیں ، ان کے لیے آسائش و زیبائش ہے ۔ آغاز میں رضائے الٰہی کے لیے تو ایک سال تک کچھ نہیں کھایا ، ایک سال تک پانی نہ پیا ، اور ایک سال تک نہ

کچھ کھایا نہ کچھ پیا، اللہ تعالیٰ نے آپ کو قسمیں دے دے کر کھلایا پلایا، تب کھانے پینے لگے۔ حکم الٰہی کے مطابق کھانا لذیذ و نفیس تناول فرمانے لگے، اچھی سے اچھی زندگی گزارتے، بیش قیمت شاہانہ لباس پہنتے، کیوں کہ فضلِ مولیٰ سے آپ اقلیمِ بدن کے بادشاہ اور مُلکِ جان کے سلطان تھے، اور بادشاہ و سلطان کو لذیذ کھانا، عمدہ لباس اور اچھا رہن سہن اختیار کرنا ہی چاہئے۔ اب اگر کسی دشمن کی نگاہ میں آپ کی یہ خوبی کھٹکے تو کھٹکتی رہے، اس سے حضرت کی شخصیت پر کچھ فرق نہیں پڑتا۔ دشمنوں کی آنکھ اندھی ہونے کا سبب تو ظاہر ہے کہ آپ بادشاہ و شہنشاہ ہیں۔ اور جو شہنشاہ کو آنکھ دکھائے اسے اندھا ہونا ہی ہے۔

ترجمہ شعر نمبر ۷۱۔ اچھا کھانے، اچھا پہننے، اچھی زندگی گزارنے والے، دشمن کی آنکھ اندھی ہونے کا سبب! اقلیمِ بدن کے بادشاہ اور ملکِ جان کے سلطان آپ ہیں۔ (اقلیم کا معنی ہے ملک و سلطنت۔ مطلب یہ ہے کہ یا غوث اعظم! آپ جسم و روح دونوں کے بادشاہ ہیں۔ (عابد قادری۔)

شرح: عابد حسین نوری کہتا ہے کہ اچھے کھانے کی مثال میں وہ واقعہ پیش کیا جا سکتا ہے، جو ایک بوڑھی سے متعلق ہے۔ جس نے اپنے بیٹے کو آپ کی تربیت میں رکھ دیا تھا۔ کچھ دن کے بعد اپنے بیٹے سے ملاقات کے لیے گئی تو دیکھا کہ بیٹا نہایت کمزور و ناتواں ہو گیا ہے اور سوکھی روٹی کھا رہا ہے، پھر جب بارگاہِ غوث اعظم میں پہنچی تو دیکھا کہ آپ روٹی اور مرغ تناول فرما رہے ہیں۔ عرض کیا حضور یہ کیا بات ہے کہ میرا بیٹا سوکھی روٹی کھا رہا ہے اور آپ مرغ تناول فرما رہے ہیں؟ آپ جلال

میں آئے اور سامنے پڑی ہڈی سے کہا قُمْ بِاِذْنِ اللّٰہِ (اللہ کے حکم سے زندہ ہو جا)۔ اتنا کہنا تھا کہ فوراً ہڈی پر گوشت پوست چڑھا اور زندہ ہو کر مرغ دوڑنے لگا۔ آپ بوڑھی ماں کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا جس دن تیرا بیٹا اس کمال کو پہنچ جائے گا کہ مردہ کو زندہ کرنے لگے تو اس دن سے وہ بھی مرغ کھانے لگے گا۔

آپ لباس فاخرہ زیب تن فرماتے، اس کے لیے درج ذیل واقعہ تاریخ میں ملتا ہے۔ اسے آپ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کے نوک قلم سے ملاحظہ کیجئے۔ وہ مذکورہ مدعیٰ کی شرح میں لکھتے ہیں:

۳۹ قلت: خوش خور وخوش پوش، الخ۔ اقول: حضرتِ قادریت جاہ۔ جَعَلَنَا اللّٰہُ فِدَاہُ (خدا ہمیں ان کا فدائی بنائے) کھانا لذیذ ونفیس تناول فرماتے اور بیش قیمت شاہانہ لباس پہنتے۔ ایک دن حضور کے خادم، شیخ ابوالفضل احمد بن ہاشم قریشی بزاز رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے پاس گئے اور ایسا کپڑا طلب کیا جس کی قیمت فی ذراع ایک دینار ہو (ایک اشرفی میں ایک ہاتھ ملے) ابوالفضل نے پوچھا یہ کپڑا کس کے لیے لینا چاہتے ہو؟ خادم نے کہا: شیخ محی الدین عبدالقادر کے لیے۔ ابوالفضل نے اپنے دل میں سوچا کہ شیخ نے بادشاہ کے لیے بھی جامہ نہ چھوڑا، ادھر ان کے دل میں یہ خیال گزرا اور ادھر ایک کیل غیب سے آئی اور ان کے پاؤں میں چبھ گئی، لوگوں نے نکالنے کی بڑی کوشش کی مگر نہ نکال سکے۔ ابوالفضل نے کہا: مجھے شیخ کی خدمت میں پہنچاؤ، لوگ انہیں لے کر آئے، حضرت نے فرمایا: اے ابوالفضل!

دل میں ہم پر اعتراض کیوں کیا؟ قسم ہے عزتِ الٰہی کی، میں خود سے نہیں پہنتا جب تک یہ نہیں فرمایا جاتا کہ ’’ بِحَقِّیْ عَلَیْکَ اِلْبَسْ قَمِیْصاً ذِرَاعُہٗ بِدِیْنَارٍ ‘‘ تمھیں قسم ہے! میرے اس حق کی جو تم پر ہے، کُرتا وہ پہنو جس کا ایک ہاتھ ایک اشرفی کا ہو۔ پھر فرمایا: ابوالفضل! یہ کفن ہے، اور کفن عمدہ ہونا چاہیے۔ او کما قال رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ اس کے بعد دستِ حق پرست ان کے پاؤں پر گزارا۔ اب نہ کیل ہے، نہ اس کا درد۔ شیخ ابوالفضل کہتے ہیں: خدا کی قسم مجھے پتہ نہیں کیل کہاں سے آئی اور کہاں چلی گئی، جب میں اٹھا تو حضرت نے فرمایا: ہم پر جو اعتراض کیا تھا وہی کیل کی صورت میں اس پر نمودار ہوگیا۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ منہ۔ (تحفۂ قادریہ وغیرہا)

حضور غوث اعظم عظیم شان والے نوشہ ہیں اور ہم ان کے باراتی

۲۷؍ویں شعر کی روشنی میں

یہ مسلم حقیقت ہے کہ حضور غوث اعظم ہمارے نوشہ و دولہا ہیں، لائق تعظیم وقابلِ احترام کے معنی میں اور ہم ان کے باراتی اور متبع ہیں۔ وہ عظیم شان والے نوشہ ہیں، ہم ان پر فدا و قربان ہیں۔ لہٰذا وہ اپنے دوست و احباب اور ہم جیسے خدام کے مطالب و مرادیں پوری کریں بلکہ کرتے ہی رہتے ہیں، مدعا یہ ہے کہ آئندہ بھی کریں اور خوب کریں۔ کامل توجہ فرمائیں۔ اور جب ہمارے آقا حضور غوث اعظم سلطان و بادشاہ ہیں، ٹھاٹ باٹ اور شان و شوکت والے دولہا ہیں، اچھا کھانے پینے، عمدہ لباس پہننے اور اچھی زندگی گزارنے والے شہنشاہ ہیں تو

ان کے حرم سرا میں رہنے والی مسرت وخوشی کی نئی عروس ودلہن کو یہ پیغام ہے کہ تو ہمیشہ خوش رہ اور ہمیشہ خوشی کی زندگی گزار، تیری خوش بختی ہے کہ تو غوث اعظم کے حرم سرا میں ہے۔

چنانچہ امام احمد رضا اکسیر اعظم کے اشعار میں یوں عرض کناں ہیں،

ترجمہ شعر نمبر۷۲۔ (یا غوث اعظم) دوستوں کے مطلب کی مرادیں آپ پوری کریں میں آپ پر فدا و قربان، حاسد کی نظر اندھی ہو، آپ شان والے نوشہ ہیں، (دولہا ہیں)

ترجمہ شعر نمبر۷۳۔ اے نئی عروسِ مسرت! خوشی کی زندگی گزار، خوش رہ، اس لیے کہ تو بحمد اللہ اس سلطان (غوث اعظم) کی حرم سرا میں ہے۔ (حرم سرا بمعنیٰ زنان خانہ، بیگموں اور حرموں کے رہنے کا مکان۔ عابد نوری)

یہ سب آپ نے حکم الٰہی سے کیا

۷۴رویں شعر کے اجالے میں

اوپر گزرا کہ حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ خوش خور، خوش پوش یعنی اچھا کھانے اور اچھا پہننے والے تھے اور خوش زیست یعنی اچھی زندگی والے بھی تھے، وہ شاہانہ زندگی گزارنے والے تھے، اقلیمِ بدن کے بادشاہ اور مُلکِ جان کے سلطان تھے اور آج بھی ہیں۔ وہ نوشہ ہیں اور سارا گلزارِ ہستی باراتی۔ وہ ہمارے لیے سامانِ راحت، ہماری مرادیں پوری کرنے والے اور مشکلات کو حل فرمانے والے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ یہ اچھا لباس زیب تن فرمانا، لذیذ ونفیس کھانا، شاہانہ زندگی گزارنا وغیرہ وغیرہ کیا حضور قطب ربانی محبوب سبحانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے

خود سے اختیار کیا؟ اپنی طبیعت سے کیا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ، انہوں نے خود سے نہ کیا، اپنی طبیعت سے ہرگز نہ کیا، بلکہ انہوں نے اپنے پاک پروردگار جل مجدہ کے فرمان سے ایسا کیا، جیسا اللہ تبارک وتعالیٰ کا حکم ہوا ویسا کیا، یہ تو محبوب ہیں، محبوبوں کے محبوب ہیں، یہ اپنے مالک اللہ تعالیٰ کے حکم وفرمان کے تابع ہیں، حکمِ الٰہی سے ایک سرِ مو بھی پھرنے والے نہیں، حکم ہوا اچھا کھانا کھاؤ تو اچھا کھایا، اچھا پہنو تو اچھا لباس پہنا، اچھی زندگی گزارو تو اچھی زندگی گزاری جیسا کہ حضرت شیخ ابوالفضل بزاز کی روایت سے معلوم ہوا۔

اس کی تائید میں کیا خوب کہا عاشقِ غوث الوریٰ امام احمد رضا نے، وہ کہتے ہیں:

ترجمہ شعر نمبر ۴۷۔ خدا کی قسم! یہ سب آپ نے خود سے نہ کیا بلکہ ایسا ہی فرمان صادر ہوا، اور آپ اس فرمان کے تابع ہیں۔ ۴۰؎

شرح: اور اس کی شرح کرتے ہوئے ''مجیر معظم'' میں لکھتے ہیں:

قول نمبر ۴۰؎۔ اقـــــول: یہ مضمون اسی روایت ابوالفضل سے عیاں ہے۔ اور بہجۃ الاسرار میں حضرت کا ایک خطبۂ جلیلہ روایت کیا ہے، اس کے آخر میں حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ یوں فرماتے ہیں: ''مجھ سے کہا جاتا ہے کہ اے عبدالقادر! کلام کرو کہ ہم تم سے سنیں گے، اے عبدالقادر تمھیں قسم ہے میرے اس حق کی جو تم پر ہے کھاؤ، اور میرے حق کی قسم پیو، اور میرے حق کی قسم کلام کرو، میں نے تم کو رد سے بے خوف کیا۔'' اللہ اللہ! کیا شانِ محبوبی ہے۔ شعر

قدرے بخند واز رخ قمر نمائے مارا　　سخنے بگو از لب شکرے نمائے مارا

ذرا خندہ زن ہو جاؤ اور رخ سے ہمیں ایک چاند دکھاؤ کچھ بولو اور لب سے ہمیں شکر دکھاؤ)۔

اللہ تعالیٰ ان کے محبوبین کے زمرے میں ہمارا حشر فرمائے۔آمین۔

آپ محی الدین بھی ہیں اور دین وایمان بھی

۷۵؍ویں شعر کے اجالے میں

سارے ولیوں کے سردار حضرت پیرانِ پیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا لقب محی الدین ہے۔یعنی دین کو زندہ کرنے والے۔جب آپ راستہ سے گزرتے تو غیب سے ندا آتی ، اے محی الدین (اے دین کو زندگی بخشنے والے) اور یہ حقیقت ہے کہ جب آپ بغداد شریف میں جلوہ بار ہوئے اس وقت لوگوں کا حال عجیب تھا ، دین متین پر عمل کرنے والے خاص خاص لوگ تھے۔سنتوں پر عمل کرنے والے بہت کم تھے ،شیعوں اور فلسفیوں کا غلغلہ تھا،آپ نے سنتوں کو زندہ کیا ، دین کا احیا فرمایا،شیعوں کے خرافات کو توڑا ، دین اسلام کو نئی زندگی ملی اور مسلمانوں کا بول بالا ہوا ، روافض اور دیگر بے دینوں کا منہ کالا ہوا ، اس لیے آپ محی الدین ہیں،محی الدین میں اضافت ہے،یعنی محی کی نسبت دین کی طرف کی گئی ہے۔جس کا معنی ہے دین کو زندہ کرنے والا۔مگر ایک عاشقِ غوث آپ کو صرف دین کو زندہ کرنے والا نہیں جانتا بلکہ علیٰ سبیل العشق سراپا دین وایمان سمجھتا ہے، وہ گویا ترکِ اضافت کا قائل ہوتا ہے اور کہتا ہے کہ یا غوث اعظم آپ نے دین پر اس قدر سختی سے عمل کیا اور اس طرح دین کی تبلیغ واشاعت کر کے اسے زندگی بخشی کہ میں یہ

کیوں کر کہوں کہ آپ دین اسلام کو زندگی بخشنے والے ہیں بلکہ آپ ہمارے دین ہیں، ہمارے ایمان ہیں، آپ کے ذریعہ ہمیں دین ملا، ایمان ملا، آپ کے وسیلے سے ہمیں توفیق عمل ملی اور دنیا وآخرت کی ہر بھلائی ملی۔

کوئی آدمی بہت حسین وجمیل ہے تو اسے کہا جاتا ہے کہ ارے یہ حسین ہی نہیں، سراپا حسن ہے۔ کوئی زیادہ عدل وانصاف کرنے والا ہے تو اسے کہا جاتا ہے کہ یہ عادل نہیں، سراپا عدل ہے۔ غالبًا اسی مفہوم کو اعلیٰ حضرت رضؔا بریلوی قدس سرہ نے اکسیر اعظم کے شعر میں یوں کہا:

ترجمہ شعر نمبر ۷۵۔ میں ترکِ اضافت کا قائل ہوں، آپ مجھ سے لفظ محی الدین کی خواہش نہ رکھیں، اس لیے کہ رضؔا کے مذہب میں آپ ہی دین ہیں اور آپ ہی ایمان ہیں، ۔اھ

اور اس کے ذیل میں یہ شرح پیش کرتے ہیں:

''۱۸۱ قلت: ترکِ نسبت۔الخ اقول : ''محی الدین'' ترکیب اضافی ہے اور اضافت غیریت کا پتہ دیتی ہے، دین اور ہوگا، دین کا زندہ کرنے والا اور۔ جو محبوب کو دین جانے محی الدین کیسے کہے گا، دین کہے گا''۔

گدائے قادری محمد عابد حسین نوری کہتا ہے کہ رضؔا بریلوی قدس سرہ کا مذکورہ قول درج ذیل اشعار کے انداز پر ہے، جو شہزادۂ گلگوں قبا سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان میں کہے گئے ہیں اور جن کو خواجہ غریب نواز حضرت معین الدین چشتی اجمیری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف منسوب کیا جاتا ہے۔

شاہ است حسین، بادشاہ است حسین ۔ دین است حسین، دین پناہ است حسین

سر داد نہ داد دست در دستِ یزید ۔ حقا کہ بنائے لا الہ است حسین

(ترجمہ: حضرت امام حسین شاہ ہیں، بادشاہ ہیں، دین ہیں، دین پناہ ہیں۔ انہوں نے اپنا سر تو دے دیا، مگر یزید کے ہاتھ میں اپنا ہاتھ نہ دیا۔ حقیقت یہ ہے کہ امام حسین کلمہ ''لا الہ الا اللہ'' کی بنیاد ہیں۔

سرکار بغداد کسی کی تعریف کے محتاج نہیں

٧٦/ویں شعر کی روشنی میں

باریکی و لطافت اولیائے کرام کی شان وصفت ہے۔ ان کی روحوں کے ساتھ ان کے جسم بھی لطیف ہو جاتے ہیں، اسی لیے جب چاہتے اور جہاں چاہتے لمحوں میں پہنچ جاتے اور تصرفات فرماتے ہیں۔ دقیق سے دقیق علوم کے بھی یہ امین ہوتے ہیں، ظاہر و باطن کو جانتے ہیں، ان اولیا میں سے بہتیرے کو شہرت بھی ملتی ہے، مگر یہ ہو سکتا ہے کہ بہت سے اولیا کی باریکی و لطافت کا بیان، ان کی ولایت و بزرگی اور دیگر صفات کا اثبات کسی عاشق، مدح خواں اور مصنف و مؤلف کی مدح وستائش کا محتاج ہو، ان کی شہرت بھی کسی کے بیان کی محتاج ہو اور وہ یہ کہے جانے کے بھی محتاج ہوں کہ ان کے اندر اولیا کی صفات وکمالات ہیں اور بلا شبہ ولی ہیں۔ لیکن شہنشاہ بغداد حضور غوث اعظم جیلانی قدس سرہ السامی کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے بے پایاں فضل وکرم سے ایسا نوازا ہے کہ آپ علم وعمل، زہد وتقویٰ اور ولایت و بزرگی میں سارے اولیا کے سردار اور فرد الافراد ہیں، باریکی و

لطافت میں یگانۂ روزگار ہیں، شہرت اور اولیا کی صفات میں کسی کی تعریف کے آپ محتاج نہیں، علامہ ابوالحسن شطنوفی، شیخ عبدالحق محدث دہلوی، ملاعلی قاری، ابوالمعالی، یحیٰ تادفی، ملا جامی، امام احمد رضا قادری، مفتی اعظم مصطفیٰ رضا خاں جیسے عاشقین، مصنفین، منقبت خوانوں اور اپنے گدا عابد حسین قادری نوری کی تعریف وثنا سے بے نیاز ہیں۔

عرض حاجت کی تمہید

بے نواؤں کے لیے آپ کے ذکر کو حیات کا سامان کر دیا ہے

شعر نمبر ۷۷ر کے آئینے میں

ابھی تک اکسیر اعظم کے اشعار کے ناظم امام احمد رضا محدث بریلوی بزم ولایت کے نوشاہ حضرت غوث الوریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نہایت دلکش انداز میں وصف بیانی اور ثنا خوانی کر رہے تھے، ثنا ومنقبت کے بعد اب عرضِ حاجات کی منزل ہے، کیونکہ رضا بریلوی آپ کو عطاے الٰہی سے قاضیِ حاجات اور مشکل کشا جانتے اور مانتے ہیں۔فریادیوں کا فریاد رس اور بے کسوں کا کس گمان کرتے ہیں ،درد کا درماں اور چارہ سازِ دردمنداں ہونے کا یقین رکھتے ہیں، وہ جانتے ہیں کہ آپ کی عطا وبخشش فراواں اور بے پایاں جوش زن ہے، وہ بادشاہ نہایت کریم ہیں، کریم بن کریم ہیں، ہم بے نواؤں کے لیے سرمایۂ بخشش ہیں، رحمت (رحمتِ الٰہی) کی آیت ونشانی اور رحمٰن کا آئینہ ہیں، وہ دنیا وآخرت میں ہمارے لیے بہترین وسیلہ اور شفیع وسفارشی ہیں، اس لیے وہ ان کی بارگاہ اقدس میں عرضِ

حاجت کرتے ہیں۔

ہاں دیکھئے کہ آپ کی بارگاہِ بے کس پناہ میں رضاؔ بریلوی کا استغاثہ کس نرالے انداز کا ہے۔وہ کس طرح اپنے آقا کی بارگاہ میں الحاح وزاری کرتے ہیں۔پھر اپنے دینِ اسلام کے تحفظ وبقا کے لیے اور تمام مسلمانوں اور اپنی ذات کے حق میں کس دل سوزی کے ساتھ فریاد کرتے ہیں۔ہاں یہ گوشہ بھی قابل لحاظ ہے کہ عرضِ حاجات سے پہلے تمہید قائم کرکے مدح وثنا کرنا پھر طلبِ حاجت کرنا استغاثہ کا نرالا انداز ہے اور قبولیت میں نہایت مؤثر۔جیسے بھکاری پہلے امیر وسخی کی تعریف کا پل باندھتا ہے، پھر اپنے مطلب کا سوال اس کے سامنے رکھتا ہے۔

سورۂ فاتحہ میں بھی اللہ تبارک وتعالیٰ سے مانگنے کا یہی دلکش طریقہ اختیار کرنے کا درس دیا گیا ہے۔لہٰذا رضاؔ بریلوی نے اس طریقہ کو اپنے ہاتھ سے جانے نہ دیا۔غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مدح وثنا کرکے اوران کی بارگاہ اقدس میں استغاثہ کا دلربا طریقہ بتا کر بے نواؤں کو آپ نے ان کے ذکر حیات کا سامان دیا ہے۔اب بے نوا و بے کس عشاق رضاؔ بریلوی کے بتائے ہوئے طریقے پر عمل کرتے رہیں گے۔آپ کی حیات طیبہ کا ذکر اس طریقے پر کرکے اپنا استغاثہ ان کی بارگاہ اقدس میں رکھتے رہیں گے اور مانگی مراد پاتے رہیں گے۔

چنانچہ رضاؔ بریلوی کہتے ہیں:

۷۷۔ بے نواؤں کے لیے میں نے آپ کے ذکرِ حیات کا سامان کر دیا ہے،
ناتواں فریادی کے لیے فریاد پر کان رکھنے والی پکار آپ ہیں۔

شرح: رضاؔ بریلوی قدس سرہ کہنا یہ چاہتے ہیں کہ حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حیات کا ذکر، ان کی مدح وثنا ومنقبت خوانی کرنا، ان کی زندگی کے واقعات اور کرامات کو بیان کرنا بے نواؤں یعنی بے سر وسامانوں اور فقیروں کے لیے کامیابی اور مراد برآری کا سامان ہے، ان کے ذکر سے قلب کو چین واطمینان حاصل ہوگا اور بے نوائی دور ہوگی ۔ لہٰذا اکسیر اعظم میں بے نواؤں کی بے کسی دور کرنے اور دعا واستغاثہ قبول ہونے کے لیے آپ کے ذکر حیات اور مدح وثنا کا سامان مہیا کر دیا ہے ۔ لہٰذا بے نوا و بے کس حضرات ان کی حیات طیبہ اور ان کی خوبیوں کو اسباب بنا کر معطی حقیقی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں فریاد کریں، ان شاء اللہ تعالیٰ ضرور قبول ہوگی، کیونکہ آپ سب بے نواؤں کے لیے بہترین وسیلہ اور ناتواں فریادیوں کی فریاد پر کان رکھنے والے اور سننے والے ہیں ۔ اور جب وہ آقا ہماری فریاد پر کان رکھنے والی پکار ہیں تو دعا واستغاثہ ضرور قبول ہو کر رہے گا ۔ لہٰذا امام احمد رضا قدس سرہ موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے آپ کو وسیلہ بنا کر رب تبارک وتعالیٰ کی بارگاہ میں اپنی دنیا وآخرت کے حوالے سے بہترین دعا کر گئے اور ہم بے نواؤں کو بھی اس کا درس دے گئے ۔

چنانچہ مندرجہ مدعا کے ذیل میں آپ رقم طراز ہیں:

”اقول: جب قدرتِ الٰہی کی عظمت اور رحمت نا متناہی کا کمال کسی انداز میں جلوہ فرما ہوتا ہے تو دیکھنے سننے والے کو اسی انداز کی مناسب حاجتیں یاد آتی ہیں اور بے قصد واختیار باطن میں دعا جوش زن ہوتی ہے ۔ اور بمشیت خداوندی

اجابت وقبول سے قریب تر ثابت ہوتی ہے۔ هُنَالِكَ دَعَا زَكَرِيَّا رَبَّهٗ ۔
(وہاں زکریا نے اپنے رب سے دعا کی۔آل عمران، سورہ نمبر۳۔آیت نمبر۳۸)۔

حضرت زکریا علیہ السلام نے جب مشاہدہ کیا کہ مریم کو میوے بے فصل (بغیر موسم کے) عطا ہورہے ہیں، تو انہوں نے بھی غیر معہود وقت میں فرزند ملنے کی دعا کی اور اجابت وقبول سے ہم کنار ہوئی۔

اے اللہ! تیرے بندے عبد القادر کی حیات کے طفیل تجھ سے ایسی زندگی کا سائل ہوں جو اولاً، آخراً ہر کدورت سے خالی اور صاف وشفاف ہو۔آمین''۔

گدائے قادری عابد حسین نوری بھی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا جیسے مستجاب الدعوات کی اتباع کرتے ہوئے موقع کو غنیمت جانتا اور دعا کرتا ہے کہ ''اے اللہ! تیرے برگزیدہ بندے اور ہمارے فریادرس محبوب سبحانی سیدنا شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حیات مقدسہ کے طفیل ہمیں، ہمارے اہل و عیال اور تمام سنیوں کو ایسی کامیاب وخوشحال زندگی عطا فرما جو اولاً و آخراً ہر کدورت سے خالی اور صاف وشفاف ہو، سلامتیِ ایمان رہے اور مسلکِ اہل سنت ،مسلکِ اعلیٰ حضرت پر موت نصیب ہو۔آمِیْنَ یَا رَبَّ الْعَالَمِیْنَ بِجَاہِ رَسُوْلِنَا الْاَعْظَمِ وَ غَوْثِنَا الْاَعْظَمِ وَالْمُجَدِّدِ الْاَعْظَمِ وَالْمُفْتِیْ الْاَعْظَمِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالیٰ عَلَیْہِ وَعَلَیْھِمْ بَلْ عَلٰی جَمِیْعِ اٰلِہِ الْکِرَامِ وَاَصْحَابِہِ الْعِظَامِ وَ مَشَائِخِنَاالْفِخَامِ وَبَارِکْ وَسَلِّمْ.''

آپ کریم بن کریم کے کریم فرزند ہیں

۷۸/ویں شعر کے اجالے میں

فضل مولیٰ تعالیٰ سے حضور پر نور نبی اکرم ﷺ نہایت کریم و سخی ہیں، بلکہ اجودُ الناس اور اکرمُ الخلائق ہیں۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے ان کے طفیل سرخیل اولیا، مولیٰ علی مشکل کشا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھی کریم و سخی اور مہربان بنایا۔ ان کے شہزادہ حضرت امام حسن مجتبیٰ اور شہزادۂ گلگوں قبا امام حسین شہیدِ کربلا رضی اللہ تعالیٰ عنہما بھی کریم و سخی ہیں۔ پھر ان کے شہزادے حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی کرم و سخاوت کے تاجدار ہیں۔ تو معلوم ہوا کہ آپ ایسے فرزند رسول ہیں جو کریم بن کریم بن کریم ہیں۔ اور یہ فخر و ناز اور عظمت شان کی بات ہے۔

آنے والے شعر میں رضؔا بریلوی قدس سرہ کہتے ہیں کہ اے سخی بن سخی (امام حسن) کے سخی فرزند و شہزادے! تدبیر کیجئے۔ بلکہ فرزندِ کریم بن کریم کی عطا و بخشش تو میرے حق میں تدبیر کر۔ معلوم ہے کہ میرا ظرف بہت چھوٹا ہے، مجھے لینے کا سلیقہ بھی نہیں اور تو بے حد فراواں اور جوش زن عطا ہے۔ اس لیے کہ تو بہت زبردست کریم بن کریم کے فرزندِ ارجمند غوث اعظم کی عطا ہے اور میرا ظرف چھوٹا ہے کہ میرے پاس لینے کو صرف یہی دو ہاتھ اور ایک تنگ و چھوٹا دامن ہے۔ ان ہاتھوں کے علاوہ کس سے لوں اور کس میں رکھوں، بڑے دیالو سے لینے کے لیے صرف دو ہاتھ نہیں بے شمار ہاتھ چاہیئے، اور اس کی بے پایاں عطا و بخشش کو رکھنے کے لیے صرف ایک دامن نہیں بے شمار چیزیں ظرف کی صورت میں چاہئیں۔

مگر کیا کروں صرف یہی دو ہاتھ ہیں اور کوتاہ دامن مگر اے عطائے غوث اعظم تو تو بہت بے پایاں و بے انتہا ہے۔ جس وقت تو جوش میں آجائے اور جود و کرم کے فیضان کی بارش برسانے لگے تو پہاڑ کے برابر میرا دامن ہو، ہزاروں ہاتھ ہوں تو وہ سب بھی ناکافی ہو جائیں گے۔ بلکہ اے غوث اعظم کی عطائے عظیم! تو نہایت وسیع ہے، تیری وسعت کے مدنظر نہ پہاڑ دامن دے سکے گا اور نہ بازاروں سے ہاتھ خریدے جا سکتے ہیں۔

چنانچہ امام احمد رضا اپنے اشعار میں حضور غوث اعظم کے جود و عطا کو آواز دیتے ہوئے یوں عرض کناں ہیں۔

ترجمۂ شعر نمبر ۷۹۔ میرے پاس یہی دو ہاتھ ہیں اور ایک تنگ و کوتاہ دامن، کس سے لوں؟ کس میں رکھوں؟ جب کہ تو بہت بے پایاں ہے (بے انتہا ہے)

ترجمۂ شعر ۸۰۔ اے عطائے بے پایاں! جس وقت تو پر جوش ہو کر فیضان پر آجائے تو نہ پہاڑ دامن دے گا، نہ بازار سے ہاتھ خریدا جا سکے گا۔

۷۸ ویں نمبر کا شعر یہ ہے ؎

چارہ کن اے عطائے بن کریم ابن الکریم
ظرف من معلوم و بے حد وافر و جوشاں توئی

حضورغوث اعظم سے استمداد واستغاثہ پر مشتمل مطلع

حضور پرنور سرمایۂ بخشش، رحمتِ الٰہی اور رحمٰن کے آئینہ ہیں

۸۱/ویں شعر کی روشنی میں

امام احمد رضا حضور غوث اعظم سے استمداد یعنی مدد چاہتے ہوئے کہتے ہیں کہ حضور آپ ہماری مغفرت وبخشش کے سرمایہ و پونجی، رحمتِ الٰہی کی نشانی، اور رحمٰن یعنی نہایت رحم فرمانے والے، اللہ کے آئینہ ہیں۔ لہٰذا آپ میری مدد کیجئے۔ کہتے ہیں۔

ترجمۂ شعر نمبر ۸۱۔ ہم بروں سے رخ نہ پھیریئے، کیونکہ ہمارا مایۂ غفران ۴۳؎ یعنی (سرمایۂ بخشش) آپ ہیں۔ آپ رحمت کی نشانی ہیں، آپ رحمٰن کا آئینہ ہیں ۴۴؎

شرح:۔ حضور غوث اعظم سرمایۂ بخشش ہیں، اس لیے کہ آپ کے وسیلے سے آپ کے مریدین ومحبین کی باری تعالیٰ مغفرت فرماتا ہے۔ حضور آیتِ رحمتِ الٰہی ہیں، اس لیے کہ آپ اللہ تعالیٰ کے بندوں پر راحم ومہربان ہیں، آپ کے توسط سے اللہ تعالیٰ کی رحمتیں امت محمدیہ صلی اللہ تعالیٰ علیٰ صاحبہا پر نازل ہوتی ہیں۔

آپ رحمٰن کا آئینہ ہیں۔ کیونکہ نبی اکرم ﷺ اللہ تعالیٰ کے ظل، مظہر اتم اور آئینہ ہیں۔ حدیث شریف میں ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''مَنْ رَّاٰنِیْ فَقَدْ رَأَی الْحَقَّ'' (جس نے مجھے دیکھا اس نے حق کو دیکھا)۔ اور حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اکرم ﷺ کے ظل، مظہرِ اتم، تجلّیِ کامل اور آئینہ

ہیں۔اور مسلم حقیقت ہے کہ ظل کا ظل ظل ہوتا اور آئینے کا آئینہ آئینہ ہوتا ہے۔لہٰذا آپ اللہ تبارک وتعالیٰ کے ظل اور آئینہ ہیں۔

رضؔا بریلوی مذکورہ شعر کی تشریح کرتے ہوئے آپ کے سرمایۂ غفران وبخشش اور اللہ تعالیٰ کی رحمت کی نشانی ہونے کو درج ذیل عبارت سے مدلل کرتے ہیں:

۴۳؎ قلت: مایۂ غفران توئی۔ اقول: ''بہجۃ الاسرار میں سیدی عبدالرزاق اور شیخ ابوالحسن علی قریشی سے روایت ہے کہ سیدنا رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:

مجھے ایک رجسٹر تاحدِّ نگاہ پھیلا ہوا عطا فرمایا ہے۔اس میں قیامت تک ہونے والے میرے اصحاب اور مریدوں کے نام درج ہیں،اور مجھ سے فرمایا ہے: ''وَھَبْتُھُمْ لَکَ'' ان سب کو میں نے تمہیں بخش دیا۔مالک داروغۂ جہنم سے میں نے پوچھا،کیا تمہارے پاس میرے اصحاب میں سے کوئی ہے؟ کہا نہیں۔ میرے رب کی عزت وجلال کی قسم! میرے مرید پر میرا ہاتھ اسی طرح سایہ فگن ہے جیسے آسمان زمین پر۔اگر میرا مرید جیّد نہیں میں خود جیّد ہوں۔قسم ہے رب کی عزت وجلال کی! پروردگار کے حضور سے اس وقت تک اپنا قدم ہرگز نہ ہٹاؤں گا جب تک مجھے تم لوگوں کے ساتھ جنت روانہ نہ کردے۔

سبحٰن اللہ! رب کی رحمت کس قدر وسیع ہے،خدا کا احسان کس قدر عظیم ہے! سنو سنو! اے سگان کوے قادری! شکستہ دل ہو کر بیٹھے کیوں ہو؟ اٹھتے کیوں نہیں،اور اپنی جان محبوب کے قدموں پر نثار کیوں نہیں کرتے؟ سنتے نہیں کہ کیا کیا ہو رہا ہے؟ میں گواہی دیتا ہوں کہ عبدالقادر توبہ کا دروازہ،قبول کی بارگاہ، حق کی

نعمت اور رسول ﷺ کی رحمت ہیں۔

آخر میں اس بلند مضمون سے متعلق کچھ روایات قول ۵۲ کی شرح میں آئیں گی ان شاء اللہ تعالیٰ۔''

وقت کے ولیِ کامل، قطبِ عالم، مجدِّدِ اعظم امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ العلی نے مذکورہ مضمون میں فرمایا:

''اے سگانِ کوے قادری! بیٹھے اور دل شکستہ کیوں ہو؟ اٹھتے کیوں نہیں، اور اپنی جان محبوب کے قدموں پر نثار کیوں نہیں کرتے؟ سنتے نہیں کہ کیا کیا ہو رہا ہے؟''

اس پیغامِ رضا پر لبیک کہتے ہوئے گدائے کوے قادری، اسیرِ مفتیِ اعظم کہتا ہے، اے میری دنیا و آخرت کے وسیلہ، شہنشاہِ بغداد! یقیناً آپ نعمتُ اللہ اور رحمتُ الرسول ہیں، میں اپنے پیر و مربی سرکار، مفتی اعظم مصطفیٰ رضا خاں نوری بریلوی کے توسط سے آپ پر نثار ہو چکا اور آپ کے قدموں میں اپنی جان میں نے ڈال دی ہے، اب دنیا و آخرت میں میری، میرے آباء و اجداد، خویش و اقارب، اہل و عیال اور تمام سنی بھائیوں کی آبرو رکھنا آپ کا کام ہے، اپنے گروہوں میں پورے طور پر شامل فرما کر پکّا قادری بنا کر قیامت کے دن اپنے جھنڈے تلے رکھنا آپ کی ذمہ داری ہے، از اب و جد یعنی باپ دادا سے میں آپ کا غلام ہوں حتیٰ کہ میری بیوی، بچے، بچی اور سب کے سب آپ کی باندی اور غلام ہیں، انوار النسا قادری، محمد اویس رضا قادری، محمد جنید رضا غوثی، محمد احمد رضا قادری، عائشہ فاطمی

نوری، محمد علی رضا برکاتی آپ کے دامن سے وابستہ ہیں۔

رضؔا بریلوی قدس سرہ العلی کے شعر نمبر ۸۱ رکے مندرجہ بالا ترجمے میں گزرا کہ حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ آئینۂ رحمٰن ہیں یعنی رحمٰن کا آئینہ ہیں، اس کی شرح کرتے ہوئے اس کے تحت وہ یوں خامہ فرسا ہیں:

۴۴ قلت: آئینۂ رحمٰن توئی۔ اقول: ہر چیز کا آئینہ وہ ہوتا ہے جس کی جانب توجہ شیٔ تک رسائی کی باعث ہو۔ اسی وجہ سے عنوانات کو ملاحظۂ معنونات کا آئینہ کہتے ہیں۔ حدیث میں آیا ہے: اَوْلِیَاءُ اللّٰہِ الَّذِیْنَ اِذَا رُأُوْا ذُکِرَ اللّٰہُ '' خدا کے اولیا وہ حضرات ہوتے ہیں جنھیں دیکھ کر خدا یاد آئے۔ اسے ترمذی میں سیدی محمد بن علی نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔ (۱)

حاشیہ: (۱) یہ حدیث ثابت ہے، اس کے معنی نبی کریم ﷺ سے درجۂ صحت وشہرت کو پہنچے ہوئے ہیں۔ (۱) اسے امام احمد نے اپنی مسند میں بسند صحیح عبد الرحمٰن بن غنم سے روایت کیا۔ (۲) طبرانی نے معجم کبیر میں حضرت عبادہ بن صامت سے۔ (۳) بیہقی نے شعب الایمان میں بسند حسن حضرت عبد اللہ بن عمر فاروق سے۔ (۴۔۵) حکیم ترمذی نے نوادر الاصول میں عبد اللہ بن عمرو بن عاص اور انس بن مالک سے۔ (۶) اور حکیم ترمذی و عبد بن حمید نے بسند صحیح ایک دوسرے طریق پر حضرت ابن عباس سے روایت کیا۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔ (۷) حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بسند حسن، طبرانی و بیہقی کی روایت ہے: ''اِنَّ مِنَ النَّاسِ مَفَاتِیْحَ لِذِکْرِ اللّٰہِ، اِذَا رُأُوْا ذُکِرَ اللّٰہُ '' کچھ لوگ یادالٰہی کی کلید ہیں، جب ان کا دیدار ہو تو خدا کی یاد آئے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ منہ (حاشیہ مجیر معظم)

کہا گیا ''اَلنَّظَرُ اِلٰی عَلِیٍّ عِبَادَۃٌ ''علی کی طرف دیکھنا عبادت ہے۔ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ۔ اسے طبرانی نے حضرت ابن مسعود اور عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مرفوعاً روایت کیا۔ اس قول میں بھی وہی رمز ہے جو اوپر بیان ہوا۔ یہ قول اگرچہ حدیث نہ ہو۔ اس لیے کہ ذہبی نے اسے موضوع کہا۔ مگر اس کے معنی کے حق اور درست ہونے میں کوئی شبہ نہیں، اور حدیث صحیح بھی گزر چکی: ''مَنْ رَاٰنِی فَقَدْ رَأَی الْحَقَّ'' (جس نے مجھے دیکھا اس نے حق کو دیکھا) اور آئینے کا آئینہ آئینہ ہوتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

غیر کے در پر ہم کیوں جائیں؟ ہر محل کے بادشاہ آپ ہی ہیں

شعر نمبر ۸۲/ کے آئینے میں

حضور غوث اعظم اور دیگر مشائخِ عظام علیہم الرحمۃ والرضوان کے

مریدوں اور غلاموں کو چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت اور رسول اللہ ﷺ کے فیوض و برکات اپنے اپنے پیر وآقا کے در پر پہنچ کر مانگیں۔ یا نہیں پہنچ پائیں تو جہاں ہوں، وہیں سے ان سے مانگیں، کسی دوسرے سلسلے کے در پہ جا کر نہ مانگیں۔ اگرچہ محبت سارے محبوبانِ خدا سے رکھنی ضروری ہے۔ دوسرے سلسلہ کے مشائخ سے مانگنے یا ان کے در پر جا کر ان سے سوال کرنے میں شرم و غیرت محسوس کریں۔ یعنی اپنے شیخ و مرشد کی عظمت و جلال ان کے دلوں میں اس قدر راسخ ہو جائے کہ دوسرے کی طرف ہرگز نہ جھانکیں، اس کی قدرے تفصیل مستند حوالوں سے راقم السطور نے ''ثنائے حضرت خواجہ بزبان امام احمد رضا'' میں کر دی ہے۔ یہ غیرت و شرم کا آنا اسی

پیرو آقا کی عظمت وجلال کا لازمہ ہے۔اور اگر کوئی مرید کسی دوسرے سلسلہ کے شیخ کے پاس چلا بھی جائے اور ان سے کچھ فیض پائے تو یہی سوچے کہ یہ میرے ہی پیرومرشد کا فیض ہے۔اور حضور غوث اعظم تو غوث اعظم ہیں، وہ شیخ المشائخ اور سارے اولیا کے سردار ہیں،اسی لیے پیرانِ پیر اور بڑے پیر صاحب کے ناموں سے آپ کو یاد کیا جاتا ہے۔غوثیتِ عظمیٰ کا لازمہ یہ ہے کہ طالب جہاں جائے گا آپ کی سلطنت و بادشاہت پائے گا۔

انہیں کا محل ملے گا، کیونکہ تمام اولیا و مشائخ ان کے ماتحت ہیں، ان کے حکم کے تابع ہیں، ان کے حکم کے بغیر کوئی کسی کو دے نہیں سکتا، حضور غوث اعظم دریا وسمندر ہیں۔ باقی اولیائے کرام ان سے نکلی نہریں، اللہ تبارک وتعالیٰ کی عطا سے جو فیض نبی اکرم ﷺ کی بارگاہ سے ان کے وزیر مولیٰ علی مشکل کشا کرم اللہ وجہہ الکریم کے توسط سے آتا ہے، پہلے بارگاہ غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں پہنچتا ہے، پھر دوسرے اولیا، اقطاب وابدال وغیرہم تک۔تو اس طرح جو کسی ولی اور شیخ ومرشد کو فیضان ملا یا ملتا ہے یا ملے گا وہ آپ ہی کا فیضان ہے۔لہٰذا اگر کوئی غلام ومرید کسی دوسرے ولی کے در پہ جائے تو یہی دیکھے گا کہ اس محل ودربار کے بادشاہ بھی آپ ہی ہیں، اور جو فیض ملا وہ آپ کے محل سے ملا، یہ اللہ عزوجل کی رحمتِ بے پایاں ہے، جو سرکارِ مدینہ ﷺ اور سرکارِ نجفِ اشرف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے درباروں سے ہوتی ہوئی سرکارِ بغداد رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک پہنچی پھر مشائخ کرام کے واسطے سے ہم تک پہنچی۔اور پہنچ رہی ہے اور ان شاء اللہ الرحمٰن پہنچتی رہے گی۔

ہاں اس شعر نمبر۸۲ کے معنی میں یہ احتمال بھی ضرور ہے کہ یا غوث اعظم! ہم آپ کے غلام ہیں اور آپ کے غلام کو غیرت وحیا آتی ہے کہ دوسرے کے در پہ جائیں، دوسرے کے سامنے دستِ سوال دراز کریں، لہٰذا آپ دوسرے کے در پہ نہ بھیجیں، جو کچھ عطا کرنا ہوا پنے در سے ہی عطا کریں اور ضرور عطا کریں۔

ع ۔ تیرے ٹکڑوں پہ پلے غیر کی ٹھوکر پہ نہ ڈال

اس تمہید کے بعد اب رضؔا بریلوی کے شعر کا درج ذیل ترجمہ ملاحظہ کریں:

۸۲۔آپ کے غلام کو غیرت آتی ہے(۴۵)اگر کسی اور دروازے پر جائے (۴۶) اور اگر جائے تو یہی دیکھے گا کہ اس محل کے بادشاہ آپ ہی ہیں (۴۷)

شرح: یہاں دو امر کا ذکر رضؔا بریلوی نے کیا ہے۔اول یہ کہ آپ کے غلام کو غیرت وحیا آتی ہے کہ کسی اور کے دروازے پر جائے ،دوم یہ کہ اگر کسی طرح دوسرے کے در پہ چلا بھی گیا تو وہاں یہی دیکھے گا کہ ارے اس محل اور دربار کے بادشاہ تو حضور غوث اعظم ہی ہیں۔ اول کی شرح کرتے ہوئے رضؔا بریلوی رقم طراز ہیں۔

۴۵؎ قلت: بندہ ات غیرت کرد۔الخ ۔ اقول : یہ غیرت خود آقا کی عظمت و جلال کا لازمہ ہے۔وہ کتا جو خاص سلطانی دروازے کا وظیفہ خوار ہے، اسے اس بات سے شرم ہونی چاہیئے کہ کوئی دوسرا دروازہ تلاش کرے ۔شاہ ابو المعالی تحفۂ قادریہ میں شیخ ابوالبرکات موصلی سے نقل کرتے ہیں کہ ان کے چچا ولیِ اجل حضرت عدی بن مسافر قدس سرہ الطاہر ہمارے حضرت کے ہم عصروں میں سے

تھے۔ وہ فرماتے ہیں کہ ’’شیخ عبدالقادر کے نیاز مند بے نہایت محبت اور بے غایت عنایت میں ڈوبے ہوئے ہیں۔ انہیں کسی کی ضرورت نہیں، یہ کسی اور کی طرف التفات کیوں کریں؟ کوئی سمندر کو چھوڑ کر نہر کی طرف نہیں آتا۔

ع۔ ہر کہ در جنتِ عدن ست گلستاں چہ کند۔

جنت عدن میں رہنے والا گلستاں لے کر کیا کرے گا۔‘‘

اور اعلیٰ حضرت امام احمد رضا نے جو کہا کہ اگر کسی اور کے دروازے پر جائے تو اس کا مطلب ہے کہ کسی اور کے دروازے پر جانے کا قصد وارادہ کرے، (جیسے نماز کے تعلق سے ارشاد باری تعالیٰ ہے، ’’اِذَا قُمْتُمْ اِلَی الصَّلٰوۃِ الآیہ‘‘ اس کا لفظی ترجمہ یہ ہوگا کہ جب تم نماز کے لیے کھڑے ہو تو چہروں وغیر ہا کو دھوو، مگر یہاں مطلب یہ ہے کہ جب نماز کا قصد وارادہ کرو تو چہروں اور ہاتھوں کو دھوو۔ الخ۔ یعنی وضو بناؤ) مطلب یہ ہے کہ اپنے آقا حضور غوث اعظم کی چوکھٹ چھوڑ کر غیر کی چوکھٹ پر جانا تو دور کی بات ہے، جانے کا قصد بھی نہ کرے۔ ان کی مجلس سے بالکل دور نہ ہو، کیونکہ خلعتیں (انعام واکرام کے جوڑے) اسی دربار سے ملتی ہیں۔ چنانچہ اعلیٰ حضرت قدس سرہ مذکورہ کلمہ کی تشریح یوں کرتے ہیں۔

۴۶ قلت: گر بر در غیرت رود۔ اقول: ’’یعنی جانے کا قصد کرے۔ ارشاد باری تعالیٰ: ’’اِذَا قُمْتُمْ اِلَی الصَّلٰوۃِ ‘‘ کے انداز پر ہے۔ حضرت سیدنا رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: میری مجلس سے دور نہ ہو، اس لیے کہ اس میں خلعتیں دی جاتی ہیں، اس پر افسوس جس سے یہ دولت فوت ہو۔ شعر

ہر کہ ایں عشرت نخواہد خرّمی بروے مباد　　وآنکہ ایں مجلس نجُوید زندگی بروے حرام

ترجمہ: جو اس آسائش کا خواہش مند نہ ہو اسے خوشی نصیب نہ ہو، اور جو اس دربار کا طلب گار نہ ہو اس پر زندگی حرام ہو۔ (تحفۂ قادریہ)''

دوسرے امر (یعنی یہ کہ اگر آپ کا غلام دوسرے کے دروازے پر جائے تو یہی دیکھے گا کہ اس محل کے بادشاہ آپ ہی ہیں) کی شرح امام احمد رضا قدس سرہ نے یوں کی ہے۔

۴۷ قلت: وررَوَد چوں بنگرد، الخ۔ ''اقول: ''یہ مقامِ غوثیتِ عظمیٰ کا لازمہ ہے، اس لیے کہ تمام اولیا ان کے ماتحت ہیں، ان کے اذن کے بغیر کوئی کام نہیں کر سکتے، جو فیض اللہ کے خلیفۂ اعظم محمد ابو القاسم ﷺ کی بارگاہ سے سرکار کے وزیر حیدرِ کرار کرم اللہ وجہہ کی وساطت سے آتا ہے پہلے درگاہ غوثیت میں پہنچتا ہے پھر حسبِ مناسب، اقطاب اور اصحابِ خدمات پر تقسیم ہوتا ہے۔ نہر سے پانی لینے والا دراصل دریا ہی سے پانی لیتا ہے۔ نادان یہ سمجھتا ہے کہ پرنالہ برس رہا ہے۔ شیخ ابو البرکات قدس سرہ فرماتے تھے: ''حق تعالیٰ کا شیخ عبد القادر کے ساتھ عہد ہے کہ کوئی ولی اس سید الاولیا (غوث اعظم) کے اذن کے بغیر ظاہر و باطن میں تصرف نہ کرے گا۔ انہیں بعد انتقال بھی تصرف عام عطا فرمایا ہے جیسے قبلِ رحلت تھا۔ (تحفۂ قادریہ)''

آپ ہی درد بھی ہیں اور آپ ہی میرے درد کی دوا بھی

۸۳رویں شعر کے اجالے میں

عاشق رسول اور عاشق غوث الوریٰ کی شان عظیم ہوتی ہے، وہ خود کو عشق کی بھٹی میں جلاتے ہیں، ان کے جسم کا گوشت بریاں ہو جاتا ہے اور ہڈی سوکھ کر کانٹا ہو جاتی ہے، اس لیے امام احمد رضا، مفتیِ اعظم، حافظ ملت اور دیگر اولیاے کرام کے جسم میں گوشت نہیں تھا، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا نے خود کو عشق کی بھٹی میں ایسا جلایا کہ فنا فی الغوث، فنا فی الرسول اور فنا فی اللہ کے درجے کو عبور کر کے باقی باللہ ہو گئے، بلفظ دیگر سیر الی الغوث، سیر فی الغوث، سیر الی الرسول، سیر فی الرسول، سیر الی اللہ کی منزلیں طے کر کے سیر فی اللہ کے منصب پر فائز ہو گئے۔ امام احمد رضا کا عشق دیکھیے، وہ کہتے ہیں:

الروح فداک فزد حرقا، یک شعلہ دیگر برزن عشقا

مرا تن من دھن سب پھونک دیا، یہ جان بھی پیارے جلا جانا

مطلب یہ ہے کہ میری جان آپ پر فدا و قربان ہے تو سوزشِ عشق کو اور بڑھا دیجیے، بلکہ عشق کی آگ کا ایک شعلہ اور میرے عشق پر ڈال دیجیے۔ میرے تن، من اور دھن سب کو تو پھونک ہی دیا (جلا دیا) اب جان بچ گئی ہے۔ اے میرے پیارے! یہ جان بھی جلا دیجیے۔

امام احمد رضا کا عشق تو دیکھیے، وہ اپنے جسم میں جو درد و تکلیف پاتے ہیں، وہ بھی عشقِ رسول اور محبتِ غوث ہی کا درد سمجھتے ہیں اور اسی میں وہ مزہ پاتے ہیں۔

وہ علاج بھی نہیں کرانا چاہتے، نازِ دوا بھی نہیں اٹھانا چاہتے ہیں۔

امام احمد رضا جیسے عاشقوں کا یہی حال ہے انہیں عشق ہی کا درد تھا، اسی کا سوز والم تھا، اسی لیے وہ کہتے ہیں:

جان ہے عشقِ مصطفیٰ، روز فزوں کرے خدا

جس کو ہو درد کا مزہ، نازِ دوا اٹھائے کیوں

اس درد کی دوا اس لیے نہیں کراتے، وہ سمجھتے ہیں، بلکہ یقین رکھتے ہیں کہ میرے محبوب ہی کے ذریعہ یہ درد بھی ہے اور اس کے ہی ذریعہ شفا بھی ہے۔ یعنی درد بھی اسی کا دیا ہوا ہے، اسی کی محبت میں اور اسی کے فراق میں یہ درد ہے۔ اور صحت وشفا بھی اسی سے ملتی ہے۔ اور جب محبوب ہی کی طرف سے الم و درد اور غم بھی اور صحت وشفا بھی تو اس درد وغم کو برقرار ہی رہنا چاہئے، اس کی دوا کا ناز کیوں اٹھایا جائے، اس لیے امام احمد رضا کا یہ جملہ مجھ جیسے خدام کو بھا گیا (یا غوث اعظم) ''درد کو درمان کجا؟ ہم ایں توئی ہم آن توئی'' (درد کون اور دوا کہاں؟ یہ بھی آپ ہیں اور وہ بھی آپ ہیں)۔ اس حقیقت کو سمجھنے کے لیے حضرت سعد الدین محمد حموی کا قول ان شاء اللہ الرحمٰن کافی ہوگا، عنقریب تاجدارِ ولایت کنزِ کرامت امام احمد رضا کی زبانی آئے گا۔

ترجمہ شعر نمبر ۸۳۔ میری سادہ لوحی دیکھئے کہ آپ سے اپنے درد کی دوا طلب کر رہا ہوں، درد کون اور دوا کہاں؟ یہ بھی آپ ہیں۔ اور وہ بھی آپ ہیں ۴۸؎ (یعنی اے غوث اعظم! درد بھی آپ ہیں اور اس کی دوا بھی آپ ہیں، درد بھی آپ ہی کے

سبب ہے اور آپ ہی کی محبت میں ہے اور دوا و شفا بھی آپ ہی کے ذریعہ ملتی ہے)۔

شرح: اور ''درد کون اور دوا کہاں؟ یہ بھی آپ ہیں اور وہ بھی آپ ہیں'' کے تحت رضا بریلوی لکھتے ہیں:

۴۸؎ قلت: ہم ایں تو ئی ہم آں تو ئی۔ اقول: یہ اُس شعر کے رنگ میں ہے جو سیدی سعد الدین محمد حموی نے فرمایا: یہ سیدی نجم الدین کبریٰ قدس سرہما کے کبارِ اصحاب میں سے تھے، ان کا شعر یہ ہے:

اَنْتَ سُقْمِیْ وَ صِحَّتِیْ وَشِفَائِیْ ۝ وَبِکَ الْمَوْتُ وَالْحَیَاۃُ تطیب

ترجمہ: آپ ہی میری بیماری، میری صحت اور میری شفا ہیں، اور آپ ہی کے سبب موت وحیات دونوں خوشگوار ہیں۔

غوث اعظم سے اسلام کی خاطر استعانت یعنی مدد چاہنا

۸۴/ویں اور ۸۵/ویں شعر کے اجالے میں

شیخ الاسلام والمسلمین امام احمد رضا قدس سرہ مذہب اسلام کی رسی کو مضبوطی سے تھامنے والے مسلمانوں کے ہمدرد اور سچے خیر خواہ تھے، اسی لیے جب بھی کفار و مشرکین، روافض، قادیانیوں، دیوبندیوں، وہابیوں، بے دینوں اور بدمذہبوں نے دین اسلام پر سخت حملہ کیا، تو بے چین ہو کر حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بارگاہ عالی میں استغاثہ پیش کیا اور کہا کہ اے میرے آقا و مولیٰ! اپنے بابا (نبی کریم ﷺ) کے دین کو پھر سے زندہ کیجئے، اس لیے کہ دینِ اسلام سید

ادیان ہے۔اور بقیہ سارے دینوں کا ناسخ ہے،اس کی زندگی آپ ہی ہیں کہ آپ کا لقب محی الدین ہے، دین کو زندہ کرنے والا۔کفار دینِ اسلام اور مسلمانوں کی علانیہ توہین کررہے ہیں۔جب کہ آپ اہل اسلام کی آبرو ہیں ملت پر سخت وقت آن پڑا ہے۔اسلام کی کشتی پہاڑ جیسی موجوں میں پھنس گئی ہے،آپ طوفان سے بچانے والے نوح ہیں،میں آپ پر قربان ہوں،آپ براہِ کرم مدد فرمایئے اور ملت کی ڈوبتی کشتی پار لگایئے۔ہاں طوفانوں کے تھپیڑے ہیں،ہوائے فتنہ موج پر موج مار رہی ہے،موجیں فوج در فوج اٹھ رہی ہیں،ہم غریب و بے وطن اور بے سہارا مسلمان ہیں،ہم پر سخت مصیبت کی گھڑی آگئی ہے،لہٰذا آپ جلد پہنچ کر ہماری زندگی اور ہمارے دین متین کی کشتی کا بیڑا پار لگایئے،اس لیے کہ ہم مسلمانوں کی کشتی کے ناخدا (کشتی بان) آپ ہی ہیں۔اس وقت امام احمد رضا نہایت الحاح و زاری کے ساتھ رورو کر ملت کی کشتی کے کھیون ہار غوث الثقلین،کریم الطرفین،سیدنا سید غوث اعظم جیلانی کی بارگاہ میں اسلام کو زندہ کرنے،اس کے تحفظ و بقا،اس کی ترقی اور مسلمانوں کی مدد کی فریاد کررہے ہیں۔دیکھئے خیر خواہِ امتِ محمدیہ صلی اللہ علیٰ صاحبہا امام احمد رضا کس طرح عرض کناں ہیں :

ترجمہ شعر نمبر ۸۴۔پھر اپنے بابا کا دین زندہ کیجئے،میرے سید و آقا! کیا آپ سیدِ ادیان دینِ اسلام کی حیات و زندگی نہیں ہیں؟ (ضرور ہیں) ۴۹؎

اس کی شرح کرتے ہوئے یہ واقعہ خامہ فرسا ہیں:

۴۹؎ عمر سید الادیان توئی۔ اقول: یہ واقعہ معروف و مشہور اور کتب علما میں

مذکور و مسطور ہے کہ حضرت نے ایک نحیف و ناتواں بیمار کو زمین پر گرا ہوا دیکھا، اس نے استدعا کی، حضرت نے اٹھایا، وہ تروتازہ ہو کر اٹھا اور کہا (میں آپ کے جد کریم علیہ الصلوۃ والتسلیم کا لایا ہوا دین ہوں، آپ نے مجھ کمزور کو اٹھا کر مجھے زندگی بخشی) آپ محی الدین ہیں (دین کو زندہ کرنے والے ہیں) اس کے بعد لوگ ہجوم در ہجوم آپ کے پاس آتے اور محی الدین لقب سے پکارتے ہوئے سلام کرتے [1]

امام احمد رضا قدس سرہ اکسیر اعظم میں آگے یہ شعر لکھتے ہیں:

ترجمہ شعر ۸۵۔ کفار دین اسلام کی علانیہ اہانت کر رہے ہیں، آہ! اے اہل اسلام کی آبرو! تو کہاں روپوش ہے؟

آپ ہمارے مسیحا ہیں اور امام مہدی کی شان رکھنے والے

شیعوں کا رد۔ ۸۶/ویں شعر کے اجالے میں

یہ مسلم حقیقت ہے کہ روافض، وہابیہ، دیابنہ، ندویوں، صلح کلیوں اور دیگر بد مذہبوں سے نفرت امام احمد رضا قدس سرہ کی گھٹی میں پلا دی گئی تھی۔ اس لیے وہ جا بجا ان سب کا رد کرتے ہیں اور خوب رد کرتے ہیں۔ شیعوں کا عقیدہ ہے کہ امام مہدی پیدا ہو چکے ہیں، وہ حضرت امام حسن عسکری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فرزند ہیں، طفولیت کو پہنچ کر ایک غار میں چھپے ہوئے ہیں۔ معاذ اللہ۔ جب

---

[1] مجیر معظم مترجم ص ۱۶۲۔ ناشر المجمع الاسلامی مبارکپور اعظم گڑھ یوپی، (انڈیا)

کہ ان من گھڑت مذہب والوں کے عقیدے کے خلاف حدیث میں یہ ہے کہ وہ قربِ قیامت پیدا ہوں گے۔لہٰذا اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ اور مقامات کی طرح یہاں بھی روافض کا رد کرتے ہیں ،جیسا کہ درج ذیل عبارت سے ظاہر ہے۔ یہ مسئلہ بھی محقق وثابت شدہ ہے کہ قطبیتِ کبریٰ وغوثیت عظمیٰ کا منصب جلیل سلسلہ بہ سلسلہ سیدنا امام حسن عسکری تک پہنچا۔جب حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ جلوہ بار ہوئے تو یہ منصب جلیل آپ کے سپرد ہوگیا۔اور تا ظہورِ امام مہدی آپ ہی اس پر فائز رہیں گے۔ جب وہ تشریف لائیں گے تو ان کو سپرد ہوگا۔تو جب تک حضرت عیسیٰ مسیح علیہ السلام جو مسیحا اور حکیم ہیں، آسمان سے تشریف نہیں لاتے ،اس وقت تک مریضوں کی مسیحائی کا کام بحثیت مسیحا وطبیب حضور غوث اعظم کرتے رہیں گے۔اوراس خاکدانِ گیتی پر جلوہ گر رہ کر مخلوقِ خدا کو اپنے جلووں سے سرشار کرتے رہیں گے۔اور تا ظہورِ امام مہدی اس غوثیت کبریٰ کے عہدے پر آپ ہی فائز رہیں گے۔اس طرح آپ مسیحا کار(مسیحا کا کام انجام دینے والے) ہیں اور امام مہدی کی شان رکھتے ہیں،اس لیے یہ کہنا خوب ہے کہ یا غوث اعظم !’’آپ خود جلوہ گر رہیں،اس لیے کہ مسیحا کا کام اور امام مہدی کی شان رکھنے والے آپ خود ہیں۔‘‘

چنانچہ کفار ومرتدین اور منافقین و بد مذہبوں پر اپنی فتح وکامرانی اور اسلام وتمام مسلمین کی مدد ونصرت کی بھیک مانگتے ہوئے رضؔا بریلوی حضور غوث اعظم سے یوں کہتے ہیں۔

شعر نمبر ۸۶۔ جب تک مہدی عالمِ ارواح سے اور حضرت عیسیٰ آسمان سے تشریف لائیں ۵۰؎ آپ خود جلوہ گر رہیں، اس لیے کہ مسیحا کے کام ۵۱؎ اور مہدی کی شان رکھنے والے آپ خود ہیں۔

اس کی شرح کرتے ہوئے ''مجیرِ معظم'' میں یوں لکھتے ہیں۔

''۵۰؎ قلت: تا بیاید مہدی از ارواح الخ۔ اقول: روافض کے مذہب کے رد کی جانب اشارہ ہے۔ وہ یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ ''حضرت مہدی سیدنا عسکری کے فرزند ہیں، طفولیت کو پہنچ کر ایک غار میں آرام فرما ہیں''۔

شعر فَعَلیٰ عُقُوْلِکُمُ الْعَفَاءُ فَاِنَّکُمْ ثَلَّثْتُمُ الْعَنْقَاءَ وَالْغِیْلَانَا

ترجمہ: تو تمہاری عقلوں کی بربادی ہے کہ عنقاء اور غول دو جاندار زبان زد تھے، جن کا خارج میں کوئی وجود نہیں، تم نے اس کا تیسرا بھی بنالیا۔

وہ کہتے ہیں کہ: ''حضرت مہدی، اس انتظار میں ہیں کہ مومنین کی جماعت فراہم ہو جائے تو خروج فرمائیں''۔ یارب! شاید ایران اور لکھنؤ میں شیعہ گروہوں میں سے بہتّر (۷۲) نفر بھی با ایمان نہیں کہ انہیں ساتھ لے کر تقیہ کا ننگ و عار ختم کریں۔ اور بازارِ امامت کی رونق پر حرف نہ آنے دیں یا شاید حضرت امام شہید۔ علیٰ جدہ وعلیہ صلوۃ المجید۔ نے فرضِ تقیہ کو پس پشت ڈال دیا، اور اتنے ہی فداکاروں کو لے کر یزیدیوں کے مقابلے میں صف آرا ہو گئے۔''

رافضیوں کے خلاف امام احمد رضا محدث بریلوی کا یہ رد دیکھئے اور وہابیوں دیوبندیوں کی خبر لیجئے۔ کہاں گیا وہ کذاب جس نے امام احمد رضا جیسے

متصلب سنی پر کبھی قادیانی اور کبھی شیعی ہونے کا جھوٹا الزام لگایا۔ **لعنۃُ اللّٰہِ عَلَی الکٰذِبِیْنَ ۔**

اکسیر اعظم کے مذکورہ شعر میں رضؔا بریلوی کا قول یہ ہے ’’حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسیحا کار ہیں‘‘۔(یعنی مسیحا اور طبیب کا کام کرنے والے ہیں)،اس مدعیٰ کو مدلل کرنے کے لیے انہوں نے شرح میں درج ذیل عبارت پیش کی ہے رقم طراز ہیں:

قول ۱۵۱۔’’ **اقول** :مولانا جامی قدس سرہ السامی’’ نفحات الانس‘‘میں نقل فرماتے ہیں کہ اکابرِ بغداد میں سے ایک شخص نے غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دعوت کے بہانے اپنے گھر قدم رنجہ فرمانے کی زحمت دی، حضرت خچر پر سوار ہوئے ، قطبِ اجل سیدی علی ہیتی نے داہنی رکاب،اور ایک دوسرے ولی بزرگ نے بائیں رکاب تھامی،اسی طرح داعی کے گھر پہنچے۔بغداد کے تمام اولیا،علما،روٗسا جمع تھے، لوگوں نے انواعِ نعمت سے بھرپور دسترخوان بچھایا اور دس آدمی ایک بڑا سا ٹوکرا جو اوپر سے ڈھکا ہوا تھا،اٹھا کر لائے اور دسترخوان کے آخری کنارے پر رکھ دیا، پھر صاحبِ دعوت نے اجازتِ تناول کی صدا لگائی،مگر حضرت قدس سرہ سر جھکائے بیٹھے رہے، نہ خود کچھ تناول فرمایا، نہ دوسروں کو اجازت دی،اہل مجلس حضور کی ہیبت سے خاموش ومدہوش ہیں،’’ **کَاَنَّ عَلیٰ رُئُوسِھِمُ الطَّیرَ** ‘‘ جیسے ان کے سروں پر پرندے بیٹھے ہوں۔حضرت نے ابوالحسن علی بن ہیتی اوران کے ساتھ آنے والے دوسرے ولی بزرگ کو اشارہ فرمایا کہ وہ ٹوکرا اٹھا کر سامنے لائیں،انہوں

نے حاضر کیا، کھولنے کا حکم دیا، انہوں نے کھولا۔ دیکھا گیا کہ ٹوکرے میں صاحبِ دعوت امیر کا فرزند ہے، مادرزاد اندھا، اپنی جگہ پڑا ہوا، اپاہج، فالج زدہ۔ العیاذ باللہ تعالیٰ۔ حضرت نے فرمایا، قُمْ بِاِذْنِ اللّٰہِ مُعَافًی۔ ''اللہ کے حکم سے عافیت کے ساتھ اٹھ جا۔ معاً وہ لڑکا کھڑا ہوگیا، بینا، صحیح وسالم، دوڑتا ہوا، گویا اسے کوئی بیماری نہ تھی۔ حاضرین میں شور برپا ہوگیا۔ شعر

قادرا قدرت تو داری، ہرچہ خواہی آں کنی

مردہ را جانے دہی، وزندہ را بے جاں کنی

ترجمہ: اے قادر! آپ قدرت والے ہیں جو چاہیں کریں، چاہیں تو مردہ کو جان بخش دیں اور چاہیں تو زندہ کو بے جان کردیں (چاہیں تو مردہ کو زندہ کریں اور چاہیں تو زندہ کو مردہ کردیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ اور رحمت خاصہ سے یہ قدرت واختیار آپ کو دیا ہے)

سیدنا رضی اللہ تعالیٰ عنہ لوگوں کی بھیڑ میں باہر نکل آئے اور کچھ تناول نہ فرمایا۔ شیخ اجل حضرت ابوسعید قیلوی قدس سرہ کو اس واقعہ کی خبر دی گئی، انہوں نے فرمایا: شیخ عبدالقادر مادرزاد اندھے اور برص والے کو اچھا کرتے ہیں، اور مردوں کے جسم میں جان ڈالتے ہیں۔ باذنِ مولیٰ تبارک وتعالیٰ۔

فقیر (امام احمد رضا) کہتا ہے: ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہاں کچھ تناول نہ فرمانا اس لیے تھا کہ اس حیرت انگیز کام کا پورا ثواب محفوظ رہے، جیسا کہ حدیث میں آیا ہے کہ ''جو کسی بیمار کی عیادت کرے اور وہاں کچھ کھائے تو یہی چیز اس کی

عیادت کا اجر وصلہ ہوگی۔‘‘

دیلمی کی روایت حضرت ابوامامہ باہلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے، وہ نبی کریم ﷺ سے راوی ہیں، سرکار فرماتے ہیں: اِذَا عَادَ اَحَدُکُمْ مَرِیْضًا فَلَا یَاکُلُ عِنْدَہٗ شَیْئًا، فَاِنَّہٗ حَظُّہٗ مِنْ عِیَادَتِہٖ ‘‘۔تم میں سے کوئی شخص جب کسی بیمار کی عیادت کرے تو اس کے یہاں کچھ نہ کھائے کہ یہ کھانا اس کی عیادت کا بدلہ اور حصہ ہو جائے گا۔

سیدنا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مذکورہ عمل سے ہمیں یہ ہدایت بھی ملتی ہے کہ اجابتِ دعوت (دعوت قبول کرنا) جس کے متعلق امر وارد ہے وہ بمعنی حاضری ہے، بمعنیٰ خوردن نہیں ہے۔یعنی جانا ضروری ہے، اگر کوئی عذر نہ ہو، اور نہ کھانا مباح ہے اگر دل شکنی نہ ہو۔اس بارے میں حدیثِ صحیح وارد ہے، جیسا کہ صحیح مسلم میں ہے اور فقہ کی بھی صراحت ہے جیسا کہ خلاصہ میں ہے۔

نفحات الانس ہی میں ہے کہ ایک بڑھیا نے اپنے لڑکے کو حضرت کے سپرد کر دیا۔وہ مجاہدے کی شدت سے لاغر و کمزور ہو گیا۔ضعیفہ خدمت مبارکہ میں آئی، دیکھا کہ ایک طبق ہے جس کے اوپر اس مرغ کی ہڈیاں رکھی ہوئی ہیں، جو حضرت نے تناول فرمایا تھا۔اس نے عرض کیا: حضرت مرغ کا گوشت تناول فرماتے ہیں اور میرا لڑکا جو کی روٹی کھاتا ہے۔حضرت نے دست مبارک ہڈیوں کے اوپر رکھا اور فرمایا: ’’قُوْمِیْ بِاِذْنِ اللّٰہِ الَّذِیْ یُحْیِ الْعِظَامَ وَھِیَ رَمِیْمٌ ‘‘۔ اٹھ جا اللہ کے اذن سے جو بوسیدہ ہڈیوں کو زندہ فرماتا ہے۔فوراً مرغ کھڑا ہو گیا

اور بانگ دینے لگا۔ حضرت نے فرمایا: جب تیرا بیٹا اس کیفیت کو پہنچ جائے تو جو چاہے کھائے‘‘۔

ہاں بات یہ چل رہی تھی کہ دین وملت کی کشتی کے کھیون ہار (ناخدا) سیدی غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بارگاہ اقدس میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہٗ فریاد کناں ہیں کہ ملت کی کشتی طوفان اور موجوں میں پھنسی ہے۔ ہر طرف سے کفار و مرتدین اور بد مذہبوں کی یلغار ہے۔ طوفان کے نوح اور کشتی کے ناخدا آپ ہیں، لہٰذا مدد کو پہنچئے اور ملت کے بیڑے کو غرق ہونے سے بچا لیجئے۔ پھر سے ملت کو زندہ کیجئے، کیونکہ آپ محی الدین ہیں۔ چنانچہ امام احمد رضا قدس سرہ اکسیر اعظم کے دو شعروں میں یوں فریاد کرتے ہیں۔

ترجمہ شعر ۸۷ے ملت کی کشتی پہاڑ جیسی موجوں میں پھنس گئی ہے، میں آپ پر قربان! آیئے کہ اس طوفان کے نوح آپ ہی ہیں۔ (حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کے کئی افراد کو کشتی میں سوار کیا، جب طوفان آیا تو وہ سب بچ گئے، یقیناً فضل الٰہی سے حضرت نوح نے ان سب کو بچایا، اے غوث اعظم! رضی اللہ تعالیٰ عنہ امت محمدیہ صلی اللہ تعالیٰ علیٰ صاحبہا کی کشتی کے ناخدا اور اس امت میں آنے والے طوفان کے نوح آپ ہیں لہٰذا طوفان سے بچایئے)۔ (نوری)

شعر ۸۸۔ بادِ فتنہ موج پر موج گرا رہی ہے، اور موجیں فوج در فوج اٹھ رہی ہیں، غریبوں، بے وطنوں کی مصیبت کی گھڑی میں پہنچئے، اس لیے کہ ان کی کشتی کے ناخدا آپ ہی ہیں۔

غوث اعظم سے رضا کی استعانت واستمداد خود اپنی ذات کے لیے

اعلیٰ حضرت رضا بریلوی قدس سرہ دینِ اسلام اور مسلمانوں کے لیے نہایت آہ وزاری کے ساتھ غوثیت مآب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے استعانت واستمداد کررہے تھے یعنی ان سے مدد چاہ رہے تھے اور رو رو کر فریاد کررہے تھے۔اب خود اپنے لیے کچھ استمداد واستغاثہ کررہے ہیں۔لیکن رضا کا یہ انداز نہایت دل ربا وپسندیدہ ہے کہ استغاثہ سے قبل اپنے پاک پروردگار اللہ تبارک وتعالیٰ کی تسبیح و پاکی بیان کرتے ہیں۔چنانچہ کہتے ہیں،''حاش للہ''۔(اللہ کی پاکی ہے)۔نیز اس کے بعد حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تعریف،ان کے جود وکرم کا ذکر،ان کی عند اللہ وجاہت ومقبولیت کا ذکر،لوگوں کے درمیان بھی ان کی وجاہت وعزت اور شہرت کا چرچا،ان کے حسن وخوبی،ان کے دستِ سخا اور دامن کی وسعت کا ذکر کرتے ہیں،تاکہ استغاثہ قبول ہوکر رہے اور سارے منگتوں کو یہ درس بھی ملے کہ جس سے مانگا جائے تو پہلے اس کی تعریف کی جائے۔

اور رضا کا یہ وطیرہ بھی کتنا نرالا ہے کہ جب وہ کسی ولی کی بارگاہ میں پہنچتے تو ہم عاصیوں کی طرح دنیوی وفانی چیزوں،مال ودولت،زمین جائیداد،مکان اور اولاد کے لیے دعا کی درخواست نہیں کرتے بلکہ مغفرت وحصولِ جنت کی دعا کرتے،کرواتے،اسی طرح اس مقام پر بھی نہایت عاجزی وانکساری کے ساتھ بارگاہِ غوثیت مآب میں استغاثہ وفریاد کررہے ہیں،مانگنے کا دلکش سلیقہ ملاحظہ ہو۔

ترجمہ شعر نمبر ٨٩۔ خدا کی پاکی ہے۔تمہاری وجاہت کا دامن مجھ جیسے شخص کے

لیے تنگ ہو؟ اے جو دِعام والے! تمہارا دامن بہت وسیع ہے۔(اے عام بخشش و کرم والے! آپ تنگیِ داماں والے نہیں، وسعت داماں والے ہیں)

راقم کہتا ہے کہ اس شعر میں حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وجاہت کا دامن یا عزت وحرمت اور مقبولیت والا دامن کہنے میں ان کی ثنا خوانی ہوئی۔ پھر یہ پوچھنا کہ تمہارا دامن مجھ جیسے کے لیے تنگ وکوتاہ ہوسکتا ہے؟ اس کا مطلب یہ ہوا کہ تنگ ہرگز نہیں بلکہ یقیناً وسیع وعریض ہے۔لہٰذا میرے اوپر کرم فرمایئے، عام جود وبخشش فرمایئے، میں آپ کے کرم وسخا اور جود وعطا کا محتاج ہوں۔شعر میں اصلِ الفاظ یہ ہیں۔یا عمیم الجود و وسعتِ داماں۔یعنی عام جود و بخشش والے اور وسعتِ داماں والے سخی آقا و داتا۔

اب امام احمد رضا اصلِ مقصود کی طرف آتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ حق ہے کہ میں اللہ کا بندہ اور آپ کا غلام وخادم ہوں اور بطور عجز وانکسار کہتے ہیں کہ یہ بھی صحیح ہے کہ میں بہت گنہگار و نافرمان ہوں۔ میں نے اپنا دفتر (نامۂ اعمال) گناہوں سے سیاہ کرلیا ہے، تو اللہ تعالیٰ کے اذن سے یا اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں شفاعت کرکے میرے گناہوں کو مٹا دو۔ میرے سیاہ دفتر کو صاف وشفاف کردو۔ نہیں، بلکہ اس میں نیکیاں لکھ دو لکھوا دو۔ میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے سنبھالو، سیاہی کو سفیدی میں بدلنے والے اور نامۂ اعمال اور دلوں کو چمکانے والے تم ہی تو ہو۔ بلکہ میں ہی کیا، مجھ سے زیادہ گناہ کرنے والوں اور دفتر کو زیادہ سیاہ کرنے والوں کو بھی تھام لو بلکہ مزید ایسے سیکڑوں کو تھام لو، اور ان کا بیڑا پار کردو، اس لیے کہ نامۂ اعمال

کو چمکانے والے، دلوں کو روشن کرنے والے اور مقدر میں چمک لانے والے تم ہی تو ہو۔ بلاشبہ چمکانے والے چاند تم ہی ہو۔

ان جملوں کے تناظر میں اب امام احمد رضا کے استغاثہ کو سمجھنے کی قارئین کوشش کریں، استمداد کر رہے ہیں۔

ترجمہ شعر نمبر ۹۰۔ اگر میں نے اپنا دفتر سیاہ کرلیا ہے تو اس سے زیادہ سیاہ کرنے والے کو تھام لو بلکہ ایسے سیکڑوں اور کو بھی، اس لیے کہ چمکانے والے چاند تم ہی ہو۔

شرح: حضور غوث اعظم کس طرح دنیا وآخرت میں وجیہ ہیں، عند اللہ وعند الناس آپ کو کس طرح کی وجاہت وعزت ملی ہے؟ مولیٰ تعالیٰ نے آپ کو کیا کیا مرتبے عطا کئے ہیں؟ آپ کے احباب ومریدین اور محبین کو آپ کے صدقے کیا کیا فیوض وبرکات عطا فرمائے؟ فضل الٰہی سے آپ سیاہ نامۂ اعمال کو سفید کرکے، جہنم سے نجات دلا کر جنت میں کس طرح لے جاتے اور کیسے چمکانے والے چاند ہیں؟ ان سب کے جوابات کو سمجھنے کے لیے ذرا ذہن کو حاضر کیجئے اور مندرجہ بالا شعر کے مدعیٰ کو ثابت کرنے کے لیے تشریح کرتے ہوئے قادری دولہا امام احمد رضا رضی عنہ المولیٰ نے جو دلائل کے طور پر روایات صحیحہ درج کی ہیں، انہیں پڑھ لیجئے۔ رقم طراز ہیں:

۵۲؎ قلت: نامہ خود، الخ۔ اقول: اوپر گزرا کہ حضرت (غوث اعظم) فرماتے ہیں: میرا مرید اگر جید نہیں، میں خود تو جید ہوں (اگر میرا مرید اچھا نہیں تو کیا ہوا میں تو اچھا ہوں) جید بمعنیٰ اچھا (عابد) اور فرماتے ہیں:

''اگر میرے مرید کا ستر مشرق میں کھل جائے اور میں مغرب میں ہوں تو ضرور اس کی ستر پوشی کر دوں گا'' اور فرماتے ہیں قیامت تک ہونے والے میرے مریدوں میں سے اگر کسی کی سواری پھسلے تو میں اس کی دستگیری کروں گا۔

حضرات عالیہ سیدی عبد الرزاق وسیدی عبد الوہاب ابنائے آں جناب اور حضرات مبارکہ ابوالسعو د حریمی وابن قائد اوانی وابوالقاسم بزاز، قدست اسرارہم نے فرمایا کہ ہمارے حضرت (غوث اعظم) نے اس بات کی ضمانت لی ہے کہ تا روزِ قیامت جوان کا مرید ہوگا ہرگز بے توبہ نہ مرے گا۔

حضرت حمّاد دبّاس سے راتوں میں شہد کی مکھی جیسی آواز سنائی دیتی تھی، حضرت سیدنا (غوث اعظم) ابتدائے امر میں ان کی خدمت میں رہتے تھے، ان سے اس بارے میں دریافت کیا،، انہوں نے جواب دیا: ''میرے بارہ ہزار مرید ہیں، ہر رات ان سب کو نام بنام یاد کرتا ہوں اور ان کی حاجتیں خدا سے طلب کرتا ہوں، اور اگر ان میں سے کوئی مرید کسی گناہ میں مبتلا ہے تو دعا کرتا ہوں کہ اسی ماہ میں اسے توبہ نصیب کرے، یا دنیا سے اٹھالے تاکہ زیادہ دنوں تک گناہ میں نہ رہے''۔

ہمارے حضرت سراپا رحمت نے فرمایا: ''اگر حضرت حق جل وعلا سے مجھے کوئی مرتبہ ملے گا تو میں درخواست کروں گا کہ قیامت تک ہونے والے میرے مریدین بے توبہ نہ مریں، اس کام پر میں ان کا ضامن ہو جاؤں''۔

شیخ حمّاد نے کہا: حق سبحانہ نے مجھے مشاہدہ کرایا ہے کہ جلد ہی اسے اس

مراد کو پہنچائے گا، اور اس کی وجاہت کا سایہ مریدوں کے سروں پر دراز فرمائے گا، والحمدللہ رب العالمین۔ یہ سب روایات کتب معتبرہ جیسے بہجۃ الاسرار و تحفۂ قادریہ وغیرہما میں مذکور ہیں۔

ہاں! اے گدائے قادری! تیری آنکھ ٹھنڈی ہو اور زیادہ صاف سن لے کہ تیرے آقا (غوث اعظم) رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:

جو میری طرف اپنی نسبت کرے حق جل وعلا اسے قبول فرمائے، اور اس کے جرم وگناہ بخش دے، اگرچہ کسی ناپسندیدہ روش پر ہو۔ (تحفۂ قادریہ)

اللہ اللہ! کیا رحمت ہے اور کیا قدرت؟ ہاں ہاں! اے زخم دل رکھنے والے درویش! بیدار و ہوشیار ہو جا کہ ایک عظیم سفر درپیش ہے۔ ع

مغرور مشو کہ خاصگان در بیم اند (مغرور نہ ہو، یہاں خواص بھی خائف ہیں)۔ مانا تیرے پاس تریاق ہے مگر خود کو اژدر کے منھ میں نہ ڈال۔ (۱)۔ تیرے پاس مرہمِ شفا ہونا تسلیم، مگر از خود تلوار کی دھار پر ہاتھ نہ مار۔

تجھے کچھ خبر ہے کہ ان کا مرید کون ہے؟ اور اس سرکارِ سعادت کی ارادت کے معنی کیا ہیں؟ ''اَلْاِیْمَانُ بَیْنَ الْخَوْفِ وَالرَّجَاءِ'' (ایمان امید وخوف کے درمیان ہے) ایسا خوف چاہئے کہ نڈر نہ ہو جائے۔ ''فَلَا یَاْمَنُ مَكْرَ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْخٰسِرُوْنَ'' (تو اللہ کی خفی تدبیر سے نڈر نہیں ہوتے مگر تباہی والے۔ سورۂ اعراف سورہ نمبر ۷۔ آیت نمبر ۹۹)

حاشیہ ۱: تریاک و تریاق: زہر دور کرنے والی دوا۔ اژدر: بھاری بھرکم سانپ۔ مترجم۔

اور ایسی امید ہو کہ مایوس نہ ہو جائے ''اِنَّہٗ لَا یَا یْئَسُ مِنْ رَّوْحِ اللّٰہِ اِلَّا الْقَوْمُ الْکٰفِرُوْنَ (اللہ کی رحمت سے ناامید نہیں ہوتے، مگر کافرلوگ۔ سورۃ یوسف۔ سورہ نمبر۱۲۔ آیت نمبر۸۷)

ان دونوں میں سے اگر کوئی غائب ہے تو تو کافر ہے اور اگر کوئی کم ہے تو تو خاسر ہے۔ ''نَبِّیٔ عِبَادِیْ اَنِّی اَنَا الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ ۝ وَاَنَّ عَذَابِیْ ھُوَ الْعَذَابُ الْاَلِیْمُ (خبر دو میرے بندوں کو کہ بیشک میں ہی ہوں بخشنے والا مہربان۔ اور میرا ہی عذاب دردناک عذاب ہے۔ سورۂ حجر، سورہ نمبر۱۵، آیت ۴۹۔۵۰)

مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''شَفَاعَتِیْ لِاَھْلِ الْکَبَائِرِ مِنْ اُمَّتِیْ '' میری شفاعت میری امت کے اہل کبائر کے لیے ہے۔ مگر کیا یہ روا ہوگا کہ ان کی شفاعت پر تکیہ کر کے بے باک ہو جائیں اور گناہ کی راہ میں تیز گام؟ ارادت بغیر محبت کے سچی ہو نہیں سکتی، اور محبت بغیر اطاعت کے جھوٹی معلوم ہوتی ہے۔ شعر

لَوْ کَانَ حُبُّکَ صَادِقاً لَا طَعْتَہٗ   اِنَّ الْمُحِبَّ لِمَنْ یُّحِبُّ مُطِیْعٗ

ترجمہ: اگر تیری محبت سچی ہوتی تو تو اس کا فرماں بردار ہوتا، یقیناً محبّ اپنے محبوب کا اطاعت گزار ہوتا ہے۔

ہاں سنیوں کو شفاعتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک امید وابستہ ہے اور روز افزوں، اور ان میں سے قادریوں کے لیے جو صحیح العقیدہ ہیں، کہ خدا کی قسم قادری نہیں مگر یہی، ناز ہیں گوناگوں۔ قطعہ

دی بخاک رضا شدم گفتم   کہ تو چنیں کہ ما چناں شدہ ایم

ہمہ روز از غمت بفکر فضول   ہمہ شب در خیال بیہدہ ایم

خبرے گو بما ز تلخی مرگ   گفت ما جام تلخ کم زدہ ایم

قادریت بکام ما کردند   سنیت را گدائے میکدہ ایم

شیر بودیم وشہد افزودند   ما سراپا حلاوت آمدہ ایم

ترجمہ: کل میں رضا کی تربت پہ گیا، پوچھا کیسے ہو؟ ہم تو ایسے ایسے ہو گئے۔ دن بھر تمہارے غم کی وجہ سے بے کار فکر میں پڑے ہیں، رات بھر بیہودہ خیال میں رہتے ہیں، ہمیں موت کی تلخی سے متعلق کچھ خبر دو۔اس نے کہا: ہم نے تو تلخ جام کم ہی پیا ہے۔ ہماری مقصد برآری کے لیے قادریت ساتھ میں لگا دی گئی، ہم میکدۂ سنیت کے گدا ٹھہرے۔ دودھ تھے اس پر شہد کا اضافہ کر دیا گیا، ہم تو سراپا حلاوت ہو گئے''۔(شیرینی ومٹھاس ہو گئے)

محمد عابد قادری کہتا ہے کہ وہ روافض جو بعض مزارات کے مجاور بن کر زائرین سے روپیے حاصل کرنے کے لیے تقیہ سے کام لیتے اور خود کو قادری و چشتی کہتے ہیں جب وہ گمراہ و بے دین ہیں تو چشتی نہ ہوئے بلکہ زشتی ہوئے۔ زشت کے معنی ہیں ''برا'' وہ اس زشت کی طرف منسوب ہیں اور نہایت برے لوگ ہیں، اسی طرح یہ قادری نہیں ہو سکتے بلکہ یہ غادری ہیں۔یعنی غادر کے معنی ہیں، غدر اور غداری کرنے والا، تو اس غادر کی طرف منسوب ہو کر یہ لوگ غدّار و فریب کار، عیار و مکار ہیں، جیسے فی زمانہ طاہر الغادری ہے۔ یہ نہایت ہی غدّار اور شاطر آدمی ہے۔ چنانچہ امام احمد رضا قدس سرہ مندرجہ بالا عبارت کے متصل ہی

درج ذیل سطور صفحۂ قرطاس پر لاتے ہیں۔

لیکن وہ ہوس کار، جن کے نزدیک خواہشِ نفس کی پیروی، کمالِ تصوف اور احکام کی تردید تمغائے تعرف، تاحدِّ قدرت سرکار قادریت کی توہین، کمالِ ہدایت اور اس بدرِ قدرت وصدرِ صدارت کی تعظیم بے وفائی وگمراہی، تمام صحابہ کی تکریم کھلی ناصبیت (۱) اور ان کی ایک جماعت کا برا بن کے رہنا عین حبِّ علی، علما پر لعن وطعن اجملِ اقوال، اور روافض کی بدعاتِ شنیعہ افضلِ اعمال، مناہی وملاہی (ممنوعات اور کھیل کی چیزیں) موصل الی اللہ، اور تباہی و دواہی (بربادی اور خراب آفات) اس راہ کی ریاضت۔ ہاں روزے رکھتے ہیں، مگر گردن پر، اور نماز گزار ہیں بمعنی ترک کردن۔ اور ایسا نہیں کہ ان سب پر کچھ خوف رکھیں اور نادم و پشیمان ہوں، بلکہ فارغ رہتے ہیں اور کوئی حساب نہیں رکھتے، ان کی کیا حکایت اور ان کی بدعتوں کی کیا شکایت؟ ان میں جو پورے بے باک ہیں وہ تو ضروریاتِ دین کے بھی خلاف ہیں، اسلام کا دعویٰ رکھتے ہوئے اسلامی عقائد پر خندہ زن ہیں، جناب امیر کرم اللہ وجہہ المنیر کو نہ صرف ابوبکر وعمر پر فضیلت دیتے ہیں بلکہ انبیا ورسل سے بھی افضل کہتے ہیں، ان کے نزدیک وصول الی اللہ کے لیے اسلام کی شرط نہیں، اور خدا کا ہند میں ''خواجہ غریب نواز'' نام ہے اور بھی ان کی نجس خرافات اور ناپاک مجازفات ہیں، ایسے لوگوں کے متعلق میں کہتا ہوں اور میرا خدا گواہ ہے کہ یہ نہ قادری ہیں، نہ چشتی بلکہ غادری اور زشتی۔ ع۔ سایہ شاں دور باداز ما دور (ہم سے ان کا سایہ دور سے دور تر ہو)۔ (۲)

فقیر نے ان کا اور ان جیسے لوگوں کا حکم اپنے بعض فتاویٰ میں جو ہماری کتاب ’’**العطایا النبویه فی الفتاوی الرضویه**‘‘ میں شامل ہیں تمام تر تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے۔اور خدا ہی توفیق دینے والا ہے۔

(۲) مجازفات: اٹکل پچو باتیں۔غادر: دھوکہ باز، بدعہد، بے وفا۔غادری: غادر کی جانب منسوب۔زشت: برا، زشتی، زشت کی جانب منسوب تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے۔اور خدا توفیق دینے والا ہے (مجیر معظم)

حاشیہ: (۱) ناصبی:۔خارجیوں میں سے ایک فرقہ۔(قادری نوری)

غوث اعظم کے ہاتھ میں نگ مومیا ہو جاتا ہے، آپ چشمۂ حیات ہیں ۹۱/ویں شعر کے آئینے میں

سیدنا حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے قادر اور جلوۂ شان قدرت ہیں۔اسی لیے آپ کے قدرت و طاقت والے ہاتھ میں انگشتری کا نگ مومیا ہو جاتا ہے یعنی نگینہ موم کی طرح نرم ہو جاتا ہے۔لوہے پر ہاتھ رکھ دیں تو وہ بھی موم کی طرح نرم ہو جاتا ہے۔ساتھ ہی ساتھ آپ چشمۂ حیات ہیں، آپ نے فرمایا ہے’’ **اِنْ لَّمْ یَکُنْ مُرِیْدِیْ جَیِّدًا فَاَنَا جَیِّدٌ** ‘‘(ترجمہ: اگر میرا مرید جید نہیں تو کیا ہوا میں تو اچھا ہوں)

چنانچہ عاشقِ غوث الوریٰ امام احمد رضا کہتے ہیں:

شعر۹۱۔(اے غوث اعظم) گم کیا ہوا اگر میں ریزہ ہوا؟ تمہارے ہاتھ میں تو نگ

موميا ہوجاتا ہے(ا) کم کیا ہوا اگر میں جل گیا،تم تو خودہی چشمۂ حیات ہو۵۳ (ا)

نگ : انگوٹھی میں جڑنے کا پتھر۔نگینہ۔موميا: ایک دوا کا نام جوموم کی طرح ملائم ہوتی ہےاور پہاڑوں سے حاصل ہوتی ہے۔(نوراللغات)

اوراس کےتحت اس کی شرح مجیر معظم میں رقم طراز ہیں۔

قول نمبر ۵۳۔ ''اقول: (میں کہتا ہوں کہ) حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہے''اگر میرا مرید جید نہیں تو میں خود جید ہوں۔ایک شخص کا انتقال ہوا،اس کی قبر سےلوگ رونے کی آواز سنا کرتے تھے، چند دنوں کے بعد بارگاہِ قادریت میں گزارش کی ،فرمایا: کیا اس نے میرا خرقہ پہنا تھا؟ لوگوں نے عرض کیا،ہمیں علم نہیں، ۔فرمایا: کیا کسی وقت ہمارے پاس حاضر ہوا تھا؟ عرض کیا نہیں ،فرمایا: کیا کسی وقت ہمارا کھانا کھایا؟ عرض کیا پتہ نہیں ۔فرمایا: قصوروارعفواور چھٹکارے کا زیادہ حقدار ہے۔تھوڑی دیرسرِ مبارک گریبان میں ڈالا ، ہیبت و وقار کا اثر چہرۂ مبارک پرنمودار ہوا۔فرمایا: ملائکہ کہتے ہیں: کہ ایک وقت آپ کا چہرہ دیکھ کر اچھا گمان کیا تھا،حق تعالیٰ نے اسی کے سبب اسے بخش دیا۔اس کے بعد لوگ اس کی قبر سے بارہا گزرے مگراس رونے چلانے کا کوئی اثر نہ پایا۔ یہ روایت تحفۂ قادریہ میں مذکور ہے۔یہی مضمون اس مصرع میں ادا کیا گیا ہے۔ع۔ مستحق کرامت گناہ گارانند۔(عزت وعفو کے حق دار خطا کار لوگ ہیں)

آپ نے فرمایا: میرا شیدا ہوجا، اچھا وخوش حال ہوجا، اور بے خوف ہوجا ، پھر میرا نغمہ سرا ہوجا، اس فرمانِ غوث کو سن کر میں شاد ہوکر رقص کرنے لگا

۹۲/ ویں شعر کے آئینے میں

حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: ''ھِمْ وَ طِبْ وَاشْطَحْ وَغَنِّ'' (ترجمہ: شیدا، خوش حال اور بے باک ہوکر نغمہ سرا ہوجا) اپنے آقا کی زبان فیض ترجمان سے یہ مسرت افزا ارشاد ایک شیدا غلام سنے گا تو بلا شبہ وہ خوشی کے مارے جھومنے لگے گا۔ وہ کمینہ ہی ہوگا جو اپنے با اختیار محبوب کا یہ فرمان وارشاد سنے اور شاد ومسرور ہوکر رقص نہ کرنے لگے۔ لہٰذا امام احمد رضا قدس سرہ بھی جھومنے لگے اور کہنے لگے۔

ترجمہ شعر نمبر ۹۲۔ بڑا ہی کمینہ آدمی ہوں اگر شاد ومسرور ہوکر رقص میں نہ آؤں، جب تمہیں یہ فرماتے سن لیا ''شیدا، خوش حال اور بے باک ہوکر نغمہ سرا ہوجا۔''

نیکوں کے دن بہت اچھے اگر غوث اعظم نے انہیں محبوب بنالیا

میں تنکا ہوں، ڈوبنے والا نہیں ۹۳/ شعر کے آئینے میں

گہر کا معنی موتی۔ عمان سے مراد بحر اعظم (بڑا سمندر، بڑا دریا ہے)، مگر یہاں گہر (موتی) سے مراد صالحین (نیکوکار بندے) ہیں۔ اور بحر اعظم ہمارے غوث اعظم ہیں تو موتی کے لیے وہ دن بڑا ہی اچھا ہے جب دریا اسے اپنے سینے میں رکھ لے۔ اسی طرح ابرار وصالحین کے لیے وہ دن بہت اچھے ہیں جب حضور

غوث اعظم جو دریائے کرم اور بحر اعظم ہیں، اپنے دل میں جگہ دیدیں اور اپنے انعام واکرام سے نوازتے ہوئے اپنا محبوب ومحترم بنالیں۔

امام احمد رضا کہتے ہیں کہ میں گہر اور صالحین کی طرح قیمت اور عزت نہیں رکھتا، مگر ایک لحاظ سے ان سے کم تر بھی نہیں ہوں۔ کیونکہ میں تنکا اور خس وخاشاک ہوں اور تنکا دریا میں نہیں ڈوبتا ہے۔تو میرے آقا دریائے کرم اور بحر اعظم ہیں اور میں تنکا، لہٰذا اگر انہوں نے لطف وکرم فرماتے ہوئے مجھے قبول کرلیا تو ڈوبنے سے نجات پاؤں گا اور غرق ہونے سے محفوظ رہوں گا، اور اگر اپنے دل میں جگہ دے کر اپنا محبوب بنالیا تو عزت والا ہوکر ہلاکت سے مامون ہوجاؤں گا، اب اسی تناظر میں امام احمد رضا کے اکسیر اعظم کے ایک مؤقر ومعظم شعر کا ترجمہ دل کی گہرائیوں میں اتار لیں۔

ترجمہ شعر نمبر ۹۳۔ گوہر کے دن اچھے، اگر دریا نے اسے جگہ دے دی ۵۴؎ ، تنکا بھی ڈوبنے والا نہیں، میں تنکا ہوں اور تم بحر اعظم ۵۵؎

اس کی شرح کے ضمن میں یوں رقمطراز ہیں:

۵۴؎ قلت: وقت گوہر خوش الخ۔ اقول: (میں کہتا ہوں) گوہر سے مراد صالحین ہیں، اور دل میں جگہ دینا بمعنی محبوب ومحترم رکھنا، یہ ظاہر ہے کہ موتی دریا کی گہرائی میں ہوتا ہے اور خس وخاشاک (تنکا) دریا میں غرق نہیں ہوتا۔ حاصل یہ کہ اگرچہ میں گوہر کی طرح عزت نہیں رکھتا، مگر اس سے کم تر نہیں ہوں کیونکہ ان کے لطف و کرم کے سبب ضرور نجات پاؤں گا اور غرق سے محفوظ رہوں گا۔ اس لیے کہ میں

بے قدر تنکا ہوں اور وہ دریائے کرم۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

۵۵؎ قلت: عمّاں توئی۔ اقول: یہاں بمجازِ مجاورت بحر اعظم مراد ہے۔ اور علاقہ جان لینے کے بعد جزئی پیش کرنے کی کوئی حاجت نہیں، جیسا کہ اس کی تصریح کی گئی۔ (عمّان بحر اعظم سے قریب ایک شہر کا نام ہے، قرب اور مجاورت کی وجہ سے ایک شئی کی نسبت، اضافت یا اطلاق مجاوِر پر بھی ہوتا ہے۔ یہ فن بلاغت سے معلوم ہے۔ اب خاص عمان کا اطلاق بحر محیط (بحر اعظم) پر کسی نے کیا ہے؟ ایسا شاہد پیش کرنا ضروری نہیں۔ مترجم)۔

عُمّان: نام شہر کا یمن میں دریائے محیط کے کنارے پر ہے۔ اسی لیے دریائے اعظم کو اس کی طرف نسبت کر کے دریائے عمان کہتے ہیں۔ (لغات کشوری)۔ آج کل عمان نام کا ایک ملک بھی ہے، ملک عمان سے متصل دریا کے دو نام ہیں (۱) بحرِ محیط (۲) بحرِ عمان ۔ (قادری نوری)

غوث اعظم میزان پہ ہوں تو نیکی پہاڑ کے برابر ہو جائے

محبوب سبحانی سیدنا حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہم تمام سنیوں کے لیے شفیع، دستگیر اور وسیلۂ عظمیٰ ہیں۔ ان کے نانا جان رسول اکرم ﷺ کے طفیل اللہ تبارک وتعالیٰ کے نزدیک آپ کو عظیم وجاہت حاصل ہے۔ آپ کی شفاعت ودعا اللہ تعالیٰ ضرور قبول فرماتا ہے اور فرمائے گا۔ رسول کریم ﷺ اپنے لاڈلے بیٹے کے استغاثہ کو رد نہیں فرماتے ہیں۔ لہٰذا کل قیامت کے روز آپ کے مریدین کے

گناہ پہاڑ کے برابر بھی ہوں اور آپ دستگیری فرما دیں، سفارش کردیں،
تو وہ سب ہیچ ہو جائیں اور حساب کے وقت میزانِ عمل کے پلے پر آپ پہنچ جائیں
تو ہلکی طاعتیں بلکہ معمولی نیکی بھی وسیع ہو کر پہاڑ کے برابر ہو جائیں۔ چنانچہ
عاشقِ غوث الوریٰ، مجدّ دِ اعظم محدِّث بریلوی قدس سرہ اکسیر اعظم میں یوں خامہ
فرسا ہیں:

ترجمہ شعر نمبر ۹۴ ۔۔حساب کے وقت اگر تمہاری دست گیری ہو تو میرے
گناہوں کا پہاڑ بھی ہیچ ہے، اور میری معمولی نیکی بھی پہاڑ ہے اگر میزان عمل کے
پلّے پر تم ہو۔

شرح: شعر میں ’’کوہِ من‘‘ ہے، جس کا ترجمہ میرے گناہوں کا پہاڑ کیا گیا۔ اسی
طرح ’’ کاہِ من‘‘ کا ترجمہ میری معمولی نیکی سے کیا گیا۔ ان دونوں الفاظ کی
وضاحت خود رضا بریلوی نے کر دی ہے۔

۵۶؎ قلت: کوہِ من، الخ۔ اقول: یعنی معاصیِ ثقیلہ۔ یعنی میرے گناہ پہاڑ جیسے
بھاری بھرکم ہوں۔

۵۷؎ قلت: کاہِ من، الخ۔ اقول: یعنی طاعاتِ خفیفہ و دلیلِ دعاوی بالا گزشت
یعنی میری نیکیاں و طاعات ہلکی و معمولی ہوں۔ ان دعووں کی دلیل اوپر گزر چکی۔

نسبت بندگی پر فخر (بندگی وعبدیت بمعنی غلامی)

میں باپ دادا سے آپ کا غلام ہوں اور قدیمی خانہ زاد ہوں

۹۵/ویں و۹۶/ویں شعر کے آئینے میں

اچھا اور وفادار غلام و مرید وہ ہے جو نسبتِ غلامی و ارادت پر نازاں ہو۔ چنانچہ مجدد اعظم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ نہایت وفا شعار غلام ہیں ہمارے آقا و مولا سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے، اس لیے وہ اس غلامیت کی نسبت پر خوب فخر و ناز کرتے ہیں۔ کبھی کہتے ہیں کہ یا غوث اعظم: میں احمد رضا ہند کا رہنے والا ہوں، مفتی نقی علی کا بیٹا ہوں اور مولانا مفتی رضا علی کا پوتا ہوں۔ آپ ہماری ہر چیز کو جانتے ہیں اور ہر عنوان سے واقف و آشنا ہیں، صرف میں آپ کا غلام اور نسبتِ قادریت رکھنے والا نہیں۔ بلکہ میرے باپ دادا بھی آپ کے غلام ہیں اس طرح ہندی احمد رضا بن نقی علی بن رضا علی، باپ دادا سے آپ کی غلامی میں ہے۔ میری ماں آپ کی کنیز و باندی اور میرے باپ آپ کے غلام و مرید۔ میں قدیمی خانہ زاد ہوں، ہمارے پورے گھر بار کے آقا و مولا آپ ہیں۔ (خانہ زاد بمعنی غلام زادہ۔ مالک کے گھر میں پیدا ہونے والا غلام۔ نوری)۔ یا محبوب سبحانی! میں آپ کا نمک پروردہ (نمک خوار) ہوں اور خدائے تعالیٰ کا شکر و احسان کہ آپ اپنے نمک خواروں کو شکر و چینی عطا فرمانے والے ہیں، میں آپ کے دربار سے اور آپ کی نسبت و ارادت سے آزادی کسی طرح نہیں چاہتا، آپ کی نسبت و غلامی ہی میں رہنا چاہتا ہوں، یہی میرے لیے بادشاہی ہے، کیونکہ آپ کا

غلام کسی جگہ بادشاہ سے کم نہیں ہے۔میرے لیے بڑی خوشی ہے اور میری خوش قسمتی ہے کہ میں آپ کا غلام ہوں تو آپ کتنے اچھے آقا ہیں۔

قارئین کرام: اس ترجمانی کے بعد آیئے نسبت غلامی پر امام احمد رضا قدس سرہ کا فخر و ناز ملاحظہ کیجئے اور اس موقع پر یہ ضرور دعا کیجئے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ اس گدائے قادری نوری ، آپ ،آپ کے تمام خانہ زاد اور تمام خوش عقیدہ مسلمانوں کو یہ نسبت غلامی اور قادری فیضان سے سرشار کردے اور اس پر ہمیشہ نازاں وفرحاں رکھے۔

عاشقِ غوث الوریٰ ہندی رضا بارگاہِ غوثیتِ عظمیٰ میں عرضی لگاتے ہیں:

ترجمہ شعر نمبر ۹۵۔ ہندی احمد رضا ابن نقی ۵۸؎ ابن رضا، ۵۹؎ باپ دادا سے تمہاری غلامی میں ہے۔اور ہر عنوان سے تم آشنا ہو۶۰؎

(واضح رہے کہ شعر میں اصل عبارت یہاں یوں ہے۔

احمد ہندی رضا ابن نقی ابن رضا　　　از اب وجد بندہ واقف ز ہر عنوان توئی

عنوان کے معنی ہیں: سرخی مطلب کی، دیباچہ، خط کا پتہ۔

ترجمہ شعر نمبر ۹۶۔میری ماں تمہاری کنیز ہیں اور باپ تمہارے غلام، میں قدیمی خانہ زاد ہوں، گھربار کے آقا تم ہو۔

مذکورہ شعر میں حضرت مفتی نقی علی اور حضرت مفتی رضا علی کا ذکر آیا ہے۔ لہٰذا ان دونوں بزرگوں کا ذکر جمیل اس کی شرح میں درج ذیل طریقہ پر کرتے ہیں۔

حالاتِ مفتی نقی علی خاں والدگرامی امام احمد رضا خاں

قول ۵۸؎ قلت : ابن نقی ۔اقول : یعنی امام المحققین ، ختام المدققین ، حامی سنن ، ماحی فتن ، بقیہ سلف ، حجت خلف ، یگانۂ روزگار ، یکتائے دوراں ، حضرت جناب مولانا مولوی محمد نقی علی خاں صاحب۔ رَوَّحَ رُوْحَہٗ وَنَوَّرَ ضَرِیْحَہٗ ۔(خدا ان کی روح کو راحت اور ان کی قبر کو نور و تابندگی بخشے) وہ حضور پر نور، آقائے نعمت ، دریائے رحمت سیدی و مرشدی ، وذخری لیومی وغدی (امروز وفردا کے لیے میرے ذخیرہ) حضرت سید شاہ آلِ رسول احمدی مارہروی رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاہ عنا کے خلفا میں اعلم و بزرگ تھے۔ اول ماہِ رجب ۱۲۴۶ھ کو ان کا ماہِ تاباں افقِ ہستی پر چمکا ، اپنے والد ماجد سے درس لیا اور تھوڑی مدت میں علوم عقلیہ ونقلیہ میں کامل اور اپنے زمانے کے فضلائے بلاد سے فائق ہو گئے۔ علوم دینیہ میں ان کی تصنیفات بہت عمدہ و دلکش ہیں ۔ دوسو اجزا سے زیادہ ۔ دین کے دشمنوں اور بد مذہبوں کو لا جواب کرنے میں انہیں یدِ طولیٰ حاصل تھا ، اور فراستِ صادقہ سے حصۂ بلند ملا تھا۔ ۱۲۹۵ھ میں حج و زیارتِ حرمین شریفین سے مشرف ہوئے اور آخری ذی قعدہ ۱۲۹۷ھ میں جوارِ رحمت میں جگہ پائی۔ خدا ان کے باطن کو مقدس بنائے اور ہمیں ان کی طاعت نصیب کرے ۔ میں نے ان کے کچھ حالاتِ جلیلہ و تذکرۂ جمیلہ کتاب مستطاب ''جواھر البیان فی اسرار الارکان'' کے آخر میں لکھے ہیں ۔

یہ حضرت المکان کی تصانیف شریفہ میں سے ایک ہے ۔ وہاں اس ذات عالی

صفات کی چند تاریخہائے ولادت ووفات بھی ذکر کی ہیں۔ ہوسکتا ہے کہ میں ان کے مفصل حالات تحریر کروں، اگراللہ تعالیٰ چاہے، اوراللہ ہی سے توفیق ہے۔

حالاتِ مفتی رضا علی خاں جدِّ اکرم امام احمد رضا

مندرجہ بالا شعراوراس کے ترجمے میں امام احمد رضا کے دادا مولانا مفتی رضا علی کا بھی ذکر ہے، اس کے تحت امام احمد رضا مجیر معظم میں رقم طراز ہیں

قول ۵۹ قلت: ابن رضا۔ اقول: یعنی عارفِ اجل، ولیِ اکمل، صاحبِ کراماتِ باہرہ (روشن وغالب) وکمالاتِ ظاہرہ (روشن) عالمِ آفاق، پاکیزہ اخلاق، زاہد، قانع، حلیم، متواضع، راس الفقہا، رئیس الکملا، ملاذ الطالبین، (طالبوں کی پناہ گاہ) معاذ المساکین (ناداروں کی پناہ گاہ) حضرت جناب مولانا ومقتدانا مولوی محمد رضا علی خاں صاحب، رضی عنہ الملک الواھب (عطا فرمانے والا بادشاہ ان سے راضی ہو)

۱۲۲۴ھ کے حدود میں ان کا آفتابِ جلال فیض وافادہ کے آفاق پر طلوع ہوا۔ تئیس (۲۳) سال کی عمر میں تکمیلِ علوم فرمائی، دن رات مجاہدہ میں اضافہ کرتے، بڑے علم وفضل اورانتہائی عمدہ اخلاق کے حامل تھے۔ ان کی کرامتوں کی شہرت حدِّ تواتر کو پہنچ چکی ہے۔ شاید ہی ایسا کوئی شخص ہو جو چند دن ان کی خدمت میں رہا ہو اوران کی کوئی روشن کرامت نہ دیکھی ہو۔ لوگوں نے انہیں حج میں دیکھا جب کہ وہ بریلی میں تھے، بنارس میں ان سے مسئلہ دریافت کیا حالانکہ وہ اپنے وطنِ اصلی میں تھے۔

ان کے وعظ وتذکیر میں ایسا اثر تھا کہ بیان نہیں کیا جا سکتا۔ ایسا معلوم ہوتا کہ کسی بحرِ زخار سے موجیں اٹھ رہی ہیں، اور ہر جنبش میں ہزار ہا ہزار درِ شاہوار حاضرین کے دامن میں برستے جا رہے ہیں۔ بسا اوقات ویرانوں میں ٹہلتے، گھر میں بھی اپنے لیے تنہائی کی جگہ اختیار کرتے، کبھی کسی کی دل شکنی نہ کرتے۔ لوگوں میں جو انتہائی ذلیل شمار ہوتا اسے بھی وہ ذلیل نہ سمجھتے۔ (سلام میں پہل کرتے) لوگ عمر بھر کوشش میں رہے کہ کسی دن ان پر سلام میں پہل کریں، مگر نہ کر سکے۔ استقامت میں ایک پہاڑ تھے، جس میں ذرا بھی جنبش نہ ہو، اپنی ذات کے لیے کبھی غضبناک نہ ہوتے، یہاں تک کہ ایک بے دین نے انہیں تلوار ماری، مگر اسے معاف کر دیا۔ ان کا آٹھ سالہ محمد عبد اللہ خاں نامی فرزند ایک کنیز کے ہاتھوں قتل ہو گیا، مگر آپ نے اسے آزاد کر دیا۔

۲؍ جمادی الاولیٰ ۱۲۸۲ھ میں اس مہر شریعت و ماہِ طریقت کو سپرد خاک کیا گیا۔ اس تاریک دیار سے اسرار کی رونق اور انوار کی بہار دونوں رخصت ہو گئیں۔'' اَکْرَمَ اللّٰہُ نُزُلَہٗ وَاَفَاضَ عَلَیْنَا فَضْلَہٗ '' (اللہ ان کی مہمانی با توقیر کرے اور ان کے فضل کے فیضان سے ہمیں نوازے)۔

فقیر ان کی ولادت، اختتام درس اور وصال اقدس کی تاریخوں سے متعلق عرض کرتا ہے۔ شعر

(۱) جَدِّیْ کَانَ عَالِماً لَمْ یَرَ مِثْلَہُ النَّظَرُ

(۲) بَھْجَۃُ جُلِّ مَنْ مَّضٰی حُجَّۃُ کُلِّ مَنْ غَبَرْ

(۳) بَانَ بِرَمْزِهِ الزُّبُرُ دَانَ لِزُمْرِهِ الزُّمَرُ

(۴) قُلْتُ لِطَائِفٍ سَرىٰ طَيْفُ جَمَالِهِ السَّحَرُ

(۵) تَعْلَمُ عَامَ اِذْ وُلِدَ سَيِّدُنَا الرَّضَا الْاَبَرُ

(۶) قَالَ : اَمَا نَظَرْتَ الْجِمَا قُلْتُ نَظَرْتُ قَالَ ذَرْ

(۷) قُلْتُ فَكَيْفَ نَهْتَدِىْ قَالَ:اَضَائَنَا الْقَمَرُ (۱۲۲۴ھ)

(۸) قُلْتُ خِتَامُ دَرْسِهٖ قَالَ اَخَائِرُ الدُّرَرُ (۱۲۴۷ھ)

(۹) قُلْتُ فَعَامُ نَقْلِهٖ قَالَ مُحَجَّلٌ اَغَرُ (۱) (۱۲۸۲ھ)

قادری نوری کہتا ہے کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ مولانا مفتی رضا علی خاں ایسے متبحر اور حکمت والے عالم تھے کہ ان کے جیسا کوئی نظر نہ آیا۔ ان کے صرف اشاروں سے کتابوں کے لمبے لمبے مضامین روشن ہو جاتے اور دماغ میں اتر جاتے اور جب ان کا رمز واشارہ اس خوبی کا حامل تھا تو ان کا بیان وتقریر اور وعظ وتذکیر کس قدر دلوں کو روشن کرنے والی ہوگی۔

(۱) کئی حدیثوں میں امت محمدیہ صلی اللہ علیٰ صاحبہا کی یہ صفت وخصوصیت مذکور ہے کہ وضو کے آثار نمایاں ہوں گے، وضو کے سبب اس کی پیشانی، چہرے، ہاتھ، پاؤں چمکتے ہوں گے، جیسے وہ گھوڑے جن کی پیشانی اور پاؤں سفید ہوتے ہیں۔ ''غراً محجلین'' امام احمد رضا نے حضرت مفتی رضا علی قدس سرہ کے لیے اس حدیث سے اخذ کرکے ''محجل اغر'' استعمال کیا ہے۔ اور واضح کیا کہ آپ بھی روشن دست وپا اور روشن چہرہ والے ہیں۔ مذکورہ اشعار کا ترجمہ:

(۱) میرے دادا (رضا علی) ایسے عالم تھے جن کی نظیر آنکھوں نے نہ دیکھی۔

(۲) وہ گزشتہ بزرگوں کی بہجت ورونق اور سارے بعد والوں کی حجت تھے۔

(۳) اشاروں سے کتابوں کے مضامین روشن ہو جاتے، ان کی روشن وعیاں باتوں کے آگے (یا: باعث) جماعتیں جھک جاتیں۔

(۴) وقتِ سَحر جوان کا خیالِ جمال سیر کرتا آیا تو میں نے اس سے کہا۔

(۵) ہمارے نیک ترین آقا حضرتِ رضا کا سالِ ولادت تجھے معلوم ہے؟

(٦) اس نے کہا: تو نے ان کی شخصیت دیکھی نہیں؟ میں نے کہا: دیکھی ہے۔

وہ بولا: تب چھوڑو۔

(۷) میں نے کہا: پھر ہمیں کیسے معلوم ہوگا؟ اس نے کہا: ''**اَضَاءَ نَا الْقَمَرُ**'' ۱۲۲۴ھ (چاند نے ہمیں روشن کیا)

(۸) میں نے کہا: ان کے ختم درس کا سال؟ کہا: ''**اخائر الدرر**'' ۱۲۴۷ھ (بہتر اور چنے ہوئے موتی)

(۹) میں نے کہا: ان کا سال رحلت؟ کہا: ''**محجل اغر**'' ۱۲۸۲ھ (روشن دست وپا، روشن چہرے والا)

بندۂ غوث اعظم یا عبدِ غوث اعظم کہنا جائز ہے

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا نے درج بالا ۹۵ رویں شعر میں ''از اب وجد بندہ'' کا لفظ استعمال فرمایا ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ اے غوث اعظم! ہندی

احمد رضا ابن نقی ابن رضا باپ دادا سے آپ کا بندہ بمعنی غلام ہے اور آپ کی بندگی و غلامی میں ہے۔لہٰذا اس کی غلامی اور خادمیت قبول فرما کر استغاثہ کو قبول فرمایئے اور مولیٰ تعالیٰ کے اذن سے دنیا و آخرت کی برکات سے نواز دیجئے۔اس بندہ کے لفظ پر وہابیوں، دیوبندیوں کو سخت اعتراض ہے،اسی طرح اگر عبد کی نسبت کسی بندے کی طرف کر دی جائے مثلاً عبد الرسول ، عبد النبی کہد یا جائے تو ان بدطینتوں کی خود ساختہ توحید کے خلاف ہے۔لہٰذا وہ صرف ناجائز کہنے پر اکتفا نہیں کرتے ، بلکہ بلا دلیل شرک کا فتویٰ داغتے ہیں۔جب کہ عربی کا لفظ ''عبد'' اور فارسی کا لفظ ''بندہ'' ان کے دو معنی ہیں (۱) عابد (عبادت کرنے والا)۔اس معنی کے اعتبار سے صرف اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف اس کی اضافت ونسبت ہوگی، غیر کے لیے کسی طرح جائز نہیں، کیونکہ صرف اور صرف وہی عبادت کے لائق ہے۔ (۲) دوسرا معنی ہے۔غلام ،خادم ۔ خدمت کرنے والا ۔اس معنی میں صرف بندوں ہی کی طرف اضافت ونسبت ہوگی ۔اس لیے کہ بندۂ خدا، عبدِ الٰہ اور عبد اللہ کہنا جائز و درست ہے مگر غلامِ خدا، غلامِ الٰہ اور غلام اللہ یا خادمِ خدا، خادمِ الٰہ اور خادمُ اللہ کہنا جائز و درست نہیں اور ایسا استعمال بھی کوئی مومن بندہ نہیں کرتا ہے۔ لہٰذا عبد الرسول ، عبد الغوث ، غلام نبی ، غلام غوث ، بندۂ رسول اور بندۂ غوث کہنا یا نام رکھنا حرام نہیں، چہ جائیکہ شرک ہو (معاذ اللہ)۔اس کی تفصیل '' احکامِ شریعت'' میں بھی ملاحظہ کی جا سکتی ہے۔

اس مقام پر بھی لفظ ''از اب وجد بندہ'' کے تحت مجیر معظم شرح اکسیرِ اعظم میں

اعلیٰ حضرت محدث بریلوی دلائل قاہرہ سے بد مذہبوں کے پرخچے یوں اڑاتے ہیں:

’’قول ۶۰ ازاب وجد بندہ۔اقول: بندہ اور عبد باہم ایک دوسرے کا ترجمہ ہیں۔ ان کے حقیقی معنی غلام و بردہ ہیں،اس معنی حقیقی میں ان کا اطلاق و استعمال اس قدر عام اور شائع و ذائع ہے کہ اس کے بیان و اظہار کی حاجت نہیں۔

(۱) باری تعالیٰ کا ارشاد:’’وَالصّٰلِحِيْنَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَ اِمَائِكُمْ ‘‘ یعنی اپنے بندوں اور اپنی کنیزوں میں سے نیکوں کا نکاح کردو۔(نور،س ۲۴،ت ۳۲)

(۲) مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:’’لَيْسَ عَلَى الْمُسْلِمِ فِيْ عَبْدِهٖ وَلَا فَرَسِهٖ صَدَقَةٌ ‘‘مسلمانوں کے اوپر اپنے بندے میں اور گھوڑے میں زکوۃ نہیں۔اسے امام احمد اور اصحاب صحاح ستہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔

(۳) اور سرکار نے فرمایا:مَنْ قَتَلَ عَبْدَهٗ قَتَلْنَاهُ ، وَمَنْ جَدَعَ عَبْدَهٗ جَدَعْنَاهُ ‘‘۔جو اپنے بندے کو قتل کرے ہم اسے قتل کریں گے،اور جو اپنے بندے کے کان، ناک کاٹے ہم اس کے کاٹیں گے۔اسے امام احمد اور اصحابِ سنن اربعہ نے حضرت سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔

(۴) اور سرکار نے ایک خطبہ میں فرمایا:مَا بَالُ اَحَدِكُمْ يُزَوِّجُ عَبْدَهٗ اَمَتَهٗ۔ الحدیث۔

کیا بات ہے کہ تم میں کا کوئی شخص اپنے بندے کا اپنی باندی سے نکاح کرتا ہے؟

اسے ابن ماجہ اور دارقطنی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا۔

(۵) اورایک حدیث میں آیا: ''اَلا اُنَبِّئُکَ بِشَرِّ النَّاسِ، مَنْ اَکَلَ وَحْدَہٗ، وَمَنَعَ رِفْدَہٗ وَسَافَرَ وَحْدَہٗ وَضَرَبَ عَبْدَہٗ'' کیا میں تمہیں سب سے بدتر آدمی سے متعلق خبردار نہ کروں؟ وہ جو تنہا کھائے، داد و دہش روک رکھے، اکیلا سفر کرلے، اور اپنے بندے کو مارے۔ اسے ابن عساکر نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔

(۶) امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: ''قَدْ کُنْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ فَکُنْتُ عَبْدَہٗ وَ خَادِمَہٗ'' بے شک میں سیدِ عالم ﷺ کے ساتھ ساتھ تھا، تو میں ان کا بندہ اور خادم تھا۔

اسے ''الریاض النضرہ'' میں امام زہری وغیرہ علما کی روایت سے امیر المومنین عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔ اور ابوحذیفہ اسحٰق بن بشر صاحبِ فتوح الشام نے بھی اس کی روایت کی، اسے محدث دہلی ولی اللہ بن عبدالرحیم نے ازالۃ الخفا میں نقل کیا۔

(۷) امیر المومنین فی الحدیث شعبہ بن حجاج فرماتے ہیں: مَنْ کَتَبْتُ عَنْہُ اَرْبَعَۃَ اَحَادِیْثَ اَوْ خَمْسَۃً فَاَنَا عَبْدُہٗ حَتّٰی اَمُوْتَ ''۔ جس سے میں چار پانچ حدیثیں (روایت کرتے ہوئے) لکھ لوں، تا حیات اس کا بندہ ہوں۔ اسے امام سخاوی نے ''مقاصد حسنہ'' میں ذکر کیا۔

(۸) فقہی کتابوں میں بزبان عربی ''اَعۡتَقَ عَبۡدَہٗ وَبَاعَ عَبۡدَہٗ '' اور فارسی زبان میں ''بندۂ خودرا آزاد کردہ وبندۂ خویش رافروخت'' (اپنے بندے کو آزاد کیا اپنے بندے کو بیچا) اس کثرت سے آیا ہے کہ شمار سے باہر ہے۔ (ہلال میں دیا ہوا ترجمہ عربی اور فارسی دونوں فقہی عبارات کا ترجمہ ہے۔نوری)

(۹) مولوی معنوی قدس سرہ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خریداری وآزادی کے واقعہ میں حضور سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول اس طرح نقل کرتے ہیں: قطعہ

گفت ما دو بندگانِ کوے تو　　　　کردمش آزاد ہم بر روے تو

ترجمہ: ہم دونوں آپ کی بارگاہ کے بندے ہیں، میں نے آپ کے واسطے اسے آزاد بھی کردیا۔

(۱۰) سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت کریمہ معلوم ہے کہ برے نام کو بدل دیتے تھے، خصوصاً ایسا نام جو بحکم شرع شرک ہو، مگر عبد المطلب بن ربیعہ بن حارث بن عبدالمطلب بن ہاشم رضی اللہ تعالیٰ عنہما حضرت عبداللہ بن جعفر طیار کی طرح صحابی ابن صحابی اور سید ابرار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیہم وبارک وسلم کے بھتیجے ہیں''۔ (کہ اسے نہ بدلا) گزشتہ مضمون میں نائب غوث الوریٰ امام احمد رضا نے کہا تھا کہ ہندی احمد رضا باپ دادا سے آپ کی غلامی میں ہے۔میری ماں بھی آپ کی کنیز ہے، میں قدیم سے آپ کا خانہ زاد ہوں، میرے گھر بار کے بھی آقا آپ ہیں۔اب حضرت قدس سرہٗ کے مزید احسان کا ذکر کرتے ہوئے یہ کہہ رہے ہیں کہ میں آپ کا نمک

خوار ہوں اور شک نہیں کہ آپ اپنے نمک خواروں کو شکر (چینی) عطا فرمانے والے ہیں، تو میں نے آپ کی باندی (اپنی ماں) کا دودھ پیا ہے اور اس دودھ میں شکر ملانے کا کام آپ نے کیا ہے تو میں سراپا حلاوت و مٹھاس بن گیا ہوں، کہتے ہیں:

ترجمہ شعر نمبر ۹۷۔ میں نمک پروردہ ہوں، اس لیے کہ ماں کا دودھ پیا ہے، خدا کا احسان ہے کہ تم نمک خواروں کو شکر عطا فرمانے والے ہو۔

مجھے خوشی ہے کہ میں آپ کا غلام ہوں

۹۸ شعر کے آئینے میں

اور نسبت بندگی کے اظہار میں واضح وجلی طور پر حضور غوث اعظم قدس سرہ کی بادشاہت اور اپنی غلامیت و خادمیت پر فخر کرتے ہوئے یہ کہتے ہیں کہ میں آپ کی غلامی سے کبھی آزادی نہیں چاہتا، غلامی کا پٹہ گردن میں ڈال لیا اور مضبوطی سے آپ کا دامنِ اقدس تھام لیا ہے تو مجھے آپ کے غلام و مرید رہنے ہی میں بھلائی ہے اسی میں مجھے بہت ناز و خوشی ہے، یہی میرے لیے بادشاہی ہے، چنانچہ عرض کناں ہیں:

میں آزادی نہیں چاہتا، تمہاری غلامی ہی میری بادشاہی ہے، بڑی خوشی ہے کہ میں غلام ہوں، تو تم کتنے اچھے آقا ہو ۱۶۱ (خوب اچھے مالکِ غلمان ہو۔نوری)

رسول اکرم اور غوث اعظم کو مالک کہہ سکتے ہیں یا نہیں

حقیقت میں مالک اللہ تبارک وتعالیٰ ہے، جو سارے جہاں کا خالق و مالک

ہے بلا شبہ وہی مالک حقیقی ہے، وہی بادشاہ بھی ہے، مگر اللہ تبارک وتعالیٰ کی عطا سے بعض بندے بھی بعض چیزوں کے مالک ہیں، جیسے زمین، مکان، کپڑے والا کہتا ہے کہ میں اس کا مالک ہوں اور دوسرا شخص بھی کہتا ہے کہ یہ فلاں کی ملک ہے۔ اسی طرح دنیوی بادشاہ کو مجازی طور پر ملک و بادشاہ کہا جاتا ہے بلکہ بعض علما کا خطاب ملک الملوک (شہنشاہ) ہے۔ یہ سب مجازی ہی معنی میں مستعمل ہے ورنہ مَلِک و مَلِکُ الملوک، بادشاہ وشہنشاہ تو صرف اور صرف اللہ تبارک وتعالیٰ ہے، اس کے سوا کوئی نہیں۔ حضور نبی کریم ﷺ، حضرت مولیٰ علی مشکل کشا رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ہم اپنا مالک کہہ سکتے ہیں، جائز ہے، وہ ہمارے آقا ہیں، ہم اس کے مملوک اور غلام، مگر بد مذہبوں کے کلیجے پھٹ جائیں گے، ان کی رگیں تن جائیں گی اور سنیوں کی آنکھیں ٹھنڈی اور قلوب مسرور ہو جائیں گے جب یہاں علوم و فنون کے بحرِ ذخار امام احمد رضا کے اس مقام پر دیئے گئے دلائل کو پڑھیں گے۔ وہ مذکورہ شعر کے لفظ ''مالک غلماں'' کی شرح کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

قول ۶۱ ۔قلت: مالک غلماں توئی۔ اقول: اگر چہ ملک حقیقی، مالک حقیقی جل وعلا کے ساتھ خاص ہے، مگر معنی مجازی میں بھی اس کا استعمال شائع وذائع ہے اور اس کے اطلاق سے ہرگز کوئی ممانعت نہیں۔

(۱) ارشادِ باری تعالیٰ ہے: اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ ۔ (یا ان کے ہاتھ جس کے مالک ہیں۔ مومنون، سورہ۔۲۳، آیت۔۶، معارج سورہ۔۷۰، آیت ۳۰)

(۲) اور ارشادِ حق جلّ وعلا ہے، فَهُمْ لَهَا مٰلِكُوْنَ (۷۱) (تو وہ ان کے مالک ہیں) (یٰس، س۳۶۔ آیت ۷۱)

(۳) زبورِ مقدس میں فرمایا: ''اِمْتَلَأَتِ الْاَرْضُ مِنْ تَحْمِیْدِ اَحْمَدَ وَ تَقْدِیْسِہٖ ، وَمَلَکَ الْاَرْضَ وَ رِقَابَ الْاُمَمِ۔'' زمین احمد ﷺ کی تحمید و تقدیس (تعریف اور اظہار پاکی) سے بھر گئی۔ احمد تمام زمین اور ساری امتوں کی گردنوں کے مالک ہوئے۔

اسے شاہ عبدالعزیز دہلوی نے تحفۂ اثنا عشریہ میں ذکر کیا ہے۔

(۴) سید عالم ﷺ نے فرمایا: مَنْ قَذَفَ مَمْلُوْکَہٗ بِالزِّنَا یُقَامُ عَلَیْہِ الْحَدُّ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ اِلَّا اَنْ یَّکُوْنَ کَمَا قَالَ''۔ جو اپنے مملوک کو زنا سے مطعون کرے اسے روز قیامت حد لگائیں گے، مگر یہ کہ سچ کہا ہو۔

امام احمد، بخاری، مسلم، ابوداؤد، اور ترمذی نے اسے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔

(۵) اور حضور اقدس ﷺ نے فرمایا: ''مَنْ مَّلَکَ ذَارَحْمٍ مَحْرَمٍ فَھُوَ حُرٌّ'' جو اپنی قرابتِ محرمہ والے کا مالک ہو وہ (مملوک) آزاد ہو جائے گا۔ اسے سمرہ بن جندب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ نے روایت کیا، اور حاکم نے بھی ایسی سند سے روایت کیا جو بر شرط شیخین ہے۔

(۶) ایک دوسری حدیث میں آیا: ''اِتَّقُو اللّٰہَ فِی الضَّعِیْفَیْنِ: اَلْمَمْلُوْکِ وَالْمَرْأَۃِ'' دو کمزوروں کے حق میں اللہ سے ڈرو: مملوک اور عورت، اسے ابن عساکر نے اپنی تاریخ میں حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔

(۷) ایک اور حدیث میں ہے: ''سَتَکُوْنُ عَلَیْکُمْ اَئِمَّۃٌ یَّمْلِکُوْنَ

اَرْزَاقَکُمْ ۔'' الحدیث۔آئندہ زمانے میں تم پر ایسے بادشاہ ہوں گے جو تمہاری روزیوں (رزق) کے مالک ہوں گے۔

اسے طبرانی نے معجم کبیر میں ابوسلامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔

(۸)اورحدیث میں ہے: مَمْلُوْکُکَ یَکْفِیْکَ ، فَاِذَا صَلّٰی فَھُوَ اَخُوْکَ ''۔تیرا مملوک تیرے کاموں کی کفایت کرتا ہے تو جب وہ نماز گزار ہو تو تیرا بھائی ہوگا۔

اسے ابن ماجہ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔

(۹) حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: اِنَّ رَجُلًا اَعْتَقَ سِتَّۃَ مَمَالِیْکَ لَہٗ ''۔ ایک شخص نے اپنے چھ مملوکوں کو آزاد کیا، اسے مسلم نے روایت کیا۔

(۱۰) حضرت سفینہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: کُنْتُ مَمْلُوْکًا لِاُمِّ سَلْمَۃَ ''۔ میں حضرت ام سلمہ کا مملوک تھا۔اسے امام احمد، ابوداؤد، نسائی اور حاکم نے روایت کیا۔

یہ دلائل واحادیث جو عبد و بندہ اور مالک و مملوک کا اطلاق غیر اللہ کیلئے جائز و درست ہونے پر فقیر نے جمع کی ہیں، سب ایک سرسری نگاہ کا نتیجہ ہیں۔ ورنہ استقرا، چھان بین اور تلاش کی باذنہ تعالیٰ کچھ دوسری شان ہوتی۔ وَمَا تَوْفِیْقِیْ اِلَّا بِاللّٰہِ۔واللہ تعالیٰ اعلم''۔

سگانِ بابِ عالی کی جانب مدح خواں کا انتساب

میں تیرے در کا سگ اور تو صاحبِ دستر خوان ہے۔۹۹ رویں شعر کی روشنی میں سگ کے معنی ہیں ''کتا''۔مگر محاورۃً پہرہ دار اور وفادار غلام کو بھی کہا جاتا ہے۔کیونکہ کتا وفاداری میں تیز ہے اور یہ مشہور بھی ہے۔امام احمد رضا اپنے رسول اعظم ﷺ اور اپنے غوث اعظم اور اپنے تمام سرکاروں کی بارگاہ کے نہایت مؤدب ہیں، ان درباروں کے وفادار غلام اور ایسے پہرہ دار ہیں کہ جب جب گستاخوں نے رسول اکرم ﷺ اور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ذات پر حملہ کیا یا اعتراض کیا تو آپ نے وفادار پہرہ دار کی حیثیت سے ان کے سارے حملوں کو ناکام کر دیا، دشمنانِ رسول اور دشمنانِ غوث پر شیر ببر کی طرح جھپٹ کر دفاع کیا، امام احمد رضا بطور عاجزی وانکساری جابجا اپنے کو رسول اعظم اور غوث اعظم کی بارگاہ کا کتا کہتے ہیں، جیسے مدینہ شریف میں ایک نعت شریف بارگاہ عالی میں پیش کی، تو یوں کہا،

کوئی کیوں پوچھے تیری بات رضاؔ　　　تجھ سے کتّے ہزار پھرتے ہیں

اسی طرح یہاں بھی بار بار ''سگ'' کا لفظ لایا ہے اور خود کو حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بارگاہ کا کتا کہا ہے، جو ان کے دربار کے ٹکڑوں پر پل رہا ہے، یہاں مداح اور مدح خواں سے مداح غوث الوریٰ امام احمد رضا مراد ہیں۔آپ نے اپنا انتساب حضور غوث اعظم کے باب عالی کے سگوں کی طرف کیا ہے کہ ان کی طرح میں بھی اس دربار عالی کا کتا ہوں۔اس مقام پر عاشق غوث الوریٰ امام

احمد رضا کا آپ سے فیوض و برکات کی بھیک مانگنے کا انداز نہایت حیرت انگیز اور قابل اتباع ہے۔وہ انتہائی عاجزی وانکساری اور الحاح وزاری کے ساتھ اپنے کریم غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے رحمت ونور اور داد و دہش کی بھیک مانگتے ہیں۔عرض کرتے ہیں،آقا! کریم وسخی کے دستر خوان سے کتّا محروم نہیں رہتا، کچھ پا ہی لیتا ہے۔ میں بھی آپ جیسے کریم وسخی کا کتا (بھکاری) ہوں، مجھے بھی نواز دیجئے۔آپ ایسے عالی میزبان اور صاحبِ دسترخوان ہیں کہ آپ کے مہمان معمولی لوگ نہیں بلکہ آپ کے دسترخوان پر عالی مرتبت ابرار وصالحین ہیں۔لہٰذا مجھ کتے پر بھی نوازش فرمایئے اور فضل الٰہی سے صالحین وابرار میں شمار فرمالیجئے۔

قارئین کرام! اس طرح کا فصاحت و بلاغت سے لبریز انداز نائب غوث الوریٰ ہی کی زبان میں ملاحظہ کرتے چلئے۔اس طرح کے موتیوں کو چنتے ہوئے آپ یقیناً عش عش کریں گے۔عرض کرتے ہیں۔ترجمہ شعر نمبر ۹۹۔ کریموں کے دسترخوان سے کتا محروم نہیں رہتا، میں سگ (کتا) ہوں، ابرار مہمان ہیں اور تو صاحبِ دسترخوان ہے[۶۲] (اے میرے غوث!)

ترجمۂ شعر نمبر ۱۰۰۔سگ قوتِ بیان نہیں رکھتا، اور تیری سخاوت پابندِ بیان بھی نہیں۔تجھے سگ کا مقصد معلوم ہے اور تو اسے عطا کرنے پر قادر ہے۔[۶۳]

اس دعوے پر کہ ''ابرار وصالحین آپ کے مہمان ہیں اور آپ میزبان و صاحبِ دسترخوان''، مجیر معظم میں رضؔا بریلوی نے درج ذیل دلیل پیش کی ہے، آپ تحریر فرماتے ہیں:

قول۶۲ : قلت: ابرار مہمان وصاحب خواں توئی۔ اقول: بہجۃ الاسرار میں فرماتے ہیں: جب حضرت سیدنا رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ''قدمی ھذہ الخ'' فرمایا، اس کے بعد جب اولیا، ابدال، اور اوتادان کی بارگاہ میں حاضر ہوئے تو تسلیم وتحیت یوں عرض کرتے نظر آئے۔

''یَا مَنِ السَّمَاءُ وَالْاَرْضُ مَائِدَتُهٗ ،وَاَهْلُ وَقْتِهٖ كُلُّهُمْ عَائِلَتُهٗ ''۔سلام آپ پر اے وہ کہ آسمان وزمین ان کا دسترخوان ہے اور تمام مخلوقِ زمانہ ان کی عیال و وظیفہ خوار ہے۔

غوث اعظم قادر ہیں

امام احمد رضا قدس سرہ نے درج بالا دوسرے شعر میں یہ مفہوم ادا کیا تھا کہ آقا تجھے سگ کا ارادہ ومقصد معلوم ہے۔ اور تو اسے عطا کرنے پر قادر بھی ہے، لہٰذا مجھے بغیر زبان کھولے عطا کر''۔ یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ قادر وقدیر تو اللہ تعالیٰ ہے پھر حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو امام احمد رضا نے کیسے کہہ دیا کہ: ''وقادر بر عطاے آں توئی''۔ (اور تو اسے عطا کرنے پر قادر ہے)۔ اس سوال کے جواب سے عاشقوں کے مشام جاں کو معطر کردینے والے اور بدمذہبوں کے خرمن کو جلا دینے والے دلائل ملاحظہ کرنے ہوں تو امام احمد رضا کے رس گھولتے ہوئے درج ذیل الفاظ کو دل میں جگہ دے دیجئے۔

۶۳ قلت: قادر بر عطائے آں توئی۔ اقول: وباللہ التوفیق۔ ''مردانِ راہِ سلوک (سالکین واولیا) کے نزدیک طے شدہ اور معلوم ہے کہ حق جلَّ و علا نے

اپنی غناو بے نیازی کے باوجود جس طرح معاملات کی تدبیر ملٰئکہ مُدبِّراتِ امور کو سپرد فرمائی ہے۔جن کی قسم قرآن عظیم میں یاد فرماتا ہے:'' فَالْمُدَبِّرَاتِ اَمْرًا'' پھر کام کی تدبیر کرنے والے۔(سورۂ نازعات سورہ۷۹۔آیت ۵۔)

حضرت جبریل علیہ الصلوۃ والتسلیم جب بتول عذرا حضرت مریم ،علی ابنہا وعلیہا صلوۃ اللہ، کے پاس تشریف لائے، جانتے ہو کیا کہا؟ یہ فرمایا ''اِنَّمَا اَنَا رَسُوْلُ رَبِّکِ لِاَھَبَ لَکِ غُلَامًا زَکِیًّا '' (میں تیرے رب ہی کا بھیجا ہوا ہوں،تاکہ ایک پاکیزہ لڑکا عطا کروں۔(مریم سورہ۱۹ آیت ۱۹)

سبحان اللہ! عطا فرمانے والا خدا ہے،مگر جبرئیل علیہ السلام جو عطا کا ذریعہ و واسطہ ہیں، وہ کہتے ہیں، میں اس لیے آیا ہوں کہ تجھے لڑکا عطا کروں۔

اسی طرح اس نے (اللہ تعالیٰ نے) نظامِ عالم خواصِ بشر کی رائے سے وابستہ فرمایا ہے اور انہیں ان مناصب اور فرق مراتب کے مطابق تدبیر وتصرف کا اذن دے دیا ہے۔ ہر خیر و برکت اور فوز ونعمت، چھوٹی یا بڑی ،قلیل یا کثیر،ظاہر و باطن، دینی یا دنیوی حضرت ربُّ العزت جلَّ مجدہ کی طرف سے کسی پر فائز ہونی منظور ہوتی ہے تو اس کی تنفیذ کا فرمان حضور پرنور سید عالم صلوات اللہ وسلامہ علیہ واٰلہ وصحبہ اجمعین ۔کی درگاہِ عرش جاہ میں پہنچتا ہے، اس لیے کہ وہی ہیں خلیفۂ اعظم ،نائبِ مطلق،مرجعِ عالم اور قاسِمِ برحق۔جیسا کہ خود سرکار نے فرمایا:''اِنَّمَا اَنَا قَاسِمٌ وَاللّٰہُ یُعْطِیْ ''(میں قاسم ہوں اور اللہ دیتا ہے)

(اسے طبرانی نے معجم کبیر میں بسند حسن امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے، اور حاکم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اَنَا اَبُو الْقَاسِمِ اَللّٰہُ یُعْطِیْ وَاَنَا قَاسِمٌ ''۔ میں ابوالقاسم ہوں، اللہ عطا فرماتا ہے اور میں بانٹتا ہوں۔ حاکم نے اس حدیث کو ''صحیح'' کہا اور ناقدین نے اسے برقرار رکھا)۔ پھر سید الکونین ﷺ کی درگاہِ عالم پناہ سے وہ امور جو افلاک والوں سے متعلق ہوتے ہیں، سلسلہ وار مرتب ہو کر ان کے احکام، مدبراتِ امورِ قدسی مثل حضرت جبریل ومیکائیل علیہما السلام تک پہنچتے ہیں۔ اور وہ حضرات اپنے ماتحتوں پر تقسیم کرتے ہیں۔ اور وہ امور جو زمین سے متعلق ہوتے ہیں ان کا حکم نامہ حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کے دربارِ دُرربار میں آتا ہے، وہاں سے حضرتِ عالیہ قادریہ میں، اور وہاں سے اقطاب اور اہلِ خدماتِ بلاد میں متفرق ہوتا ہے۔ ظاہری سلطنت کا نظام اس سچی سلطنت کا ایک نمونہ ہوتا ہے۔ مصطفیٰ ﷺ عرش تا فرش سارے عالم کے تاجدار، جبریلِ امین ممالکِ بالا کے وزیر، علی مرتضیٰ سلطنتِ زیریں کے وزیر، سرکارِ غوثیت، والا مرتبت مدار المہام (۱)

---

(۱) مدار: گردش کی جگہ، محور، معتمد۔ مَہامّ: میم اول کے فتحہ اور میم ثانی کے تشدید کے ساتھ:۔ اہم امور، دشوار کام۔ مدارُ المہام: اہم کاموں کا ذمہ دار۔ وہ حاکم اعلیٰ جو کاروبارِ سلطنت کا ذمہ دار ہو۔ صوبجات: صوبہ کی جمع (۱) ملک کا ایک حصہ جس کے تحت ضلع ہوتے ہیں۔ (۲) صوبے کا حاکم (۳) پیادہ فوج کا افسر۔

اور سارے اقطاب صوبجات ونائبین ہیں۔اور بادشاہت اللہ ہی کی ہے،حکم اللہ کا ہے،اوراللہ سبحانہ کی طرف ہی سارے معاملات راجع ہیں۔

یہ ہیں اس کے معنی کہ سیدنا رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک روز اپنے اصحاب سے فرمایا کہ عراق مجھے تفویض کیا گیا۔پھرایک مدت کے بعدارشادفرمایا:

اب ساری زمین، مشرق ومغرب، بحروبر، دشت وجبل، مجھے سپرد کردی گئی۔سیدی علی بن ہیتی قدس سرہ فرماتے ہیں: اس منصب کے بعدروئے زمین کے تمام اولیا حاضر ہوئے اور ہمارے حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں عہدۂ قطبیت پرتسلیم وتہنیت پیش کی۔(تحفۂ قادریہ وغیرہا)

اور یہ ہے اس کا راز جو ہمارے آقا رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں ہر زمین میں کچھ شہ سوار رکھتا ہوں،جن سے آگے ہونے کی کوئی کوشش نہیں کرتا،اور ہرلشکر پر میری ایسی سلطنت ہے کہ کوئی اس کی مخالفت کی تاب نہیں رکھتا اور ہرمنصب پر میرا کوئی نائب ہے، جوکبھی معزول نہ کیا جائے گا۔اسے بہجۃ الاسرار میں شیخ پیشوا ابوالحسن جوسقی قدس سرہ سے روایت کیا۔اور یہ ہے اس کا بھید کہ آفتاب طلوع نہیں ہوتا جب تک ان کی بارگاہ میں سلام نہ کرلے،اور ہرسال، مہینہ، ہفتہ،اوردن جو دنیا میں قدم رکھنا چاہتا ہے،ان کی سرکار میں حاضر ہوکرسلام عرض کرتا ہے، اور اس میں جو کچھ ہونے والا ہے ،سب ایک ایک کرکے سمعِ اقدس(کانِ پاک) تک پہنچاتا ہے،جیسا کہ خود سیدنا رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ خبردی ہے۔

اسے بہجۃ الاسرار میں سیدی عمر بن مسعود بزاز وغیرہ سے روایت کیا۔
پاکیزہ سرِشت، مخلصانہ اعتقاد رکھنے والے مومن کے لیے سیدُ الافراد وفردُ الاسیاد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ ارشادِ واجب الاعتقاد کافی ہے۔ اگر ہم یہاں حضرات اولیائے کرام کے اقوال بیان کرنا شروع کریں تو ایک ضخیم کتاب مرتب کرنی ہوگی ، منکرِ بے بصر جو نہ دیدۂ بینا رکھتا ہے کہ خود دیکھے، نہ گوشِ شنوا کہ اہلِ مشاہدہ کا بیان تسلیم کرے، وہ اگر انکار پر آئے تو کیا کیا جاسکتا ہے۔ شعر

وَكَمْ مِّنْ عَائِبٍ قَوْلاً صَحِيْحاً　　وَآفَتُهُ مِنَ الْفَهْمِ السَّقِيْمِ

ترجمہ: کتنے وہ ہیں جو صحت مند کلام پر طعنہ زن ہوئے ہیں، حالانکہ ان کی آفت ان کی بیمار سمجھ ہے۔

لیکن ہم اس نادان مسکین کی تسکین وتشفی کے لیے اس کے عمائد اور بزرگوں کی چند عبارتیں پیش کرتے ہیں، اگر سود مند ہو تو یہی مقصود ہے، ورنہ ہماری طرف سے حجتِ الٰہیہ کا اتمام ہوجائے گا۔

شاہ عبد العزیز دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ تحفۂ اثنا عشریہ میں فرماتے ہیں، جب کہ یہ کتاب باقرارِ میاں بشیر قنوجی، شاہ عبد العزیز صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے متواتراً منقول ہے:

''حضرت علی مرتضیٰ اور ان کی اولادِ پاک کو پوری امت کے لوگ پیروں اور مرشدوں کی طرح مانتے ہیں، اور امور تکوینیہ ان سے وابستہ جانتے ہیں، ان کے نام سے فاتحہ، درود، صدقات اور نذر بھی رائج ومعمول ہے، جیسے تمام اولیاء اللہ

کے ساتھ یہی معاملہ ہے''۔

اور تفسیر عزیزی میں لکھتے ہیں: ''بعض خاص اولیا جن کو اپنے بنی نوع انسان کے ارشاد و تکمیل کا ذریعہ بنایا جاتا ہے، انہیں اس حاجت میں (یعنی بعد رحلت بھی) دنیا میں تصرف دیا جاتا ہے۔ اور ان کی ادراکی قوتیں اس قدر وسیع ہوتی ہیں کہ ان کا استغراق اس جانب توجہ سے مانع نہیں ہوتا۔ اویسی اولیا حضرات ان سے باطنی کمالات کی تحصیل کرتے ہیں، اور ارباب حاجات و مطالب اپنی مشکلات کا حل ان سے طلب کرتے اور پاتے ہیں۔ اور ان کی زبانِ حال اس وقت بھی یوں ترنم ریز ہوتی ہے۔ ''من آیم بجاں گرتوئی بتن''۔ میں جان سے حاضر ہوں اگر تو جسم سے حاضر ہے''۔

ان کے والد شاہ ولی اللہ قدس سرہٗ فیوض الحرمین میں لکھتے ہیں:

''اولیاے کاملین کی ارواح کی ایک خاص نظر اور عنایت اپنے طریقے، مذہب، سلسلے، نسب و قرابت کی ہر چیز پر ہوتی ہے، اور ان چیزوں پر بھی جن کو ان سے نسبت و تعلق نہیں ہوتا۔ اور ان کی عنایت کے ساتھ عنایت الٰہی بھی شامل ہوتی ہے۔ انتہیٰ مترجماً''۔

قاضی ثناء اللہ پانی پتی ''سیف المسلول'' کے آخر میں غوثیت اور قطبیتِ ارشاد کا منصب اور تقسیمِ فیوض اور امداد میں توسط حضرت مرتضوی سے جناب عسکری تک پھر سرکارِ قادریت سے ظہورِ مہدی تک اس کے بعد قیامِ قیامت تک اس ہادی و مہتدی کو تسلیم و سپرد ہونا مانتے ہیں اور لکھتے ہیں کہ '' یہ مضمون کشف و

الہام سے ثابت شدہ ہے'' اور ہم اس مدعا کا استنباط اللہ کی کتاب اور سرورِ پیغمبراں صلوات اللہ وسلامہ علیہ وعلیہم کی حدیث سے بھی کرتے ہیں''۔

مرزا مظہر جانِ جاناں شہید، جن کو شاہ ولی اللہ قدس سرہٗ اپنے مکتوبات میں'' نفسِ زکیہ، قیّمِ طریقۂ احمدیہ، داعیِ سنت نبویہ اور انواع فضائل وفواضل سے آراستہ''۔ لکھتے ہیں۔ اپنے ملفوظات میں صاف صاف بیان کرتے ہیں کہ:

''غوث الثقلین کا التفات اپنے طریقۂ عالیہ کے متوسلین پر بہت زیادہ معلوم ہوا، اس طریقہ کا ایک شخص بھی ایسا نہ ملا جس کے حال پر آں حضرت کی توجہ مبارک مبذول نہ ہو۔ اسی طرح حضرت خواجۂ نقشبند کی عنایت اپنے معتقدین کے حال پر مصروف ہے۔ مغل لوگ صحرا میں یا سونے کے وقت اپنے اسباب اور گھوڑے حضرت خواجہ کی حمایت میں سپرد کر دیتے ہیں، اور غیبی تائیدات ان کے ساتھ ہوتی ہیں''۔

یہ سب در کنار، یا اللہ! راسُ المنکرین اسماعیل دہلوی کو کیا سمجھ میں آیا کہ صراطِ مستقیم میں بے باکانہ کہتا ہے:

''ان بلند مراتب والے حضرات عالمِ مثال وشہادت میں تصرف کے لیے ماذونِ مطلق ہوتے ہیں''۔

اور بجبورِیِ تقدیر سینے پر ایک بھاری پتھر رکھ کر لکھتا ہے:

''قطبیت، غوثیت، ابدالیت وغیرہا سبھی مناصب، حضرتِ مرتضٰی کے زمانۂ کرامت مہد سے اختتام دنیا تک، ان ہی کے واسطے سے ہیں۔ سلاطین کی

سلطنت اور امیروں کی امارت میں ان کی اہمیت و توجہ کو وہ دخل حاصل ہے، سیّا حانِ عالمِ ملکوت پر مخفی نہیں انتہیٰ‘‘۔ شعر

گہہ بت شکنی، گاہ بمسجد زنی آتش　　از مذہبِ تو گبر و مسلماں گلہ دارد

ترجمہ:۔تو کبھی بت توڑتا ہے، کبھی مسجد میں آگ لگاتا ہے، تیرے مذہب سے کافر اور مسلمان ہر ایک کو گلہ وشکوہ ہے‘‘۔

گزشتہ اشعار سے ثابت ہوا کہ ہمارے سردار غوث اعظم ہمارے قادر آقا اور مالک و بادشاہ ہیں اور مالک کو اختیار و قدرت ہوتی ہے کہ اپنے غلام و خادم کی بات قبول کرے یا رد کر دے۔ بلفظ دیگر رد و قبول کا اختیار ہوتا ہے تو جب ہمارے غوث اعظم مالک و قادر ہیں تو انہیں بھی رد و قبول کا اختیار ہے، خواہ ہمارے سوال کو قبول کریں یا رد، خواہ ہمیں پتھر مار کر بھگا دیں (العیاذ باللہ) یا چمکار کر اور قریب کر کے نعمتوں سے نواز دیں۔ کیوں کہ وہ ہمارے جسم و جان کے مالک ہیں، وہ خدائے منّان (احسان فرمانے والے اللہ) کے احسان و رحمت ہیں۔ یعنی اللہ تبارک و تعالیٰ کی رحمت و احسان کے مظہر ہیں۔ اور اس جہت سے وہ ہم پر احسان و رحمت فرمانے والے اور نعمتوں و برکتوں سے نوازنے والے ہیں۔

چنانچہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا اسے یوں کہتے ہیں:

ترجمہ شعر ۱۰۱　’’اگر پتھر مارے تو جان و تن کا مالک تو ہی ہے۔ اور اگر نعمت سے نوازے تو تو خدائے منّان کا احسان ہے۔[۶۴]

پتھر مارنے اور نعمت سے نوازنے سے مراد کیا ہے اس کی شرح فرماتے

ہوئے لکھتے ہیں:

قول۶۴ ۔ قلت: گر بسنگے می زنی، الخ۔ اقول: یہ کنایہ ہے رد و قبول سے حضرت شیخ محقق عبد الحق محدث دہلوی قدس سرہ الزکی زبدۃ الاسرار میں فرماتے ہیں:

''سیدنا رضی اللہ تعالیٰ عنہ مشرق و مغرب کے حاکم، جن وانس کے مرجع ہیں، ان کے دور میں حکم ان ہی کا ہے اور تصرف ان ہی کا ہے۔ حکمِ عام اور تصرفِ تام انہیں کو حاصل ہے اور نصب و عزل اور رد و قبول ان ہی کے ہاتھ میں ہے۔ ''انتہیٰ مترجماً۔'')

آپ داد و دہش والے ہیں، روٹی کا ایک ٹکڑا عطا کریں

نائب غوث الوریٰ امام احمد رضا اکسیر اعظم کے آگے والے شعر میں یہ واضح کرتے ہیں کہ یا محبوب سبحانی غوث صمدانی! جب خوب احسان فرمانے والے اللہ (خدائے منّان) کا احسان و رحمت، مظہر رحمت آپ ہیں تو مجھے روٹی کا ایک ٹکڑا دے دیں۔ اس سے زیادہ مانگنے کی ہمت و حوصلہ آپ کے اس سگ کو نہیں، البتہ مزید جود و نوال اور داد و دہش کی بارش کرنے والے آپ ہیں تو مجھے ایک ٹکڑا سے زیادہ مانگنے کی ضرورت کیا ہے؟ آگے کرم و سخاوت کا بادل خود ہی فیضان کی بارش برسا دے گا۔ چنانچہ کہتے ہیں:

ترجمہ شعر نمبر ۱۰۲۔ حکم ہو کہ کوئی روٹی کا ٹکڑا میری جانب ڈال دیں۔ سگ کا حوصلہ بس اتنا ہی ہے، مزید داد و دہش کی بارش کرنے والا تو ہے۔ ۶۵؎

اور اس کی تشریح کرتے ہوئے ''مجیر معظم'' میں خامہ فرسا ہیں:

قول ۶۵؎ ۔ قلت: پارۂ نانے، الخ۔ اقول: یہ ان دینی و دنیوی خیرات و برکات

سے کنایہ ہے، جن کی جانب اس گدا کا دل پیاسا ہے۔ جیسے کتوں کی چاہت والی نظر روٹی کے ایک ٹکڑے سے بند ہو جاتی ہے کہ وہی ان کی ہمت کی انتہا ہے۔ ظاہر ہے کہ سرکار کی نعمتیں اور عطائیں بے پایاں ہیں، ہر ایک دوسری سے بالا و بہتر، لیکن طلب کا داعیہ علم و آگہی سے پیدا ہوتا ہے اور مجہولِ مطلق کا خیال کم ہی آتا ہے،

ع فکر ہر کس بقدر ہمت اوست

(ہر ایک کی سوچ اس کے حوصلے کے بقدر ہوتی ہے)۔

اسی لیے حدیث میں آیا ہے کہ لوگ بہشت میں بھی علما کے محتاج ہوں گے اس لیے کہ حق عز و جل ہر جمعہ کو انہیں اپنے دیدار سے نوازے گا اور اجازت دے گا کہ جو چاہیں آرزو کریں۔ یہ (سوچیں گے) کہ اپنے رب سے کیا طلب کریں، علما کی جانب رخ کریں گے، اور ان کے سکھانے بتانے سے تمنائیں کریں گے۔ پس علما سے نہ دنیا میں بے نیازی ہے، نہ آخرت میں۔ یہ حدیث کا مضمون ہے۔

اب یہ ظاہر ہے کہ ان علما کے افضل و اجل افراد سے ہمارے سرکار معلّٰی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں، تو ان سے روگرداں نہ ہوگا مگر وہی جو بہت بڑا بد بخت ہے۔ العیاذ باللہ سبحانہ وتعالیٰ۔

ابن عساکر حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے، وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی ہیں کہ ''اہل جنت، جنت میں علما کے محتاج ہوں گے۔ وہ یوں کہ انہیں ہر جمعہ کو اللہ تعالیٰ کا دیدار حاصل ہوگا، تو حق تعالیٰ ان سے فرمائے گا: جو چاہو مجھ سے تمنا کرو، تب وہ علما کی جانب متوجہ ہوں گے۔ علما کہیں گے، رب سے یہ تمنا کرو! تو وہ جنت میں بھی علما کے محتاج ہوں گے جیسے دنیا میں ان کے محتاج ہیں۔''

میری روزی کا ذریعہ آپ ہی ہیں

درج بالا شعر میں محبِّ غوث الوریٰ امام احمد رضا قدس سرہ نے حضور غوث اعظم سے روٹی کا ٹکڑا مانگا، اب اس سوال کی تکمیل کے لیے آپ کی بارگاہ میں بڑی منت وسماجت کے ساتھ مزید سوال کر رہے ہیں۔ فریاد کرتے ہوئے کہتے ہیں:۔

ترجمہ شعر نمبر ۱۰۳۔ میں سگ (کتّا) ہو کر تیری گلی سے باہر کہاں جاؤں جب کہ مجھے یقینی طور پر معلوم ہے کہ سگ (کتّا) کی روزی کا ذریعہ بھی تو ہی ہے۔

اور اس کی شرح یوں کی:

قول ۲۶ قلت: وجہِ ناں توئی۔ اقول: اس مضمون سے متعلق تشفی بخش دلائل گزر چکے لیکن دعوے کی تائید اور مدعا کی تقویت کے لیے ہم ایک حدیث پیش کرتے ہیں اور اس مبارک شرح (مجیر معظم) کو اسی حدیث کے مقدس الفاظ پر ختم کرتے ہیں۔

امام طبرانی ''معجم کبیر'' میں حضرت عُبادہ بن صامت انصاری علیہ رضوان الباری سے بسند صحیح روایت کرتے ہیں کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: ''ابدال میری امت میں تیس ہیں، ان ہی سے زمین قائم ہے، ان ہی سے تمہیں بارش عطا ہوتی ہے، اور ان ہی سے تمہاری مدد کی جاتی ہے''۔ اور ایک دوسری حدیث میں فرمایا: ''ان ہی سے لوگوں کو روزی دی جاتی ہے''۔ اس حدیث کو بھی امام طبرانی نے حضرت عوف بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بسند حسن روایت کیا۔ اور

یہ معلوم ہے کہ ہمارے حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ تمام ابدال کے امام ومرجع اور سردار وپناہ گاہ ہیں۔رضی اللہ تعالیٰ عنہ وعنہم۔

اے اللہ! اے عبدالقادر کے معبود، اے عبدالقادر کے رب، اے عبدالقادر کے مالک، اے عبدالقادر کے مُنعِم! میں تجھ سے عبدالقادر کے وسیلے سے سوال کرتا ہوں: تو ہم پر عبدالقادر کے طفیل رحم فرما، عبدالقادر کے طفیل ہماری نصرت فرما، عبدالقادر کے طفیل ہمیں رزق عطا فرما، عبدالقادر کے طفیل ہمیں عافیت مرحمت فرما ، عبدالقادر کے طفیل ہمیں معاف فرما، عبدالقادر کے طفیل ہمیں قبول فرما، ہمیں عبدالقادر عطا فرما، اور ہمیں عبدالقادر کے طفیل عبدالقادر کا جوار عطا فرما۔آمین (قبول فرما) اے عبدالقادر کے سید وآقا عبدالقادر کی وجاہت کے طفیل۔

اور اللہ تعالیٰ کا درود ہو عبدالقادر کے جدِّ گرامی (رسولِ اکرم) پر اور جدِّ عبدالقادر کی آل پر، (یہاں جد بمعنی نانا ہے) جدِ عبدالقادر کے اصحاب پر، اور عبد القادر پر، عبدالقادر کے مشائخ پر، عبدالقادر کے مریدین پر، عبدالقادر کے اصول پر، عبدالقادر کے فروع پر، اور اس بندۂ گنہ گار بندۂ عبدالقادر پر، (یہاں بندہ غلام کے معنی میں ہے اور اس سے مراد یہاں پر امام احمد رضا ہیں) **آمین برحمتک یا ارحم الراحمین** (اپنی رحمت سے قبول فرما، اے سب سے بڑھ کر رحم فرمانے والے)

محمد عابد حسین قادری نوری بن الحاج مولانا شیخ محمد یونس قادری رضوی حامدی کہتا ہے کہ یہ نہایت جامع اور پر مغز دعا ہے جو امام احمد رضا قدس سرہ نے حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وسیلے سے رب تبارک وتعالیٰ کی بارگاہ میں مانگی

ہے، یہ تو اس کا ترجمہ ہے، اصل دعا عربی میں ہے۔عربی ذوق رکھنے والوں کے لیے ہم اصل عبارت بھی نقل کرتے ہیں، تاکہ اس کی چاشنی سے قارئین بھی محظوظ ہوں۔اور چاہیں تو وہ بھی ان الفاظ میں دعا کریں، یہ فقیر قادری بھی قادری دولہا، عاشقِ غوث الوریٰ امام احمد رضا ہی کی آواز میں آواز ملا کر اپنے کرم فرمانے والے مولیٰ اللہ تبارک وتعالیٰ کی بارگاہ میں یہ دعا کرتا ہے،وہ اپنے اس بندے کی طرف سے بھی ان کے طفیل ضرور قبول فرمائے گا،ان شاءاللہ تعالیٰ کہ وہ مجیب الدعوات ہے۔

اللھم !یا اِلٰہَ عَبدِ القَادِرِ، یا رَبَّ عَبدِ الْقَادِرِ ،یا مَالِکَ عَبدِ الْقَادِرِ، یا مُنعِمَ عَبدِ الْقَادِرِ، اَسْئَلُکَ بِعَبدِ الْقَادِرِ،فَارْحَمْنَا بِعَبدِ الْقَادِرِ، وَانْصُرْنَا بِعَبدِ الْقَادِرِ، وَارْزُقْنَا بِعَبدِ الْقَادِرِ، وَعَافِنَا بِعَبدِ الْقَادِرِ،وَعْفُ عَنَّا بِعَبدِ الْقَادِرِ ، وَتَقَبَّلْنَا بِعَبدِ الْقَادِرِ،وَهَبْنَا لِعَبدِ الْقَادِرِ،وَهَبْ لَنَا بِعَبدِ الْقَادِرِ جوَارَ عَبدِ الْقَادِرِ،آمین یا سَیّدَعَبدِ الْقَادِرِ،بِجَاہِ عَبدِ الْقَادِرِ، وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالیٰ عَلیٰ جَدِّ عَبدِ الْقَادِرِ،وَاٰلِ جَدِّ عَبدِ الْقَادِرِ، وَصَحبِ جَدِّ عَبدِ الْقَادِرِ،وعلیٰ عَبدِ الْقَادِرِ، وَمَشَائِخِ عَبدِ الْقَادِرِ، ومُرِیدِیْ عَبدِ الْقَادِرِ، وَاُصُوْلِ عَبدِ الْقَادِرِ،وفُرُوْعِ عَبدِ الْقَادِرِ، وَعَلٰی ھٰذَا لُعَبدِ الْاَثِیمِ عَبد عَبدِ الْقَادِرِ ، اٰمین بِرَحْمَتِکَ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ (ویقولُ عَبدُکَ مُحَمَّد عابد حسین المحمدی القادری البرکاتی النوری وعلینا معھم یااکرم الاکرمین)

غور فرمائیے: امام احمد رضا قدس سرہ نے مذکورہ لا جواب دعا میں پچیس (۲۵) بار لفظ ''عَبدُ القَادِر'' کا استعمال کیا ہے۔اور یہ کتاب کے خاتمہ میں ہے اور امام احمد رضا قدس سرہ کی وفات شریفہ یعنی خاتمہ اور عرس شریف کی تاریخ بھی پچیس (۲۵) ہے یعنی ۲۵/صفر المظفر ۱۳۴۰ھ ۔گویا سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حیات وشخصیت لکھنے پر امام احمد رضا کا خاتمہ بالخیر بھی ۲۵/کے عدد پر ہوا، جس سے یہ اندازہ لگانا مشکل نہیں کہ امام احمد رضا نے حضرت غوث الوریٰ کے برکات وخیرات اور صدقات سے حظ وافر پایا ہے۔

اور یہ بھی واضح رہے کہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا نے اکسیر اعظم کے مذکورہ شعر میں حضور غوث اعظم سے استغاثہ کرتے ہوئے عرض کیا کہ ''سگ کی روزی کا ذریعہ تو ہی ہے'' اس سے یہ ذہن نشیں کرنا چاہئے کہ آپ کو صرف وسیلہ و ذریعہ ہی سمجھ کر امام احمد رضا نے پکارا، اور ان کی بارگاہ میں فریاد کی ، بلاشبہ معطی حقیقی صرف اللہ تعالیٰ ہی کو وہ جانتے ہیں جیسا کہ دوسرے مقامات پر اور خود یہاں مجیر معظم کے خاتمہ میں آپ کا وسیلہ دے کر صرف اللہ تبارک وتعالیٰ ہی کی بارگاہ میں دعا واستغاثہ کیا ہے اور کہا ہے کہ: ''یا الٰہ عَبدِ القَادِر الخ

امام احمد رضا حضور غوثِ اعظم کے مہمان ہیں

ہاں اکسیر اعظم کے شعر کے مذکورہ مضمون کی طرف ذہن وفکر کو پھر سے متوجہ کیجئے ،رضا بریلوی نے کہا تھا کہ یا غوث اعظم ! میں آپ کا سگ ہوں ، پھر آپ کا در اور آپ کی گلی چھوڑ کر کہاں جاؤں؟ جب کہ سگ کی روزی کا ذریعہ آپ

ہی ہیں اب آیئے دیکھیں کہ وہ آگے کیا کہتے ہیں اور کس طور سے انہیں وسیلۂ خیرات و برکات سمجھتے اوران سے مانگتے ہیں؟ کیسا سرمایۂ بخشش سمجھتے ہیں؟؟ پھر یہ بھی دیکھیں کہ رضا تو خودکواپنے آقا حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دربار کا سگ (کتا) سمجھتے ہیں مگر درِفیض پران کی خاطر داری یوں ہوتی ہے کہ ندا آتی ہے، مرحبا، مرحبا، خوب خوب! اے احمد رضا آؤ، بیٹھو، تم سگ نہیں ہو، تم تو مہمان ہو، اور مہمان کی دل جوئی کی جاتی ہے، اس کی خاطر تواضع کی جاتی ہے، اس کوخوب نوازا جاتا ہے، لو یہ کھاؤ اور یہ دادودہش پاؤ۔ چنانچہ رضؔا بریلوی اس کی عکاسی یوں کرتے ہیں:

شعر نمبر۱۰۴۔ دروازہ کھلا ہوا، دسترخوان بچھا ہوا، کتّا بھوکا ہے، بادشاہ کریم ہے، تو جانے کی بات کیا ہے؟ جب کہ بلانے بھگانے کا مختار تو ہے۔

۱۰۵۔ دور بیٹھتا ہوں، زمین چومتا ہوں، گرتا ہوں، خوشامد کرتا ہوں، آنکھ تیرے خیال میں بند کرتا ہوں، اور جانتا ہوں کہ تو احسان فرمانے والا ہے۔

۱۰۶۔ اللہ ہی کے لیے عزت ہے (للہ العزۃ) ہندی کتّا (سگِ ہندی) اور تیری گلی میں باریابی؟ ہاں اے محبوب! تو ان کا فرزند ہے جو سارے جہانوں کے لیے رحمت ہیں (شعر میں اصل لفظ ''ابنِ رَحْمَۃً لِّلْعٰلَمِیْنَ'' ہے) یعنی رحمۃ للعالمین ﷺ کا فرزند، شہزادہ)

۱۰۷۔ تیرے درِفیض پر ہر سگ کی یوں خاطر داری کرتے ہیں، مرحبا، خوب خوب! آؤ بیٹھو، سگ (کتّا) نہیں ہو، تم مہمان ہو

۱۰۸۔ اگر میری آواز نے تیرے خادموں کو پریشان کیا، تو جب درماں (دوا وعلاج) تو ہی ہے تو چپ رہنے والے اہلِ درد کو پسند نہ کر۔

۱۰۹۔ مجھ پر افسوس! تو جلوہ فرمائے اور میرے ساتھ ''میں'' رہ جائے (ایسا کیوں کر) مجھ سے ''میں'' لے لے اور اس کی جگہ میرے دل میں ''تو ہی تو'' رکھ دے۔

فقیر قادری نوری کہتا ہے کہ امام احمد رضا قدس سرہ کے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ اے میرے آقا محبوب سبحانی! مجھ پر اور میرے دل پر آپ نے تجلی فرما دی ہے اور اس جلوہ و تجلی کے بعد بھی میرے دل میں ''میں'' رہ جائے، میرے اندر ''خودی'' رہ جائے، یہ میرے لیے افسوس کی بات ہوگی۔ جب آپ نے جلوہ فرما دیا، تجلی دل میں آچکی، میرا دل آپ کے نور و تجلی سے روشن و مجلّٰی ہو چکا تو اتنا سا اور کرم فرما دیجئے کہ میرے دل سے میرا ''میں'' ختم ہو جائے اور اس میں ''تو ہی تو'' رہے۔ میں آپ کی تجلی میں ایسا گم ہو جاؤں کہ میں خود کو بھی بھول جاؤں اور تو ہی تو نظر آئے۔ ایک محبّ کو محبوب کے تعلق سے ایسا ہی ہونا چاہئے۔ جیسا کہ کسی نے کہا

من تو شدم، تو من شدی، من تن شدم، تو جاں شدی
تا کس نہ گوید بعد ازیں من دیگرم تو دیگری

غوث اعظم سرمایۂ بخشش ہیں، قادریت نے ہمیں باغ خلد میں پہنچا دیا

۱۱۰رویں شعر کے آئینے میں

حضرت رضاؔ بریلوی اور دیگر قادریوں کی اللہ تبارک وتعالیٰ نے سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے صدقے بخشش فرمائی اور باغ خلد یعنی

جنت میں مفت میں پہنچا دیا۔اس طرح نسبت مجازی کا لحاظ کریں تو یہ کہا جائے گا کہ نسبت قادریت نے یا قادری ہونے نے یا شیخ عبدالقادر کے غلام ومرید ہونے نے رضا اور دیگر قادریوں کو مفت میں باغِ خلد میں پہنچا دیا یا مفت میں باغِ خلد جنت دیدیا،اس لیے کہ حضور غوث اعظم مایۂ غفران ہیں،سرمایۂ بخشش ہیں،اللہ تبارک وتعالیٰ کی بارگاہ میں وہ ہمارے سفارشی ہیں،وہ بہترین وسیلہ ہیں،وہ اللہ تبارک و تعالیٰ کے ایسے مقرب ولی ہیں کہ وہ ان کی دعائیں قبول فرماتا،رد نہیں فرماتا ہے۔وہ ہمارے لیے بخشش کی دعا کرتے ہیں۔قیامت کے دن بھی اللہ تعالیٰ سے بخشوا کر جنت بھیجوائیں گے۔

یاد رہے کہ اس سے قبل ۸۱/ویں شعر میں رضا بریلوی حضور غوث اعظم کے بارے میں کہہ چکے ہیں کہ تم ہی میرا مایۂ غفران یعنی سرمایۂ بخشش ہو۔

اسی لیے رضاؔ بریلوی یہاں کہتے ہیں:

۱۱۰۔قادریت نے رضا کو باغِ خلد مفت میں دے دیا،کیا میں نہیں کہتا تھا کہ آقا! میرا سرمایۂ بخشش تو ہے۔(یعنی آپ کے غلام ہونے نے رضاؔ کو باغِ جنت میں پہنچا دیا اسی لیے تو میں نے کہا تھا کہ آقا! میرا سرمایۂ بخشش تو ہے)

شعر یہ ہے۔

قادری بودن رضا را مفت باغ خلد داد　　من نمی گفتم کہ آقا! مایۂ غفراں توئی

مجیر معظم کے اختتام پر مذکورہ جامع دعا کے بعد رضاؔ بریلوی مسودہ کے بارے میں یوں رقم طراز ہیں:

’’الحمدللہ! سال گزشتہ ۱۳۰۳ھ میں باغبانِ قلم نے اس تحریر کا پودا زمینِ تسوید میں لگایا (۱۳۰۳ھ میں اس شرح کا مسودہ تیار ہوگیا) اور جیسے مدحیہ قصیدہ متن کی طباعت کا وقت نہ آیا، اسی طرح شرح بھی طاق نسیان پر رہی۔

امسال کچھ دوسرے رسائل مقتضاے وقت کے لحاظ سے زیادہ اہم اور مفید نظر آئے ان کی تصنیف وتالیف میں قلم پے در پے محوِ خرام رہا۔ جب ان سے فارغ ہوا تو گلشنِ خاطر میں اس نہالِ مراد کی یادآوری کی ٹھنڈی ہوا پھر چلی، یہاں تک کہ ۲۸/ذی قعدہ ۱۳۰۴ھ بروز جمعہ بعد نماز جمعہ کچھ تازہ مضامین کے اضافے کے ساتھ بارآور ہوکر اور پھول ہی پھول بنا کر چمن چمن گشت کرتی گئی۔ اور ساری حمد اللہ کے لیے ہے۔ اول وآخر اور ظاہر وباطن میں خداے تعالیٰ متن و شرح کو صاحبِ مدح (غوث اعظم) رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وجاہت کے صدقے قبول فرمائے۔ آمین‘‘۔

الحمدللہ! اس کتاب ’’ثنائے غوث اعظم بزبان مجدد اعظم‘‘ کا مسودہ بھی بروز جمعہ بعد نماز جمعہ مبارکہ مؤرخہ ۲۶/رمضان المبارک ۱۴۳۵ھ مطابق ۲۵/جولائی ۲۰۱۴ء کو پایۂ تکمیل کو پہنچا۔

رضا کی ایک نادر تحریر

حضور غوث اعظم کا رتبہ تمام اولیا سے بلند ہے

قصیدۂ اکسیر اعظم کے ۵۹/ویں شعر کے ضمن میں ''مجیر معظم'' کے قول نمبر ۲۸ کے تحت تمام اولیاے کرام پر سیدنا حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی افضلیت کے ثبوت پر کافی دلائل گزر چکے ہیں، فقیر کی کاوش ''مقام غوث اعظم اور امام احمد رضا'' میں بھی اس تعلق سے شرح وبسط کے ساتھ دلائل پیش کر دیئے گئے ہیں۔اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ نے اس مسئلہ کو علامہ ابن عابدین شامی قدس سرہ کی تصنیف جلیل ردالمحتار کی جلد اول کا نسخہ جو اعلیٰ حضرت کا اپنا مملوکہ تھا، جس پر انہوں نے جدالممتار کے نام سے حاشیہ لکھا، اس کے آخر کے منسلک صفحات پر بھی دلائل کے ساتھ اس مسئلہ کو اجاگر کیا ہے۔

''اکسیر اعظم'' ماہ مبارک ربیع الآخر (ربیع الجیلانی) ۱۳۰۲ھ کا کلام ہے اور اس کی شرح ''مجیر معظم'' کا مسودہ ۱۳۰۳ھ میں معرض وجود میں آیا۔ جب کہ کچھ تازہ مضامین کے ساتھ اس کی تبییض ۲۸/ذی قعدہ ۱۳۰۴ھ جمعہ کو بعد نماز جمعہ صفحۂ قرطاس پر آئی۔ اور رضاؔ بریلوی کی یہ تحریر ۲۰/رمضان ۱۳۰۲ھ شب کو وجود پذیر ہوئی اس لحاظ سے واضح ہے کہ اس مسئلہ کو شرح وبسط کے ساتھ واضح کرنے والی درج ذیل تحریرِ انیق اکسیرِ اعظم کے معرضِ تحریر میں آنے اور مجیر معظم کے مسودہ کا جامہ پہننے کے درمیان کی ہے۔اکسیر اعظم اور مجیر معظم کی طرح یہ تحریر بھی فارسی

زبان میں ہے۔ یہ سب سے پہلے ماہنامہ اشرفیہ مبارکپور، اعظم گڑھ، بابت مارچ ۱۹۷۸ء کے شمارے میں مولانا محمد احمد مصباحی صاحب کے ترجمے کے ساتھ شائع ہوئی تھی۔ پھر دوبارہ مجیر معظم مترجم کے آخری اوراق کے ساتھ بھی منسلک ہو کر شائع ہوئی ہے۔ چونکہ حضرت رضاؔ بریلوی کی یہ تحریر بھی نہایت قیمتی اور کافی اہمیت کی حامل ہے، اس لیے نفعِ قارئین کے لیے اس تحریر کو بھی ہم شاملِ کتاب کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں۔ رضاؔ بریلوی کی تحریر کا ترجمہ ملاحظہ فرمائیں!

اولیا کے درمیان غوث اعظم کا رتبہ

حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ارشاد ''قدمی ھذہٖ علی رقبة کل ولی اللہ'' (میرا یہ قدم خدا کے ہر ولی کی گردن پر ہے) کے متعلق قائل کا کہنا ہے کہ اس ارشادِ ہدایت بنیاد کو صرف اسی زمانۂ مبارک کے اولیا کے ساتھ خاص کرنا ضروری ہے۔ اور ارشادِ عالی کے معنی یہ ہیں ''میرے زمانہ کے ہر ولی کی گردن پر میرا قدم ہے'' اس ارشاد کو تمام اولیاے متقدمین و متاخرین کے لیے عام کرنا جائز نہیں اور یہ معنیٰ لینا درست نہیں کہ ''اولیاے متقدمین و متاخرین میں سے ہر ایک کی گردن پر میرا قدم ہے''۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم، اس لیے کہ متقدمین میں صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم ہیں۔ اور تمام اولیاے امت پر ان کی تفضیل (انھیں سب سے افضل قرار دیا جانا) قطعی طور پر ثابت ہے۔ اور متاخرین میں حضرت سیدنا امام مہدی ہیں، جن کی تشریف آوری کی خبر مصطفیٰ ﷺ نے دی، اور انھیں ''خلیفۃ اللہ'' کے لقب سے سرفراز فرمایا۔ یہ ان ساری باتوں کا خلاصہ ہے جو اس قائل نے کہا۔

جواب

اقول و باللہ التوفیق۔ میں کہتا ہوں اور خدا ہی کی طرف سے توفیق ہے۔

تمہیدی مقدمے:

(۱) وہ تمام حضرات جن کے اتفاق سے اجماع قطعی منعقد ہوتا ہے، اس مسئلہ پر اجماع رکھتے ہیں کہ " کلام کو اس کے ظاہر پر محمول کرنا ضروری ہے، جب تک ظاہر سے پھیرنے والی کوئی دلیل نہ ہو۔"

(۲) اور تاویلِ بے دلیل قابلِ اعتبار نہیں، ورنہ تمام نصوص، اور خصوصاً عموم رکھنے والے اقوال سے امان اٹھ جائے، کیوں کہ بے دلیل تاویل تو ہر نص میں ہوسکتی ہے اور اسی طرح ہر عام کو خاص کر دینا ممکن ہے۔

(۳) وہ تخصیص جو ضرورۃً ثابت ہو بس قدرِ ضرورت تک محدود رہے گی۔ اسے جاے ضرورت سے آگے بڑھانا، حد سے تجاوز اور تعدِّی ہے۔

(۴) عقلی و عرفی تخصیصات اور ایسے ہی ہر وہ تخصیص جو اس حد تک ذہنوں میں جمی ہو کہ اس کے اظہار و بیان کی قطعاً حاجت نہ ہو، یہ سب شمارۂ تخصیص سے خارج ہوں گی، یہاں تک کہ (وہ عام جس سے کوئی فرد خاص نہ کیا گیا ہو قطعی ہوتا ہے، اور جس عام سے تخصیص کر دی گئی ہو ظنی ہو جاتا ہے، مگر) ایسی بے ضرورت تخصیص عام غیر مخصوص منہ البعض کو (عام مخصوص منہ البعض بنا کر) درجۂ قطعیت سے نیچے (مرتبۂ ظنیت میں) اتارنے کے قابل ہرگز نہ ہوگی۔ ان تمام باتوں پر فنِ اصول میں برہان قائم ہو چکی ہے۔

تخصیص صحابہ کی بحث

جب یہ ثابت ہو گیا تو ہم کہتے ہیں جس طرح امتیوں کے باہم ایک دوسرے سے افضل ہونے کا ذکر ہو تو انبیاے علیہم السلام بے تخصیص مخصوص ہوں گے (اور کسی امتی کے سب سے افضل ہونے کا مطلب یہ ہوگا کہ وہ دوسرے امتیوں سے افضل ہے، نہ یہ کہ حضرات انبیا سے بھی افضل ہے۔)۔ اسی طرح جب اولیاء اللہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے باہمی درجات کے تفاوت کا بیان ہو تو حضرات صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم بے استثنا مستثنیٰ رہیں گے۔ (اور کسی ولی کی افضلیت کا یہی مطلب ہوگا کہ وہ دوسرے تمام اولیا سے افضل ہے، نہ یہ کہ صحابۂ کرام سے بھی افضل ہے)۔ اس لیے کہ مومنین کے عقیدے میں یہ بات راسخ ہو چکی ہے کہ صحابۂ کرام تمام امت سے افضل ہیں، اور ان کے بعد کے کسی شخص کو ان پر قیاس نہیں کیا جا سکتا۔ بلکہ ان ہی صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم کے رنگ میں خیارِ تابعین رحمۃ اللہ علیہم اجمعین بھی مستثنیٰ رہیں گے، اس لیے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کا یہ ارشاد مشہور ہے کہ سب سے بہتر میرا زمانہ ہے، پھر وہ لوگ جو میرے زمانے والوں سے متصل ہیں پھر وہ جو ان سے متصل ہیں۔

اور سارا جھگڑا اُس سے ختم ہو جاتا ہے جو علماے ہند کے شیخ الشیوخ، شیخ محقق مولانا عبد الحق محدِّث دہلوی علیہ الرحمہ نے افادہ فرمایا۔ اللہ ہم پر ان کی برکتوں کا فیضان عام کرے اور ان کے علوم وافادات سے ہمیں دونوں جہان میں

نفع بخشے (شیخ محقق کا افادہ یہ ہے) کہ

’’ عرفاً لفظ اولیاء اللہ اسی طرح عرفاً واصلین ، سالکین ، اور مشائخ کے الفاظ کا اطلاق صحابہ وتابعین کے علاوہ بزرگوں پر ہوتا ہے ۔ بارہا سنا ہوگا کہ یہ ہے اور وہ ہے صحابہ اور تابعین اور اولیاے امت اور علمائے ملت کا مذہب ۔ اگر چہ صحابہ وتابعین خود اولیا وعلما بلکہ علما و اولیا کے سردار تھے ۔ ‘‘

حاصل بحث یہ کہ جب عرفاً اولیا کا اطلاق صحابہ وتابعین پر نہیں ہوتا تو لفظ ’’ كُلِّ وَلِيِّ اللّٰهِ ‘‘ سے ان حضرات کو خاص کرنے کی ضرورت ہی نہ رہی ۔ لہٰذا حضرات صحابہ کا ذکر کر کے حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس ارشاد کی تعمیم ختم کرنے کا عزم اور اس کے عموم کی قطعیت زائل کرنے کا قصد ایک ’’ ہوس خام ‘‘ سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتا ۔

تخصیص سیدنا امام مہدی کا جواب

رہی سیدنا امام مہدی کی بات ، اللہ تعالیٰ ہم کو انھیں دوست رکھنے والوں میں سے بنائے ۔ میں کہتا ہوں اور میرا رب مجھے بخشے !

(۱) کسی کو کسی سے افضل قرار دینے کا معاملہ سمعی ، اور کسی نصِ معتبر کے سننے پر موقوف ہے ، عقلِ محض کو اس میں دخل نہیں ، کیوں کہ افضلیت کا دارو مدار قربِ خداوندی کی خصوصیت پر ہے ، اور عقل اس کے ادراک سے قاصر ہے ، جب تک کسی دلیلِ سمعی کا سہارا نہ ہو ۔ اور سیدنا امام مہدی کے سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے افضل ہونے پر کوئی دلیل قائم نہیں ۔ جو ثبوتِ دلیل کا مدعی ہو دلیل

پیش کرے۔اور جب دلیل نہیں تو افضلیت کا ثبوت بھی نہیں۔

(۲)اور یہ بات کہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے آمدِ سیدنا امام مہدی کی بشارت دی، تو میں کہتا ہوں کہ آمدِ حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بھی بشارت دی ہے۔۔حدیث صحیح میں ہے: سیدنا علی مرتضیٰ اور سیدتنا بتول زہرا سے فرمایا: تم دونوں سے بہت سی طیب و پاکیزہ اولاد پیدا فرمائے گا۔حضور غوث اعظم بھی ان کی اولاد طیبہ میں ہیں۔لہٰذا یہ بشارت انھیں بھی شامل ہوگی۔

(۳) شاید قائل کی مراد یہ ہے کہ سیدنا امام مہدی کے نام کی تخصیص اور حالات کی تفصیل کے ساتھ سرکار نے بشارت دی ہے اور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں تفصیلی بشارت نہیں، تو میں کہتا ہوں بشارت تفصیلی بھی مبشر بہ (جس کے بارے میں بشارت دی گئی ہے) اس کو دوسرے سے افضل قرار دینے کی موجب نہیں۔ پہلے کی آسمانی کتابوں میں حضرت سیدنا عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خلافت سے متعلق ان کے دوسرے فضائل ومناقب کے ذکر کے ساتھ بشارت آئی ہے، جیسا کہ کعب احبار رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔مگر یہ تفصیلی بشارت ہرگز سیدنا عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو ہزاروں ان مہاجرین وانصار صحابۂ کرام سے افضل قرار دینے کا باعث نہیں، جن کا تذکرہ کتب سابقہ میں کسی جگہ بھی ان کے نام ونشان کی خصوصیت کے ساتھ سننے میں نہیں آیا۔

(۴) رہی یہ بات کہ سیدنا امام مہدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلیفۃ اللہ ہوں گے۔

اقول :۔ بسر وچشم ۔مگر یہ خلافت الٰہیہ بہت واسطوں کے توسط سے ہوگی براہِ راست نہ ہوگی ، کہ افرادانسان میں سے کسی کو یہ شرف حاصل نہیں ،سوائے حضرات انبیاومرسلین علیہم الصلوت والتسلیم کے۔ یہ حضرات اللہ تعالیٰ کے خلیفہ براہ راست ہیں ،اوران کے علاوہ حضرات ان ہی کے خلیفہ ہیں ۔تو اللہ تعالیٰ کے خلیفۂ اکبر سید العلمین ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ واصحابہ اجمعین ۔ اوران کے خلفاے ظاہری و باطنی ابوبکر پھرعمر، پھرعثمان پھرعلی ہیں رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین ۔اور حضرت مہدی جوخلیفہ ہوں گے وہ درحقیقت حضرت علی مرتضٰی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خلیفہ ہیں ۔ بلکہ صحابۂ کرام کے محاورات سے معلوم ہے کہ ''خلیفۂ رسول اللہ''صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صرف جناب صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کہتے ۔ جب فاروق اعظم کرسیِ قیادت پرجلوہ گر ہوئے تو صحابہ نے چاہا کہ انھیں خلیفۂ خلیفۂ رسول اللہ کہیں ۔

حضرت فاروق نے یہ تطویل ناپسند کی کہ مجھ کوخلیفۂ خلیفہ کہیں میرے بعد والے کو'' خلیفہ کے خلیفہ کا خلیفہ'' پھراسی طرح بعد میں آنے والوں کے لیے اضافتوں کا سلسلہ دراز کرتے جائیں ،لہٰذا انھوں نے ''امیرالمومنین'' کالقب وضع فرمایا۔

مختصر یہ کہ خلافتِ الٰہیہ حضرت مہدی کو ہے ،مگر براہ راست نہیں بلکہ بوسائط ۔اوراس معنی میں تو جناب غوثیت مآب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کوبھی خلافت حاصل ہے۔جیسا کہ مخفی نہیں ۔اور یہ بات کہ امرِ خلافت حضورغوث اعظم کے لیے حضرت مہدی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے ظہور پرنور تک ہے پھرحضرت مہدی کا سکہ رائج ہوگا اور بازار، بازارِسیدنا مہدی ہوگا۔

اقول: اسی طرح یہ منصب منتقل ہوتا آیا ہے حضرت رسالت علیہ افضل الصلوۃ والتحیۃ سے حضرت صدیق تک، صدیق سے فاروق تک، ان سے عثمان، ان سے علی مرتضیٰ، ان سے امام حسن، ان سے امام حسین تک، پھر امام زین الدین سے بترتیب حضرت عسکری تک، اوران کے ہاتھ میں یہ منصب سیدنا غوثِ اعظم کے ظہور تک تھا (رضی اللہ تعالیٰ عنہم)۔ اگر یہ انتقالِ امر خلافت، منتقل الیہ (جس کے پاس منتقل ہوکر آیا ہے، اُس) کو افضل قرار دینے کا سبب ہو تو دیکھو بات کہاں سے کہاں تک جا پہنچتی ہے۔ جہالت عجیب بلا ہے کہ قائل خلافت و نیابت کے اس طرح منتقل ہونے کو یہ سمجھتا ہے کہ ایک سے خلافت سلب ہو جائے گی اور اسے معزول کر دیا جائے گا۔ پھر دوسرے کی طرف یہ خلافت منتقل ہوگی، جس سے یہ گمان کرلیا کہ یقیناً بعد والا خلیفہ معزول شدہ خلیفہ سے افضل ہوگا۔ **ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم** اور جب ایسا نہیں تو تفضیل کیسی؟

فقیر نہیں کہتا کہ حضرت مہدی کا مفضول ہونا قطعی ہے۔ لیکن میں یہ کہتا ہوں اور صاف کہتا ہوں کہ حضرت غوثیت پر ان کی تفضیل معلوم نہیں تو ان کا نام پیش کر کے حضور غوث پاک کے ارشاد مذکور (میرا یہ قدم خدا کے ہر ولی کی گردن پر ہے) کی کلیت پر کیوں نقض و اعتراض وارد کیا جا سکتا ہے۔

ساری چنیں و چناں کے بعد آخری بات بس یہ کہی جا سکتی ہے کہ ارشاد مذکور عام مخصوص منہ البعض ہے (یعنی ایسا عام ہے جس سے بعض افراد خاص کر دیئے گئے ہیں) تو اس سے صرف ان ہی افراد کو خاص کیا جائے گا جن کی تخصیص پر

دلیل قائم ہو، اور دوسرے سارے افراد میں یہ ارشادِ گرامی اپنے عموم پر جاری رہے گا۔ جیسا کہ قاعدہ معروفہ ہے، نہ یہ کہ ان معمولی تخصیصات کی پناہ لینے کو خود اپنی طرف سے ایک عظیم تخصیص کر ڈالیں، جس کی بنیاد ہرگز کسی دلیل پر قائم نہیں ۔ پس حق یہ ہے کہ کلام کو ظاہر پر محمول رکھیں، اور عموم پر جاری کریں، ہاں اگر تخصیص کریں تو صرف اس کی جو کسی دلیل سے مخصوص ہو۔ **وَالْعِلْمُ بِالصَّوَابِ عِنْدَ الْمَلِکِ الْجَلِیْلِ وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی سَیِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ۔**

تحریر امام احمد رضا قادری بریلوی قدس سرہ بتاریخ ۲۰/ رمضان المبارک شب شنبہ ۱۳۰۲ھ۔

اِکسیرِ اعظم

۱۳۰۲ھ

قصیدۃ مجیدۃ مقبولۃ ان شاء اللہ تعالیٰ فی منقبۃ سیدنا الغوث الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

سیدنا غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی منقبت میں ایک قصیدۂ شریفہ جو مقبول ہے اگر خدائے تعالیٰ نے چاہا۔

مطلع تشبیب وذکر عاشق شدن حبیب

تشبیب کا مطلع اور محبوب پر عاشق ہونے کا تذکرہ

۱۔ اے کہ صد جاں بستہ در ہر گوشۂ داماں توئی
دامن افشانی وجاں بارد چرا بے جاں توئی

تم وہ ہو جس کے ہر گوشۂ دامن سے سیکڑوں جانیں بندھی ہوئی ہیں، دامن جھاڑتے ہو تو جانوں کی بارش ہوتی ہے پھر تم کیوں بے جان نظر آ رہے ہو؟

۲۔ آں کدامیں سنگ دل عیارۂ خوں خوارۂ
کز غمش با جان نازک در تپ ہجراں توئی

وہ کون سا سنگ دل خوں خوار عیار ہے، جس کے غم کے باعث ایک نازک جان رکھتے ہوئے تم درد فراق میں مبتلا ہو۔

۳۔ سروِ نازِ خویشتن را بر کہ قمری کردۂ
عندلیب کیستی چوں خود گلِ خنداں توئی

اپنے سرو ناز کو کس پر قمری بنا رکھا ہے؟ تم کس گل کے بلبل ہو جب کہ تم خود شگفتہ پھول ہو؟

۴۔ ہم رخاں آئینہ داری ہم لباں شکر سخن
خود بخود در نغمہ آئی باز خود حیراں توئی

تمھارے رخسار آئینہ ہیں اور لب شیریں سخن۔ اس لیے خود نغمہ سرا ہوتے ہو پھر خود ہی حیرت میں پڑ جاتے ہو۔

۵۔ جوے خوں نرگس چہ ریز دگر بچشماں نرگسی
بوے خوں از گل چہ خیز دگر بہ تن ریحاں توئی

اگر تمھاری آنکھیں نرگس ہیں تو نرگس سے خون کی نہر کیسے رواں ہے؟ اگر تمھارا بدن پھول ہے تو پھول سے خون کی بو کیسے آ رہی ہے؟۔

٦۔ آں حسینستی کہ جانِ حسن می نازد بتو
می ندانم از چہ مرگِ عاشقی جویاں توئی

تم وہ حسین ہو جس پر حُسن کی جان ناز کرتی ہے۔ نہ معلوم کیوں تم ''موتِ عشق'' کے طلب گار ہو؟

۷۔ نو غزالِ کمسنِ من سوے ویراں می رمی
ہیچ ویرانہ بود جائیکہ در جولاں توئی

میرے کمسن اور نو خیز غزال تم ویرانے کی طرف بھاگے جا رہے ہو، جہاں تمھاری جولانی ہو وہ جگہ کوئی ویرانہ ہوگی؟

۸۔ سینہ حسن آباد شد ترسم نمانی در دِلم

زانکہ از وحشت رسیدہ در دلِ ویراں توئی

دل کے ویرانے میں تم پہنچے، سینہ ''حُسن آباد'' ہوگیا۔ اب مجھے ڈر ہے کہ میرے دل میں نہ رہو، اس لیے کہ تم جس وحشت و ویرانی کو دیکھ کر اُس میں آئے تھے وہ نہ رہی۔

۹۔ سوختم من سوختم اے تاب حسنت شعلہ خیز

آتشت در جاں بیاز خود چرا سوزاں توئی

جل گیا میں جل گیا تمھارے حسن کی تپش کیسی شعلہ خیز ہے، تمھاری آتشِ حسن میری جان سے کھیلتی ہے پھر تم خود کو کس لیے جلا رہے ہو؟

۱۰۔ ایں چنینی اے کہ ماہت زیرِ ابرِ عاشقی ست

آہ اگر بے پردہ روزے برسرِ لمعاں توئی

تمہارا چاند عشق کے بادل میں ہے تو تمہارا یہ حال ہے، آہ! اگر کسی دن بے پردہ تمہاری درخشانی ہو تو کیا حال ہوگا؟

۱۱۔ سینہ گر بر سینہ ام مالی غمت چینم مگر

دانم اینہم از غرض دانی کہ بس ناداں توئی

اگر میرے سینے سے سینہ ملاؤ تو میں تمہارا غم چن لوں، مگر میں جانتا ہوں

کہ تم اسے بھی ''غرض'' جانو گے اس لیے کہ بہت ناداں ہو۔

۱۲۔ ماہ من مہ بندہ اُت مہ را چہ مانی کایں چنیں

سینہ وقفِ داغ و بے خواب سرگرداں توئی

میرے چاند! چاند تو تمہارا غلام ہے پھر چاند کی مشابہت کیوں اختیار کر رکھی ہے کہ سینہ داغِ عشق کے لیے وقف ہے اور خواب و آرام چھوڑ کر سرگرداں ہو۔

۱۳۔ عالمے کُشتہ بناز، ایں جا چہ ماندی در نیاز

کار فرما فتنہ را آخر ہماں فتّاں توئی

ایک جہان کو اپنے ناز سے مارا، یہاں کیوں نیاز میں پڑ گئے، اپنے فتنے کو کام میں لاؤ، آخر تم وہی فتنہ گر تو ہو۔

۱۴۔ دامِ کاکل بہر آں صیّادِ خود ہم می کشا

یا ہمیں مشت پرِ ما را بلاے جاں توئی

زلفوں کا جال اپنے اس صیّاد کے لیے بھی پھیلاؤ، یا صرف ہمارے ہی پروں کے لیے بلاے جان ہو؟

۱۵۔ باغہا گشتم بجانِ تو کہ بے مانا ستی

یارب آں گل خود چہ گل باشد کہ بلبل ساں توئی

میں نے بہت سارے باغوں کی سیر کی، تمھاری جان کی قسم! تم بے مثال ہو، یارب! وہ گل کیسا گل ہوگا جس پر تم بلبل کی طرح فدا ہو۔

۱۶۔ من کہ می گریم سزائے من کہ رویت دیدہ ام

تو کہ آئینہ نہ بینی از چہ روگریاں توئی

میرا رونا تو بجا ہے اس لیے کہ تمہارا چہرا دیکھ لیا ہے، تم تو آئینہ دیکھتے نہیں

پھر کس کا چہرہ دیکھ کر اشک بار ہو؟

۱۷۔ یا مگر خود را بروے خویش عاشق کردۂ

یا حسیں تر دیدۂ از خود کہ صیدِ آں توئی

شاید اپنے ہی رخ پر خود کو عاشق بنا لیا ہے یا اپنے سے زیادہ کوئی حسیں

دیکھ لیا ہے جس کا شکار ہو گئے ہو؟

گریز ربط آمیز بسوے مدحِ ذوق انگیز

ربط آمیز گریز ذوق انگیز مدح کی جانب

۱۸۔ یا ہمانا پرتوے از شمعِ جیلاں بر تو تافت

کایں چنیں از تابش وتپ ہر دو با ساماں توئی

یا شاید شمعِ جیلاں کا پرتو تم پر پڑ گیا ہے کہ ایسی روشنی اور حرارت دونوں

سامان تم میں جمع ہو گئے ہیں۔

۱۹۔ آں شہے کاندر پناہش حسن وعشق آسودہ اند

ہر دو را ایما کہ شاہا ملجأ مایاں توئی

وہ بادشاہ جس کی پناہ میں حسن اور عشق دونوں آسودہ ہیں، اے بادشاہ!

ذرا دونوں کو اشارہ ہو، ہمارے ملجا تم ہی ہو۔

۲۰۔ حسن رنگش عشق بویش ہر دو بر رویش نثار

ایں سراید جاں توئی واں نغمہ زن جاناں توئی

حسن اس کا رنگ ہے عشق اس کی بو ہے دونوں اس کے رخ پر نثار ہیں،

یہ گاتا ہے ''جاں توئی'' (جان تم ہو) وہ نغمہ زن ہے ''جاناں توئی''۔ (جاناں تم ہو)

۲۱۔ عشق در نازِش کہ تا جاناں رسانیدم ترا (۱)

حسن در بالِش کہ خود شاخے ز محبوباں توئی (۲)

عشق فخر کر رہا ہے کہ میں نے تم کو محبوب تک پہنچایا، حسن ترقی کر کے کہتا ہے تم خود محبوبوں کی ایک شاخ ہو۔

۲۲۔ عشق گفتش سیّدا برخیز و رو بر خاک نِہ

حسن گفت از عرش بگزر پرتوِ یزداں توئی (۳)

عشق نے کہا آقا! اٹھو چہرہ خاک پر رکھو، حسن بولا عرش سے بھی آگے بڑھ جاؤ، تم تو خدا کا جلوہ ہو۔

الالتفات الی الخطاب مع تقریر جامعیة الحسن و العشق

خطاب کی جانب التفات، ساتھ ہی حسن و عشق کی جامعیت کا بیان

۲۳۔ سرورا جاں پرورا حیرانم اندر کارِ تو

حیرتم در تو فزوں بادا (۴) سرِ پنہاں توئی (۵)

اے سرورا! اے روح پرور! میں تمہارے معاملے میں حیران ہوں، میری حیرت میں اور اضافہ ہو، تم ایک پوشیدہ راز ہو۔

۲۴۔ سوزی افروزی گدازی بزمِ جاں روشن کنی

شب بپا استادہ گریاں بادلِ بریاں توئی (۶)

جلتے ہو، اجالا پھیلاتے ہو، پگھلتے ہو، روح کی محفل روشن کرتے ہو، رات کو پاؤں کھڑے رہ کر دلِ بریاں کے ساتھ گریاں رہتے ہو۔

۲۵۔ گردِ تو پروانہا روئے تو یکساں ہر طرف

روشنم شد کز ہمہ رو شمعِ افروزاں توئی

تمہارے گرد پروانے ہیں، تمہارا رخ یکساں ہر طرف ہے، مجھ پر روشن ہو گیا کہ تم ہر جہت سے شمع فروزاں ہو۔

۲۶۔ شہ کریم است اے رضا در مدح سر کن مطلعے

شکرت بخشد اگر طوطیِ مدحت خواں توئی

بادشاہ کریم ہے، اے رضاؔ مدح کا مطلع شروع کرو، وہ تمہیں شکر بخشے گا اگر تم طوطیِ مدح خواں ہو۔

اول مطالع المدح

مدح کا پہلا مطلع

۲۷۔ پیر پیراں، میر میراں اے شہِ جیلاں توئی

اُنسِ جانِ قدسیاں و غوثِ اِنس و جاں توئی (۷)

پیروں کے پیر، میروں کے میر، اے شہِ جیلاں! تم ہو، قدسیوں کی جانوں کے لیے اُنس اور انسانوں، جنوں کے فریاد رس تم ہو،

زیبِ مطلع

۲۸۔ سرتوئی سرورتوئی سرراسروساماں توئی
جاں توئی جاناں توئی جاں راقرار جاں توئی

سرتم ہو، سرورتم ہو، سر کے لیے سروسامان تم ہو، جاناں تم ہو، جان کے لیے قرار جاں تم ہو۔

۲۹۔ظلِ ذاتِ کبریا(۸) وعکسِ حسنِ مصطفیٰ
مصطفیٰ خورشید وآں خورشید را لمعاں توئی

تم ذاتِ کبریا کا سایہ ہو اور حسنِ مصطفیٰ کا عکس، مصطفیٰ آفتاب ہیں اور اس آفتاب کی چمک تم ہو۔

۳۰۔من رأنی فقد رأی الحق گربگوئی می سزد
زانکہ ماہِ طیبہ را آئینۂ تاباں توئی (۹)

اگر کہو کہ ”جس نے مجھے دیکھا اس نے حق کو دیکھا“ تو بجا ہے، اس لیے کہ تم ماہِ طیبہ کے تابناک آئینہ ہو۔

۳۱۔بارک اللہ نو بہارِ لالہ زارِ مصطفیٰ
وہ چہ رنگ است ایں کہ رنگِ روضۂ رضواں توئی

بارک اللہ (خدا مبارک فرمائے) لالہ زارِ مصطفیٰ کے نو بہار، کیا خوب رنگ ہے،، باغ رضواں کا رنگ تم ہو۔

۳۲۔ جوشد از قدِ تو سرو و بارد از روے تو گل

خوش گلستانے کہ باشی طُرفہ سروِستاں توئی

تمہارے قد سے سرو اُبل رہا ہے، تمہارے رخ سے گلاب برس رہا ہے۔ تم کتنے اچھے گلستاں اور کیا خوب باغِ سرو ہو۔

۳۳۔ آنکہ گویند ''اولیا را ہست قدرت از اِلٰہ

باز گردانند تیر از نیم راہ'' ایناں توئی

وہ جو کہتے ہیں کہ ''اولیا کو خدا کی طرف سے قدرت حاصل ہے وہ آدھے راستے سے تیر کو لوٹا دیتے ہیں'' تم وہی ہو۔

۳۴۔ از تو میریم و زییم و عیشِ جاویداں کنیم

جاں ستاں جاں بخش جاں پرور توئی وہاں توئی (۱۰)

ہم تم ہی سے مرتے، جیتے اور دائمی زندگی گزارتے ہیں، جان لینے والے، جان بخشنے والے، جان کی پرورش کرنے والے تم ہی ہو، ہاں تم ہی ہو۔

۳۵۔ کہنہ جانے دادہ جانے چوں تو دریافتیم

وہ کہ ماں چنداں گرانیم وچنیں ارزاں توئی (۱۱)

ایک پرانی جان دے کر تم جیسی جان کو آغوش میں پایا، عجب کہ ہم کس قدر گراں ہیں اور تم کیسے ارزاں۔

۳۶۔ عالمِ امی کہ تعلیمے عجیبت کردہ است

لَو حَش اللّٰہ! بر علومت سِرّ وغائب داں توئی (۱۲)

عالم امی نے تمہیں کتنی عجیب تعلیم دی ہے۔ تمہارے علم پر حیرت و آفریں! (۱) تم پوشیدہ اور غائب کے جاننے والے ہو۔

فی ترقیاتہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ترقیوں کا ذکر

۳۷۔ قبلہ گاہِ جان و دل، پاکی زلوثِ آب و گل (۱۳)

رُخت بالا بردہ از مقصورۂ ارکاں توئی

اے جان و دل کے قبلہ! تم آب و گل میں آلودہ ہونے سے پاک ہو، قصرِ خاص سے بالاتر رختِ سفر لے جانے والے تم ہو۔

۳۸۔ شہسوارِ من چہ می تازی کہ در گامِ نُخُست

پاک بیروں تاختہ زیں ساکن و گرداں توئی

میرے شہسوار! تمہاری تیز روی عجیب ہے! پہلے ہی قدم میں زمین و آسمان سے صاف باہر نکل گئے۔

۳۹۔ تا پرے بخشودۂ از عرش بالا بودۂ

آں قوی پر بازِ اشہب صاحب طیراں توئی (۱۴)

اگر پر و پرواز بخشا ہوا کوئی فرد عرش سے بھی اوپر گیا ہے تو وہ قوی پر، بازِ اشہب، صاحبِ پرواز تم ہو۔

۴۰۔ سالہا شد زیر مہمیز است اسپِ سالکاں

تا عناں در دست گیری آں سوے امکاں توئی (۱۵)

برسوں گزر گئے سالکوں کا گھوڑا ابھی زیرِمہمیز ہے، اور تم نے اِدھر لگام ہاتھ میں لی کہ اُدھر سرحد امکان پر پہنچے۔

فی کونہٖ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سرًّا لایُدرَک

حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ''راز نا معلوم'' ہونا

۴۱۔ ایں چہ شکل است ایں کہ داری تو کہ ظلّے برتری

صورتے بگرفتہ برانداز ۂ اکواں توئی (۱۶)

تمہاری یہ شکل کیسے؟ تم ایک سایۂ برتر ہو، مگر مخلوق کے انداز کی ایک صورت اختیار کر لی ہے۔

۴۲۔ یا مگر آئینۂ ازغیب ایں سوکردہ روے

عکس می جوشد نمایاں درنظر زیں ساں توئی

یا شاید آئینۂ غیب نے اس طرف رخ کر لیا اس میں مخلوق کا عکس جوش زن ہے اس لیے دیکھنے میں تم ان ہی کی طرح لگتے ہو۔

۴۳۔ یا مگر نوعے دیگر راہم بشر نامیدہ اند

یا تعالی اللہ از انساں گرہمیں انساں توئی

یا تم ایک الگ نوع ہو مگر وہ نوع بھی بشر ہی کے نام سے موسوم کر دی گئی ہے اور اگر اسی معروف نوع انسانی سے ہو تو اس نوعِ انساں پر تعالی اللہ (برتر ہے خدا) یعنی بڑا تعجب ہے۔

فی جامعیۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ لکمالات الظاہر والباطن

حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جامع کمالات ظاہر و باطن ہونا

۴۴۔ شرع از رویت چکد عرفاں ز پہلویت دمد

ہم بہارِ ایں گل و ہم ابرِ آں باراں توئی (۱۷)

شریعت تمہارے چہرے سے برستی ہے اور معرفت تمہارے پہلو سے چمکتی ہے۔ تم اِس گل کی بہار بھی ہو اور اُس بارش کا ابر بھی۔ (تم گلستانِ معرفت کی بہار اور بارانِ شریعت کا ابر دونوں ہو)

۴۵۔ پردہ برگیر از رُخت اے مہ کہ شرحِ ملّتی

رُخ بپوش اے جاں کہ رَمزِ باطنِ قرآں توئی (۱۸)

اپنے رخ سے پردہ ہٹاؤ اے چاند! اس لیے کہ تم دین کی شرح ہو۔ چہرہ چھپاؤ اے محبوب! اس لیے کہ تم باطنِ قرآں کا رازِ نہاں ہو۔

۴۶۔ ہم توئی قطبِ جنوب و ہم توئی قطبِ شمال

نے غلط کردم (۱۹) محیطِ عالمِ عرفاں توئی (۲۰)

تم قطب جنوب بھی ہو قطب شمال بھی، نہیں! میں نے غلطی کی، تم جہانِ معرفت کے محیط ہو۔

۴۷۔ ثابت و سیارہ ہم درتست و عرش اعظمی

اہلِ تمکیں اہلِ تلویں جملہ را سلطاں توئی (۲۱)

ثابت اور سیارہ دونوں تمہارے اندر ہیں اور تم عرش اعظم ہو، تم اہل تمکین، اہل تلوین دونوں کے بادشاہ ہو۔

فی ارشہٖ رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن الانبیاء والخلفاء ونیابتہ لہم

حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا انبیاء وخلفا کا وارث ونائب ہونا

۴۸۔ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سلطانِ اعلیٰ جاہ ودر سرکارِ اُو

ناظمِ ذوالقدر بالا دست والاشاں توئی

مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اعلیٰ مرتبے والے سلطان ہیں اور تم ان کی سرکار میں قدر والے، اونچی شان والے، بالا دست ناظم ہو۔

۴۹۔ اقتدارِ کن مکن حق مصطفیٰ را دادہ است

زیرِ تختِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم بر کرسی دیواں توئی (۲۲)

امر ونہی کا اختیار حق تعالیٰ نے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیا ہے، ان کے زیر تخت، کرسیِ محاسبہ پر تم ہو۔

۵۰۔ دورِ آخر نشوِ تو بر قلب ابراہیم شد

دورِ اول ہم نشیں موسیٰ عمراں توئی

دورِ آخر میں تمہاری نشو ونما حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قلب پر ہوئی، دورِ اول میں تم حضرت موسیٰ بن عمران علیہ السلام کے ہم نشین رہے۔

۵۱۔ ہم خلیلِ خوانِ رفق وہم ذبیح تیغ عشق

نوحِ کشتیِ غریباں خضرِ گمراہاں توئی

تم خوانِ رفق ونرمی کے خلیل بھی ہو، تیغِ عشق کے ذبیح بھی، مسافروں کی کشتی کے نوح اور گمراہوں کے خضر بھی۔

۵۲۔ موسیِ طورجلال وعیسیِ چرخِ کمال

یوسفِ مصرِ جمال ایوّبِ صبرستاں توئی

طورِجلال کے موسیٰ، آسمانِ کمال کے عیسیٰ، مصرِ جمال کے یوسف اور شہرِ صبر کے ایوب بھی۔

۵۳۔ تاج صدیقی بسرشاہِ جہاں آراستی

تیغِ فاروقی بقبضہ داورِ گیہاں توئی

سر پر تاجِ صدیقی لیے دنیا کو سنوارنے والے بادشاہ اور ہاتھ میں تیغِ فاروقی لیے جہان میں انصاف کرنے والے حاکم تم ہو۔

۵۴۔ ہم دونورِ جان وتن داری وہم سیف وعلَم

ہم تو ذوالنورینی وہم حیدرِدوراں توئی

تم جان وتن کے دونور بھی رکھتے ہو، تلوار اور جھنڈا بھی، اس لیے تم ذو النورین بھی ہو اور حیدرِ دوراں بھی۔

فی تفضیلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ علی الاولیاء

حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولیا سے افضلیت

۵۵۔ اولیا را گر گہر باشد تو بحر گوہری

وربدستِ شاں زرے دادند زر را کاں توئی

اولیا کے پاس اگر موتی ہے تو موتی کا سمندر تم ہو اور اگر ان کے ہاتھ میں کوئی سونا دیا گیا ہے تو سونے کی کان تم ہو۔

۵۶۔ واصلاں را در مقامِ قرب شانے دادہ اند

شوکتِ شاں شد زشان وشانِ شانِ شاں توئی

اہلِ وصل کو مقامِ قرب میں ایک خاص شان عطا کی گئی ہے، ان کو اُس شان سے شوکت حاصل ہوئی اور ان کی شان کی شان تم ہو۔

۵۷۔ قصرِ عارف ہر چہ بالاتر بتو محتاج تر

نے ہمیں بنّا کہ ہم بنیادِ ایں بنیاں توئی

صاحبِ معرفت کا محل جتنا ہی بلند ہے وہ اتنا ہی زیادہ تمہارا حاجت مند ہے، نہ صرف یہ کہ تم اس محل کے معمار ہو بلکہ اس عمارت کی بنیاد بھی تم ہی ہو۔

فصل منہ فی شیءٍ من التلمیحات

فصل: افضلیت سے متعلق کچھ تلمیحات پر مشتمل

۵۸۔ آنکہ پائیش بر رقابِ اولیاے عالم است

وآنکہ ایں فرمود حق فرمود باللہ آں توئی (۲۷)

وہ جس کا قدم اولیاے جہان کی گردنوں پر ہے، اور جس نے یہ فرمایا حق فرمایا، خدا کی قسم! وہ تم ہی ہو۔

۵۹۔ اندریں قول آنچہ تخصیصات بے جا کردہ اند

از زلل یا از ضلالت پاک ازاں بہتاں توئی (۲۸)

اس قول میں لغزش یا گمرہی کی وجہ سے بعض لوگوں نے جو بے جا تخصیصات کی ہیں تم اُس بہتان سے پاک ہو۔

۶۰۔ بہر پایت خواجۂ ہنداں شہِ کیواں جناب

''بَلْ عَلیٰ عَیْنِیْ وَ رَأْسِیْ'' گوید آں خاقاں توئی (۲۹)

ہندوستان کے خواجہ، وہ زُحل کا بلند مقام رکھنے والے بادشاہ نے تمہارے قدم کے لیے ''بَلْ عَلیٰ عَیْنِیْ وَ رَأْسِیْ'' (بلکہ میری آنکھوں اور میرے سر پر) کہا ایسے عظیم بادشاہ تم ہو۔

۶۱۔ در تنِ مردانِ غیب آتش ز وعظت می زنی

باز خود آں کِشتِ آتش دیدہ رانیساں توئی (۳۲)

رجال الغیب کے بدن میں اپنے وعظ سے آگ لگاتے ہو، پھر اس آگ لگی ہوئی کھیتی کے لیے بارانِ بہار تم ہی ہو۔

۶۲۔ آں کہ از بیت المقدس تا درت یک گام داشت

از تو رہ می پُرسد و مُنجِیش از نقصاں توئی (۳۳)

جس کے لیے بیت المقدس سے تمھارے دروازے تک ایک قدم ہے وہ تم سے رہنمائی کا طالب ہے اور اسے نقصان سے نجات دینے والے تم ہو۔

۶۳۔ رہروانِ قدس اگر آنجا نہ بینندت رواست

زانکہ اندر حجلۂ قدسی نہ در میداں توئی (۳۴)

بارگاہِ قدس کے سالکین اگر تم کو وہاں نہ دیکھیں تو یہ ہوسکتا ہے، اس لیے

کہ تم خاص حجرۂ قدس میں ہو، میدان میں نہیں ہو۔

۶۴۔ سبز خلعت باطرازِ **قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ**

آں مکرّم راکہ بخشید ارنہ در ایواں توئی

''**قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ**'' کے نقش و نگار والی سبز خلعت اُس صاحبِ اعزاز کو کس نے عطا کی اگر محل میں تم نہ تھے۔

فصل منہ: فی تفضیلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ علیٰ مشائخہ الکرام

فصل: حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اپنے مشائخ کرام سے افضلیت

۶۵۔ گو شیوخت را تواں گفت ازرہِ القائے نور

کافتاب انند ایشاں ومہِ تاباں توئی (۳۵)

تمہارے مشائخ کو القائے نور کی وجہ سے کہا جاسکتا ہے کہ وہ آفتاب ہیں اور تم ماہِ تاباں ہو۔

۶۶۔ لیک سیرِ شاں بود بر مستقر واز کجا

آں ترقیِ منازل کاندراں ہر آں توئی (۳۶)

لیکن اس کی سیر ایک مستقر پر تھی، منزلوں کی وہ ترقیاں کہاں جن میں ہر لمحہ تم ہو۔

۶۷۔ ماہِ من **لا ینبغی للشمس ادراک القمر**

خاصہ چوں از ''**عَادَ کَا لْعُرْجُوْن**'' دراطمیناں توئی

میرے چاند! قمر کو پالینا آفتاب کے شایاں نہیں، خصوصاً جب کہ تم ’’
پرانی ٹہنی کی صورت میں ہونے‘‘ سے مطمئن ہو۔

۶۸۔ کورِ چشمِ بد! چہ می بالی، پری بودی ہلال
دی قمر گشتی و اِمشب بدر و بہتر زاں توئی (۳۷)

بری نظر اندھی ہو! تم کس قدر ترقی میں ہو، پرسوں ہلال تھے، کل قمر ہوئے، آج بدر اور اس سے بھی بہتر ہو۔

فی تقریر عیشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زندگی کا بیان

۶۹۔ اصفیا در جہد و تو شاہانہ عشرت می کنی
نوش بادت زانکہ خود شایانِ ہر ساماں توئی

اصفیا مشقت میں ہیں اور تم شاہانہ زندگی گزارتے ہو، تمھیں مبارک ہو اس لیے کہ خود ہی ہر سامانِ راحت کے لائق ہو۔

۷۰۔ بلبلاں را سوز سازد، سوز ایشاں کم مباد
گل رُخاں را زیب زیبد، زیبِ ایں بستاں توئی (۳۸)

بلبلوں کے لیے سوز مناسب ہے، اس کا سوز کم نہ ہو، گل رخوں کے لیے آرائش زیبا ہے، اور اِس گلستاں کی رونق تم ہو۔

۷۱۔ خوش خور وخوش پوش وخوش زی کوریٔ چشم عدو

شاہِ اقلیم تن وسلطانِ مُلکِ جاں توئی (۳۹)

اچھا کھانے، اچھا پہننے، اچھی زندگی والے، دشمن کی آنکھ اندھی ہونے کا سبب! اقلیم بدن کے بادشاہ اور ملکِ جان کے سلطان تم ہو۔

۷۲۔ کامرانی کن بکامِ دوستاں اے من فدات

چشمِ حاسد کور بادا نوشہِ ذی شاں توئی

دوستوں کی مطلب کی مرادیں پوری کرو، میں تم پر قربان، حاسد کی نظر اندھی ہو، تم شان والے نوشاہ ہو۔

۷۳۔ شاد زی اے نوعروس شادمانی شاد زی

چوں بحمد اللہ در مَشکُوے ایں سلطاں توئی

اے نئی عروسِ مسرت! خوشی کی زندگی گزار، خوش رہ، اس لیے کہ تو بحمد اللہ اِس سلطان کی حرم سرا میں ہے۔

۷۴۔ بلکہ لا واللہ کا ینہا ہم نہ از خود کردۂ

رفت فرماں ایں چنین وتابعِ فرماں توئی (۴۰)

خدا کی قسم! یہ سب تم نے خود سے نہ کیا بلکہ ایسا ہی فرمان صادر ہوا اور تم اس فرمان کے تابع ہو۔

۷۵۔ ترکِ نسبت گفتم از من لفظ محی الدین مخواہ

زانکہ در دینِ رضا ہم دین وہم ایماں توئی (۴۱)

میں ترکِ اضافت کا قائل ہوں، مجھ سے لفظِ محی الدین کی خواہش نہ رکھو، اس لیے کہ رضا کے مذہب میں تم ہی دین ہو اور تم ہی ایمان ہو۔

۷۶۔ ہم بدقت ہم بشہرت ہم بہ نعتِ اولیا

فارغ از وصفِ فلاں و مدحتِ بہماں توئی

تم باریکی و لطافت میں، شہرت میں اور اولیا کی صفات میں فلاں کی تعریف اور فلاں کی ستائش سے بے نیاز ہو۔

تمہید عرض الحاجت

عرض حاجت کی تمہید

۷۷۔ بے نوایاں را نوائے ذکرِ عیشت کردہ ام

زارِ نالاں را صلائے گوش بر افغاں توئی

بے نواؤں کے لیے میں نے تمھارے ذکر حیات کا سامان کر دیا ہے، ناتواں فریادی کے لیے فریاد پر کان رکھنے والی پکار تم ہو۔

۷۸۔ چارۂ کن اے عطائے بن کریم ابن الکریم

ظرفِ من معلوم و بیحد وافر و جوشاں توئی

اے فرزندِ کریم ابنِ کریم کی عطا! کوئی تدبیر کر، میرا ظرف معلوم ہے اور تو بے حد فراواں اور جوش زن ہے۔

۷۹۔ باہمیں دست دوتا و دامنِ کوتاہ و تنگ

از چہ گیرم در چہ بنہم بس کہ بے پایاں توئی

میرے پاس یہی دو ہاتھ ہیں اور ایک تنگ و کوتاہ دامن، کس سے لوں؟ کس میں رکھوں؟ جب کہ تو بہت بے پایاں ہے۔

۸۰۔ کوہ نہ دامن دہد وقت آنکہ پُر جوش آمدی

دست در بازار نفروشند بر فیضاں توئی

اے عطائے بے پایاں! جس وقت تو پُر جوش ہو کر فیضان پر آجائے تو نہ پہاڑ دامن دے گا، نہ بازار سے ہاتھ خریدا جاسکے گا۔

المطلع الرابع فی الاستمداد

چوتھا مطلع: استمداد پر مشتمل

۸۱۔ رومتاب از مابداں چوں مایۂ غفراں توئی (۴۳)

آیۂ رحمت توئی آئینۂ رحمٰں توئی

ہم بروں سے رخ نہ پھیرو کیوں کہ تم ہی ہمارا سرمایۂ بخشش ہو، تم رحمت کی نشانی ہو، تم رحمٰن کا آئینہ ہو۔

۸۲۔ بندہ اَت غیرت برد (۴۵) گر بر درِ غیرت رَوَد (۴۶)

وَررَود چوں بنگرد ہم شاہ آں ایواں توئی (۴۷)

تمھارے غلام کو غیرت آتی ہے اگر کسی اور دروازے پر جائے، اور اگر جائے تو یہی دیکھے گا کہ اس محل کے بادشاہ تم ہی ہو۔

۸۳۔ سادگیم بیں کہ می جویم ز تو درمانِ درد

درد کو درماں کجا؟ ہم ایں توئی ہم آں توئی (۴۸)

میری سادہ لوحی دیکھو کہ تم سے اپنے درد کی دوا طلب کر رہا ہوں، درد کون اور دوا کہاں؟ یہ بھی تم ہو، وہ بھی تم ہو۔

الاستعانۃ للاسلام

اسلام کے لیے استعانت

۸۴۔ دینِ بابائے خودت را از سرِ نو زندہ کن

سیّدا! آخر نہ عمرِ سیّد الادیاں توئی (۴۹)

پھر اپنے بابا کا دین زندہ کرو، میرے آقا! کیا تم سیّدِ اَدیان۔ دینِ اسلام۔ کی زندگی نہیں ہو؟

۸۵۔ کافراں توہینِ اسلام آشکارا می کنند

آہ اے عزِّ مسلماناں کجا پنہاں توئی

کفارِ دین اسلام کی اعلانیہ اہانت کر رہے ہیں، آہ! اے اہلِ اسلام کی آبرو! تو کہاں روپوش ہے؟

۸۶۔ تا بیاید مہدی اَز اَرواح وعیسیٰ از فلک (۵۰)

جلوۂ خود کن مسیحا کار (۵۱) و مہدی شاں توئی

جب تک مہدی عالمِ ارواح سے اور حضرت عیسیٰ آسمان سے تشریف لائیں تو خود جلوہ گر رہو، اس لیے کہ مسیحا کے کام اور مہدی کی شان والے تم خود ہو۔

۸۷۔ کشتیِ ملت بموجے کالجبال افتادہ است

من سرت گردم بیا چوں نوحِ ایں طوفاں توئی

ملت کی کشتی پہاڑ جیسی موجوں میں پھنس گئی ہے، میں تم پر قربان! آؤ کہ اِس طوفان کے نوح تم ہی ہو۔

۸۸۔ بادریز دموج موج وموج خیز دفوج فوج

برسرِ وقتِ غریباں رَس چو کشتی باں توئی

بادفتنہ موج پر موج ِگرا رہی ہے، اور موجیں فوج در فوج اٹھ رہی ہیں، غریبوں، بے وطنوں کی مصیبت کی گھڑی میں پہنچو، اس لیے کہ ان کی کشتی کے ناخدا تم ہی ہو۔

استمداد العبد لنفسہ

اپنے لیے بندے کی استمداد

۸۹۔ حاش للہ تنگ گردد جاہت از ہمچوں منے

یا عمیم الجود بس باوسعتِ داماں توئی

خدا کو پاکی ہے، تمھاری وجاہت کا دامن مجھ جیسے شخص کے لیے تنگ ہو؟ اے جودِ عام والے! تمھارا دامن بہت وسیع ہے۔

۹۰۔ نامۂ خود گر سِیہ کردم سیہ تر کردہ گیر

بلکہ زینشاں صد دگر ہم چوں مہِ رخشاں توئی (۵۲)

اگر میں نے اپنا دفتر سیاہ کر لیا ہے تو اس سے زیادہ سیاہ کرنے والے کو تھام لو، بلکہ ایسے سیکڑوں اور کو بھی۔ اس لیے کہ چمکانے والے چاند تم ہی ہو۔

۹۱۔ گم چہ شد گر ریزہ گشتم نگ بدستت مومیا

کم چہ شد گر سوختم خود چشمۂ حیواں توئی (۵۳)

گم کیا ہوا اگر میں ریزہ ہوا؟ تمھارے ہاتھ میں تو نگ مومیا ہو جاتا ہے (۱)، کم کیا ہوا اگر میں جل گیا، تم تو خود ہی چشمۂ حیات ہو

۹۲۔ سخت ناکس مرد کے ام گر نہ رقصم شاد شاد

چوں شنیدم ''هِمْ وَ طِبْ وَاشْطَحْ وَ غَنِّ'' گویاں توئی

بڑا ہی کمینہ آدمی ہوں اگر شاد و مسرور ہو کر رقص میں نہ آؤں، جب تمھیں یہ فرماتے سن لیا ''خوش حال اور بے باک ہو کر نغمہ سرا ہو جا''

۹۳۔ وقت گوہر خوش اگر دریاش در دل جاے داد (۵۴)

غرقہ خس را ہم نہ بیند خس منم عمّاں توئی (۵۵)

گوہر کے دن اچھے، اگر دریا نے دل میں اسے جگہ دے دی، تنکا بھی ڈوبنے والا نہیں، میں تنکا ہوں اور تم بحر اعظم۔

۹۴۔ کوہ من (۵۶) کاہست اگر دست دہی وقتِ حساب

کاہِ من (۵۷) کوہست اگر بر پلّۂ میزاں توئی

حساب کے وقت اگر تمھاری دست گیری ہو تو میرے گناہوں کا پہاڑ بھی ہیچ ہے، اور میری معمولی نیکی بھی پہاڑ ہے اگر میزان کے پلّے پر تم ہو۔

المباہاۃ الجلیلہ باظہارِ نسبۃ العبدیہ

نسبت بندگی پر فخر

۹۵۔ احمد ہندی رضؔا ابن نقی (۵۸) ابن رضؔا (۵۹)

ازاب وجد بندہ وواقف زہر عنواں توئی

ہندی احمد رضا ابن نقی ابن رضا، باپ دادا سے تمھاری غلامی میں ہے اور ہر عنوان سے تم آشنا ہو۔

۹۶۔ مادرم باشد کنیزِ تو پدر باشد غلام

خانہ زادِ کہنہ ام آقاے خان وماں توئی

میری ماں تمھاری کنیز ہیں اور باپ تمھارے غلام، میں قدیمی خانہ زاد ہوں، گھر بار کے آقا تم ہو۔

۹۷۔ من نمک پروردہ ام تاشیرِ مادر خوردہ ام

للہ المِنّہ شکر بخش نمک خواراں توئی

میں نمک پروردہ ہوں اس لیے کہ ماں کا دودھ پیا ہے۔ خدا کا احسان ہے کہ تم نمک خواروں کو شکر عطا فرمانے والے ہو۔

۹۸۔ خطِّ آزادی نخواہم بندگیت خسروی است

یلّلے گر بندہ ام خوش مالکِ غلماں توئی (۶۱)

میں آزادی نہیں چاہتا، تمھاری غلامی ہی میری بادشاہی ہے، بڑی خوشی ہے کہ میں غلام ہوں تو تم کتنے اچھے آقا ہو۔

انتساب المدّاح الی کلاب الباب العالی

سگانِ بابِ عالی کی جانب مدح خواں کا انتساب

۹۹۔ بر سرِ خوانِ کرم محروم نگزارد سگ

من سگ و ابرار مہماناں و صاحبِ خواں توئی (۶۲)

کریموں کے دستر خوان سے کتا محروم نہیں رہتا، میں سگ ہوں، ابرار مہمان ہیں اور تم صاحب دستر خوان ہو۔

۱۰۰۔ سگ بیاں نتواند و جودت نہ پابندِ بیانست

کامِ سگ دانی و قادر بر عطائے آں توئی (۶۳)

سگ قوتِ بیان نہیں رکھتا، اور تمھاری سخاوت پابندِ بیان بھی نہیں، تمھیں سگ کا مقصد معلوم ہے اور تم اسے عطا کرنے پر قادر ہو۔

۱۰۱۔ گر بسنگے می زنی خود مالکِ جان و تنی

ور بہ نعمت می نوازی منّت منّاں توئی (۶۴)

اگر پتھر مارو تو جان و تن کے مالک تم ہی ہو، اور اگر نعمت سے نوازو تو تم خدائے منّان کا احسان ہو۔

۱۰۲۔ پارۂ نانے بفرما تا سوے من افگنند

ہمتِ سگ ایں قدر دیگر نوال افشاں توئی (۶۵)

حکم ہو کہ کوئی روٹی کا ٹکڑا میری جانب ڈال دیں، سگ کا حوصلہ بس اتنا ہی ہے۔ مزید داد و دہش کی بارش کرنے والے تم ہو۔

۱۰۳۔ من کہ سگ باشم زِکوئے تو کجا بیروں روَم

چوں یقیں دانم کہ سگ را نیز وجہِ ناں توئی (٦٦)

میں سگ ہو کر تمھاری گلی سے باہر کہاں جاؤں، جب کہ مجھے یقینی طور پر معلوم ہے کہ سگ کی روزی کا ذریعہ بھی تم ہی ہو۔

۱۰۴۔ در کشادہ خواں نہادہ سگ گرسنہ شہ کریم

چیست حرفِ رفتن و مختار خواں وراں توئی

دروازہ کھلا ہوا، دستر خوان بچھا ہوا، کتا بھوکا ہے، بادشاہ کریم ہے، تو جانے کی بات کیا؟ جب کہ بلانے بھگانے کے مختار تم ہو۔

۱۰۵۔ دور بنشینم زمیں بوسم فتم لابہ کنم

چشم در تو بندم و دانم کہ ذو الاحساں توئی

دور بیٹھتا ہوں، زمیں چومتا ہوں، گرتا ہوں، خوشامد کرتا ہوں، آنکھ تمھارے خیال میں بند کرتا ہوں، اور جانتا ہوں کہ تم احسان فرمانے والے ہو۔

۱۰٦۔ للہ العزّۃ سگِ ہندی و در کوے تو بار

آرے ابنِ رحمۃ للعلمیں اے جاں توئی

خدا ہی کے لیے عزت ہے، ہندی کتا اور تمھاری گلی میں باریابی؟ ہاں اے محبوب! تم ان کے فرزند ہو جو سارے جہانوں کے لیے رحمت ہیں۔

۱۰۷۔ ہر سگے را بر درِ فیضت چناں دل می دہند

مرحبا خوش آ و بنشیں سگ نہ مہماں توئی

تمہارے درِفیض پر ہر سگ کی یوں خاطر داری کرتے ہیں، مرحبا، خوب خوب! آؤ بیٹھو، سگ نہیں ہو، تم مہمان ہو۔

۱۰۸۔ گر پریشاں کرد وقتِ خادِمانت عَوعَوم

خامشِ اہل درد رامپسند چوں درماں توئی

اگر میری آواز نے تمھارے خادموں کو پریشان کیا، تو جب درماں تم ہی ہو تو چپ رہنے والے اہل درد کو پسند نہ کرو۔

۱۰۹۔ وائے من گر جلوہ فرمائی ومن ماند بمن

من زمن بستاں وجایش در دلم بنشاں توئی

مجھ پر افسوس! تم جلوہ فرماؤ اور میرے ساتھ ''میں'' رہ جائے، مجھ سے ''میں'' لےلو اور اِس کی جگہ میرے دل میں ''تم ہی تم'' رکھ دو۔

۱۱۰۔ قادری بودن رضؔا را مفت باغِ خُلد داد

من نمی گفتم کہ آقا مایۂ غفراں توئی

قادریّت نے رضا کو باغِ خلد مفت میں دے دیا، کیا میں نہیں کہتا تھا کہ آقا! میرا سرمایۂ بخشش تم ہو۔

حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ

وظیفہ مشکل کشا

اگر کوئی ضرورت یا مشکل در پیش ہو تو بعد عشا یا کسی نماز کے بعد 450/بار

حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ

پڑھیں۔ اول و آخر تین یا گیارہ بار درود شریف پڑھیں اور جب دل گھبرانے لگے۔ اس وقت پڑھنے لگیں چند بار پڑھنے سے گھبراہٹ بھی دور ہو جائے جائیگی۔ اسی طرح ہو سکے تو چلتے پھرتے اٹھتے بیٹھتے بھی اس وظیفہ کو پڑھا کریں۔ انشا اللہ تعالیٰ جو بھی مسئلہ ہے حل ہو جائیگا۔

یا اللہ یا رحمٰن یا رحیم اس وظیفہ کے طفیل

میرے نانا جناب محمد لقمان مرحوم و نانی مرحومہ زینب خاتون

والد گرامی جناب محمد عطا الرحمٰن عرف محمد لقمان مرحوم

کی مغفرت و بخشش فرما اور درجات بلند فرما

اور میری والدہ صاحبہ رابعہ خاتون رضویہ کو صحت و عافیت عطا فرما۔

دعا گو: غلام انور محمد لقمان مرحوم ورکس فلیٹ، ای۔6، دھتکیڈیہہ جمشید پور